أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ

مقالاتِ راشدیہ

www.KitaboSunnat.com

از قلم محدث العصر فضیلۃ الشیخ ابوالقاسم
سید محب اللہ شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ

تقدیم پروفیسر مولابخش محمدی حفظہ اللہ

اعداد الشیخ افتخار احمد تاج الدین الازہری حفظہ اللہ

- سورۂ مریم کی تفسیر اور اس کے احکام
- نماز کی مسنون دعائیں
- نظریہ ارتقاء کی حقیقت اور اسلام
- علامہ مشرقی کی کتاب پر تبصرہ
- جو میں نے دیکھا
- گم شدہ جنت
- گذارش بندہ حقیر پر تقصیر مع مخلصانہ نصیحت نفس

NOMANI

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

نام کتاب

مقالاتِ راشدیہ

جلد پنجم

از قلم

شیخ العرب والعجم فضیلۃ الشیخ

ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ

اِعداد

الشیخ افتخار احمد تاج الدین الازہری حفظہ اللہ

باہتمام

حافظ ثناء اللہ خاں (بیرانی)

تاریخ اشاعت

مارچ2013ء

مطبوعہ

قرطاس پرنٹرز لاہور

المکتبۃ الراشدیہ

نیوسعید آباد، میر پورخاص (سندھ)

ناشر

نعمانی کتب خانہ

لاہور

NOMANI

e-mail: nomania2000@hotmail.com

COPY RIGHT

All rights reserved

Exclusive rights by

AL MAKTABA TUL RASHIDIA

NEW SAEED ABAD MIRPUR KHAS

SINDH PAKISTAN

No part of this publication may be translated, reproduced, distributed in any form or by any means or stored in a data base retrieval system without the prior written permission of the publisher.

المكتبة الرحمانية

ماڈل ٹاؤن-لاہور

أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ

مقالاتِ راشدیہ

جلد پنجم

از قلم شیخ العرب والعجم فضیلۃ الشیخ

ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ

اعداد: الشیخ افتخار احمد تاج الدین الازہری حفظہ اللہ

- امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام اوزاعی رحمہ اللہ کے درمیان مناظرہ
رفع الیدین کی اصل حقیقت
- رفع الاختلاف فی مسائل الخلاف
- آپ ﷺ کے والدین کے ایمان اور عدم ایمان پر علمی بحث
- آپ ﷺ کا طریقہ حج
- فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کا حکم
- نماز کی مسنون دعائیں
- چالیس احادیث کا مجموعہ

NOMANI

ناشر:
المکتبۃ الراشدیہ
میرپور خاص (سندھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے

جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

فہرست مضامین

المقالة الأولیٰ

أدعیة الصلوٰة

- نماز کی مسنون دُعائیں 21
  - دعاء استفتاح 23
  - نماز شروع کرنے کی دعا 23
  - تعوذ پڑھنے کا طریقہ 25
  - رکوع کی دعائیں 25
  - رکوع سے اٹھنے کی دعائیں 26
  - سجدے کی دعائیں 27
  - دو سجدوں کے درمیان کی دعا 28
  - جلسہ استراحت 29
  - تشہد 29
  - درود شریف 31
  - درود شریف کے بعد کی دعا 31
  - آخری قعدے کی دعائیں 31
  - آخری دعا 32
  - سلام 33
  - سلام کے بعد کی دعائیں 33
  - آیۃ الکرسی 34

- سورۃ اخلاص پڑھنا 35
- تسبیحات 36
- جماعت کی طرف منہ پھیرتے وقت کی دعا 36
- صف میں داخل ہوتے وقت کی دعا 37
- نماز میں اگر چھینک آجائے تو یہ دعا پڑھے 37
- نماز میں اگر سانس پھول جائے تو یہ دعا پڑھے 37
- سجدہ تلاوت کی دعائیں 37
- مغرب اور فجر کی نماز کے بعد کی دعائیں 38
- سید الاستغفار 38
- مغرب کی سنتوں کے بعد کی دعا 39
- فجر کی سنتوں کے بعد کی دعا 39
- نماز کے لیے مسجد کی جانب آتے وقت کی دعا 39
- نماز فجر کی ادائیگی کے لیے مسجد کی جانب آتے وقت کی دعا 40
- دُعائے قنوت 40
- وتر کے بعد کی دعا 41
- تہجد کی دعائیں 41
- نماز تہجد شروع کرنے سے پہلے کی دعائیں 43
- دعائے استفتاح برائے نماز تہجد 43
- نماز تہجد کے بعد 43
- اذان اور تکبیر کی دعائیں 44
- مغرب کی اذان سنتے وقت کی دعا 44
- اذان کے بعد کی دعائیں 45
- تکبیر کے بعد کی دعا 46

- وضو کی دعائیں 46
- غسل 47
- نماز تسبیح 47
- نماز جنازہ کی دعائیں 48
- سلام 48
- طریقہ نماز جنازہ 48

المقالة الثانية

رفع الاختلاف فی مسائل الخلاف

اختلافی مسائل کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں 51

- عیدین کا خطبہ سننا فرض ہے یا مستحب؟ 54
- امام شافعی رحمہ اللہ 57
- سنن ونوافل کا ترک جائز ہے یا نہیں؟ 60
- میت کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کرنا 67
- فریق اول کا مطالبہ ہے 67
- فریق ثانی کا کہنا ہے کہ 67
- ضمنی مسائل 80
- عاشورہ کے کتنے روزے رکھنے چاہیے 80
- زیورات کی زکوٰۃ 81
- ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں جاندار کی تصاویر ہو 89
- سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ میں کیا فرق ہے؟ 91
- کیا مروان بن حکم کو مدینہ سے نکالا گیا؟ 92
- کیا مروان بن حکم کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے؟ 93

- علم منطق اور فلسفہ پڑھنا جائز ہے؟ 93
- کیا ضعیف حدیث فضائل اعمال میں قابل حجت ہے یا نہیں؟ 97
- دوران نماز آیات کے جواب دینے کا حکم کس پر لازم ہے قاری یا سامع پر؟ 98
- کیا ایسا شخص جو ایک صاع ادا نہیں کرسکتا تو وہ نصف صاع فطرہ نکال سکتا ہے؟ ... 99
- وہ شخص کون تھا جس نے خطبہ کو عیدین کی نماز سے قبل شروع کیا؟ 102
- کیا نبی ﷺ کے تمام افعال ہمارے لیے وجوب کا درجہ رکھتے ہیں؟ 102
- کیا نبی ﷺ پر اپنی بیویوں کی تقسیم واجب تھی یا نہیں؟ 103
- بدعتی آدمی کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم؟ 104
- رخصت کا کیا مطلب ہے؟ 107
- کس عمل کا آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہونا اس کے لیے دلیل کی ضرورت ہے؟ 109
- کسی عمل پر ہیشگی کیا وہ وجوب کا درجہ رکھتی ہے یا نہیں؟ 112
- کیا تراویح واجب اور ضروری ہے؟ 113
- اقامت کتنے کلمات پر مشتمل ہے؟ 113
- جنت اور جہنم کہاں ہیں دلیل سے ثابت کریں؟ 114
- اگر کوئی امام عید میں کسی بدعت کو فروغ دے 116
- المسئلة الثانية والعشرون 116
- امام مالک کے قول کی وضاحت؟ 118
- کتاب دستور المتقی کا مصنف کون ہے؟ 118

المقالة الثالثة

عين الشين بترك رفع اليدين

رفع الیدین کے بارے میں چند شبہات کا ازالہ 121
- تمہید 124

- عاصم بن کلیب کی روایت 128
- دارقطنی کی روایت 136
- ابوبکر رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین کا ثبوت 142
- عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث 152
- ابوبکر ابن ابی شیبہ کی روایت 172
- یزید بن ابی زیاد کی سند 178
- جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت 196
- ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث 210
- عبداللہ بن زبیر کی روایت 214
- حنفیہ کے نزدیک مرسل روایت کی قبولیت 216
- جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت 220
- جناب عمر رضی اللہ عنہ کا اثر 220
- جناب علی رضی اللہ عنہ کا اثر 224
- ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر 232
- جناب ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اثر 236
- امام ابوحنیفہ اور امام عبداللہ بن المبارک کا ایک دلچسپ مکالمہ 242
- الفصل الثانی 243
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ حج 249
- تحسین امام ترمذی 266

المقالة الرابعة

كحل العينين في تحقيق مناظرة أبي حنيفه مع الأوزاعي في رفع اليدين

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام اوزاعی کے درمیان مناظرہ رفع الیدین کی اصل حقیقت... 293

- امام زہری اور شیخ حماد میں سے زیادہ فقیہ کون؟............ 312
- کیا ابراہیم سالم سے بڑے فقیہ ہیں؟............ 314
- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے افضلیت میں مقدم ہیں............ 326
- اجمالی جواب............ 330
- ابن عمر کی روایت کو ابن مسعود کی روایت پر "۱۷" وجوہات سے ترجیح حاصل ہے 336

المقالة الخامسة

تحقيق الدعاء برفع اليدين وما قيل في اسلام الأبوين

فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کا حکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کے متعلق تحقیق............ 353

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کا معاملہ............ 376
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی نجات کے قائلین کا نکتہ ہائے نظر............ 376

المقالة السادسة

التبصرة على كتاب الجماراني

مولانا الھڈنو جمارانی کی کتاب پر تبصرہ............ 449

المقالة السابعة

حجة الوداع

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ حج............ 465

- حجۃ الوداع کا قصہ 468
- حج کب فرض ہوا؟ 468
- نبی کریم ﷺ نے کتنے حج کیے؟ 468
- آپ کا سفر حج 469
- حاجی احرام کہاں سے باندھے؟ 470
- تلبیہ کی ابتداء کہاں سے؟ 470
- احرام کی اقسام اور نبی کریم ﷺ کا احرام اور تلبیہ کے الفاظ 471
- محرم کے لیے شکار کا حکم 472
- آپ ﷺ کا مکہ میں داخلہ اور اذکار 478
- طواف 479
- سعی صفا و مروہ 481
- کیا عمرہ کے لیے ہدیہ لازمی ہے؟ 483
- منیٰ کی طرف روانگی 485
- عرفہ کی طرف روانگی 486
- خطبہ حجۃ الوداع 487
- عرفات میں جمع بین الصلاتین 491
- میدان عرفات میں دعائیں 492
- مزدلفہ میں آمد 496
- منیٰ کی طرف روانگی 496
- جمرۃ عقبہ کی رمی 499
- منیٰ میں واپسی اور خطبہ 500
- قربانی حج میں 501
- بال منڈوانا 502

- آپ کا احرام کھولنا 503
- زمزم پر آمد اور زمزم کا پانی پینا 504
- آب زم زم کی تاریخ 505
- دوسرے جمرات کی سعی 507
- منیٰ سے روانگی اور وادی محصب میں آمد 511
- طواف الوداع کے لیے مکہ آمد 512
- بیت اللہ کے اندر نماز 512
- مدینہ کو واپسی 513
- سفر کے دوران مختلف مسنون اذکار 514
- مدینہ میں آمد 518
- تتمہ 520
- مدینہ المنورہ کی فضیلت 520
- مسجد نبوی کی فضیلت 521
- مدینہ منورہ کی طرف مسجد نبوی کی زیارت کی نیت سے جانا 522
- مسجد میں داخل ہونے کے آداب 522
- بہشتی باغ 523
- مسجد نبوی میں چالیس نمازیں 524
- قبر مبارک کی طرف جانا 524
- مسجد قبا کی فضیلت 525

المقالة الثامنة

الأربعين في الأحاديث

- چالیس احادیث کا مجموعہ 527
  - ارکان اسلام 529

- جنت میں داخل کرنے والے اعمال 529
- اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر حق 530
- گناہوں کا کفارہ 530
- گناہوں کا کفارہ 531
- پنج وقتہ نماز کی اہمیت 531
- اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ عمل 532
- مسلمان کے مسلمان پر حقوق 532
- زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کی سزا 533
- زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی سزا 534
- سخی کی فضیلت اور بخیل کی مذمت 534
- ظلم اور بخل کی سزا 534
- صدقے کی فضیلت 535
- قرآن کے متعلّم اور معلم کی فضیلت 535
- دعا کی قبولیت کی شرائط 536
- رمضان کی فضیلت 536
- روزہ، قیام اللیل اور لیلۃ القدر کی فضیلت 537
- روزہ دار کی فضیلت اور روزے کے آداب 537
- حج کی فضیلت 538
- رمضان میں عمرے کی فضیلت 538
- یوم عرفہ کی فضیلت 538
- محنت کی عظمت 539
- حلال رزق کھانے کی فضیلت 539
- حلال رزق کمانے کی فضیلت 540

- سود کی مذمت 540
- کبیرہ گناہ 541
- سات ہلاک کرنے والے گناہ 541
- منافق کی نشانیاں 542
- مقروض اور تنگ دست سے نرمی کرنے والے کی فضیلت 542
- مقروض اور تنگ دست سے نرمی کرنے والے کی فضیلت 543
- شہید کی عظمت 543
- کسی کی زمین غصب کرنے والے کی سزا 544
- چور اور ظالم کی سزا 544
- دین دار عورت سے نکاح کرنے کی فضیلت 545
- ناحق قتل کی سزا 545
- شراب کی حرمت اور شرابی کی سزا 546
- شراب کی حرمت اور شرابی کی سزا 546
- جھوٹی قسم کی سزا 547
- مجاہد کی فضیلت 547
- حرام جانور اور پرندہ 548

تقریظ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

''مقالات راشدیہ جلد پنجم''

الحمد لله وحده والصلوٰة والسلام على من لا نبى بعده أمّا بعد:

بحمد اللہ مقالات راشدیہ کی پانچویں جلد قارئین کے ہاتھ میں ہے۔

چار جلدوں کی کامیابی اور خوبصورت طباعت کے بعد جلد نمبر 5 کی جھلک اور زیب و زینت قارئین کی دلچسپی میں ایک اور اضافہ ہوگا، ان شاء اللہ مذکورہ جلد جد امجد الشیخ بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کی چند مقالات کا مجموعہ ہے۔

المکتبۃ الراشدیہ کی علمی کاوشوں میں سرفہرست جد امجد رحمہ اللہ کی تصانیف، مؤلفات، فتاویٰ، دروس، خطوط، رسائل، حواشی اور چھوٹی بڑی کتب مطبوع اور غیر مطبوع کو زیور طباعت سے آراستہ کرا کے عوام الناس تک پہنچانا ہے۔ ان شاء اللہ

جد امجد رحمہ اللہ کی مطبوع اور غیر مطبوع کتب خصوصاً فتاویٰ، تعلیقات اور حواشی کو منظر عام پر لانا اوّلین ترجیح ہے۔ حواشی جو کہ مخطوط اور غیر مخطوط مطبوع اور غیر مطبوع کتب سے جمع کیے جا رہے ہیں تمام بیرونی اور اندرونی مکتبات اور ادارے نوٹ کرلیں کہ مذکورہ علمی نکات کی طباعت کے حقوق صرف اور صرف المکتبۃ الراشدیہ لصاحبہا جد امجد بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کے پاس محفوظ ہیں اور تحریری اجازت کے بغیر شایع کرنا اور سرقہ کرنا غیر شرعی اور غیر اخلاقی حرکت ہے کوئی بھی ادارہ اور مکتبہ طباعت کرنے کا مجاز نہیں۔ جد امجد رحمہ اللہ کی قرآن پاک کی تفسیر جو کہ بدیع التفاسیر کے نام موسوم ہے اور سندھی زبان میں گیارہ جلدوں پر مشتمل علمی ذخیرہ ہے جس کا اردو ترجمہ جلد از جلد طبع ہو کر اردو دنیا میں سلف صالحین کی

طرز اور انداز میں ایک اور اضافہ ہوگا اور ملحدین، متکلمین، فلسفی اور صوفی ازم کے پرچار کرنے والوں کا سدباب ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

تفسیر قرآن عربی دو جلدوں پر مشتمل ایک علمی سرمایہ عرب دنیا کے لیے علم میں بڑا اضافہ اور شکوک و شبہات کا ازالہ ہوگا خصوصاً مقدمہ، سورۃ الفاتحہ، سورۃ البقرہ کی تین جلدیں علماء اور طلباء کے لیے یکساں مفید ہوں گی۔ ان شاء اللہ

جدامجد رحمہ اللہ کی عربی تصانیف بھی بحمد اللہ کافی ہیں تفسیر قرآن طباعت کے لیے تیار ہے اور دوسری کتب بھی تحقیق اور تصحیح کے مراحل سے گزر کر طباعت کی منتظر ہے۔ ریسرچ اور تحقیق کے حوالے سے عرض ہے کہ مختلف کتب پر علماء اور طلباء مزید تحقیق کے مراحل طے کر رہے ہیں۔

جیسا کہ: "السمط الابریز" پر ہمارے فاضل بھائی حافظ ریاض عاقب اثری حفظہ اللہ "فضل الملک العزیز دراستہ والتحقیق السمط الابریز" کے نام سے ملتان زکریا یونیورسٹی سے M.Phil کر رہے ہیں۔

"توحید خالص" پر مدینہ یونیورسٹی سے ہمارا اکرم بھائی حماد مدنی حفظہ اللہ "جھود الشیخ بدیع الدین شاہ راشدی السندی فی تقریر عقیدۃ اہل السنۃ والجماعۃ" ماجستیر کر رہے ہیں۔

کویت سے ہمارے معزز بھائی شکیل احمد بلتی حفظہ اللہ جدامجد کی علمی خدمات پر ریسرچ و تحقیق کے مراحل سے رواں دواں ہے۔ فللّٰہ الحمد.

المکتبۃ الراشدیہ کی طرف سے "ریسرچ سینٹر" کا قیام کیا جا رہا ہے اور جامعۃ الراشدیہ کا وسیع پروجیکٹ جو کہ بائیس ۲۲ ایکڑ پر مشتمل ہے اندرون اور بیرون ممالک کے لیے مصادر اور مراجع ہوں گے۔ ان شاء اللہ "الیس منکم رجل الرشید"

راشدی ریسرچ سینٹر میں تمام محققین اسکالرز علماء، طلباء اور مفکرین و دانشوروں کے لیے تحقیق میدان کھلا ہوا ہے اور "تعاونوا علی البر والتقویٰ" کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمارے دروازے سب کے لیے کھلے ہیں۔ "تعالوا الی کلمۃ اللّٰہ" المکتبۃ الراشدیہ کی علمی دنیا اور وسیع خزانوں سے کثیر تعداد میں علماء اور طلباء فیض یاب ہوئے ہیں اور Ph.D کرنے والے مستفید ہو رہے ہیں جدامجد کی علمی خدمات پر Ph.D کرنے والوں میں ہمارے معزز ساتھی اور جدامجد کے کاتبین بھی شامل ہیں۔

جن میں پروفیسر عبد العزیز نہڑیو حفظہ اللہ Ph.D کا مقالہ "راشدی خاندان اور اُس کی علمی خدمات" کے عنوان پر تیار ہو کر منظر عام پر آ رہا ہے اور پروفیسر عبد الغفار جونیجو حفظہ اللہ تفسیر بدیع التفاسیر اور

اس کے مصادر اور مراجع کے عنوان سے مقالہ Ph.D تیار کر رہے ہیں۔ **اللهم زد فزد.**

جامعہ بحر العلوم السّلفیہ میر پور خاص کے نگران اور ہمارے معزز مہربان حاجی محمد اسماعیل صاحب وکیل حفظہ اللہ جد امجد رحمہ اللہ کے قریبی اور محسن رفقاء میں سے ہیں۔ بحر العلوم کی خصوصی توجہ اور ان کے مدیر اخی الکریم شیخ افتخار احمد الازہری حفظہ اللہ کی ذاتی دلچسپی اور خلوص کی بدولت بحمد اللہ مقالات کی جلد نمبر 5 آپ کے ہاتھوں کی زینت اور علم میں اضافہ کا باعث ہے۔ "**تقبل اللّٰه جهودهم**" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق "من لم يشكر الناس لم يشكر اللّٰه" میں المکتبۃ الراشدیۃ کی طرف سے اور اپنے بھائیوں کی طرف سے انتظامیہ بحر العلوم اور مدیر کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی تمام جہود اور مساعی قبول فرمائے اور اخلاص وللّٰہیت سے مالا مال فرمائے۔ آمین

مکتبہ نعمانیہ کا بے حد مشکور ہوں محترم ضیاء الحق نعمانی کی دلی کاوش کا ثمرہ ہے کہ بحمد اللہ مقالات راشدیہ سے ہر گھر، ہر دکان، ہر مکتبہ اور لائبریری کی زینت میں اضافہ ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کی مساعی اپنی رحمت سے قبول فرمائے اور مزید اخلاص کے ساتھ قرآن و حدیث کی نشر و اشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بحمد اللہ جد امجد کے والد ماجد ہمارے بڑے دادا جان سیّد احسان اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کی کتب بینی اور ذوق مطالعہ کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ وہ جو کتاب بھی گہرائی سے مطالعہ کرتے تو اس کے اوپر حواشی لگاتے جاتے ان میں سے مخطوط "**كتاب الضعفاء**" للعقیلی مجلدین کے آخر میں رقم طراز ہیں کہ "طالعته من أوله الى آخره" اور ان کے والد سیّد رشد اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کا بھی یہی عالم تھا کہ جو کتاب بھی مطالعہ کرتے حواشی کے انبار لگا دیتے۔ **فللّٰه الحمد**۔ جد امجد رحمہ اللہ کا بھی انداز مطالعہ وہی تھا۔ کم و بیش ہزاروں کتب پر حواشی و نوٹس محققین کو دعوت دے رہے ہیں۔

بحمد اللہ المکتبۃ الراشدیۃ کے تحت راشدیہ ریسرچ سینٹر نے یہ علمی جواہر اور موتی جمع کرنے شروع کر دیے ہیں کثیر تعداد میں ایسی کتب موجود ہیں جن میں یہ مرقوم ہے کہ "طالعته من أوله الى آخره" وقت نے ساتھ دیا تو ان شاء اللہ ایک ایک بکھرے موتیوں اور علمی نکات کو کتاب کی شکل میں لایا جائے گا۔

المرکز الاسلامی للبحوث العلمیۃ کراچی کے تعاون سے عربی کتب کی کمپوزنگ اور تصحیح کے مراحل کیے گئے ہیں اور تحقیق و طباعت کے مراحل سے گزر رہا ہے۔ ان شاء اللہ

جن میں معجم الكبير الطبرانی ۲۵ مجلد، معجم الصغیر، معجم الأوسط، صحیح ابن خزیمة ۵، مسند حمیدی ۲، وغیرها کتب کثیر۔ فللّٰه الحمد.

① التعليق المنصور على فتح الغفور تحقيق وضع اليدين على الصدور للشيخ محمد حيات السندی ۸ء.

② القنديل المشعول لتحقيق حديث اقتلوا الفاعل والمفعول ۱۵، زجاجة القنديل ۸، التذييل للقنديل فی تحقيق حديث البهيمة ۵، التكميل لتذييل القنديل ۵.

③ الرسالة المسماة بتحقيق المقطوع فی اثبات وضع اليمين على الشمال بعد الركوع ۱۳.

④ انماء الزكن بجواب انهاء السكن ۱۲۷، ۱۸ وصول الإلهام لأصول الاسلام غير منقوط ۵.

⑤ شيوخ الامام البيهقی ۱۹.

⑥ الطوام المرعشة فی بيان اهل الرأي المدهشة ۳۱.

⑦ اعفاء اللحی للشيخ محمد حيات مع الحاشية المسماة بايفاء اللهي ۱۷.

⑧ جزء منظوم فی اسماء المدلسين ء.

⑨ ازهار الحدائق فی من جمع أحاديث خير الخلائق ۱۹۲.

⑩ مقدمة التفسير ۹ء۲.

⑪ تفسير سورة الفاتحة ۳۰۰.

⑫ كتاب التوحيد ۲۲۵.

⑬ رجال.

⑭ توفيق الباری لترتيب جزء رفع اليدين للبخاری ۲۱.

⑮ رفع الارتياب عن حكم الاصحاب ۸۲.

⑯ القول اللطيف فی الاحتجاج بالحديث الضعيف ۳۹، مع التحقيق.

⑰ الاجابة مع الاصابة فی ترتيب احاديث البيهقی على مسانيد الصحابة ۲۳۱.

تاکہ علم عام ہو اور محققین اور طلباء علمی دنیا سے سیراب ہو۔ مخطوطات اور قدیم کتب کے ذخیروں کو دنیا کے کونے کونے سے جمع کیا جائے اور اس کو محفوظ کر کے تحقیقی مراحل طے کیے جائیں اور علماء اور طلباء کو تحقیق میدان سیر کرنے کی دعوت دی جائے راشدی ریسرچ سینٹر دنیا کے مختلف ممالک سے حاصل کیے ہوئے مخطوطات اور مصورات کا عظیم اور نایاب خزانہ متعارف کرانا چاہتا ہے خصوصی طور پر ملک کے اندر بکھرے اور ناقدری کا شکار قدیمی علمی میراث اور مدفون خزانوں کو ناشناس لوگوں سے حاصل کر کے محفوظ کیا جائے گا اور سی ڈیز کے ذریعے محققین تک پہنچائی جائیں گی۔

ملک کے اندر آثار قدیمہ کے وسیع ذخائر موجود ہیں جن میں سرفہرست مخطوطات مینوکرپٹس ہیں جو ہمیں ہمارے تاریخی اور اسلاف کی یاد لاتی ہے۔ ان میں نجی ادارے، ذاتی، شخصی، مدارس، جامعات، یونیورسٹیز اور میوزمز ہیں لیکن آثار قدیمہ اور علمی میراث کے صحیح معنی میں حفاظت نہیں کی گئی اور نہ ہی محققین کے لیے کوئی سہولتیں مہیا کی گئی ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ راشدی ریسرچ سینٹر کے قیام کے مقاصد بحمد اللہ مختلف مراحل طے کر رہے ہیں اور اللہ کی رحمت اور نصرت سے علم کو عام کیا جائے گا، طباعت، نشر و اشاعت، دروس اور علمی محاضرات کے پروگرام کیے جائیں گے۔ ان شاء اللہ آن لائن ایجوکیشن، دینی اور عصری تعلیم کے لیے جامعہ محمدیہ کا قیام زیر غور ہے۔

ملکی اور بیرون ادارے، مطابع، مکتبات اور شخصیات کو دعوت غور ہے کہ اپنی تاریخ اور اسلاف کی حفاظت اور اشاعت میں معاون ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہے۔

مقالات راشدیہ جلد نمبر 5 درحقیقت آٹھ کتابوں پر مشتمل ہے:

1. **المقالة الأولى: أدعية الصلوٰة:**...... نماز کی مسنون دعائیں۔
2. **المقالة الثانية: رفع الاختلاف فی مسائل الخلاف:**...... اختلافی مسائل کا حل۔
3. **المقالة الثالثة: عين الشين بترك رفع اليدين:**...... رفع الیدین کے بارے میں چند شبہات کا ازالہ۔
4. **المقالة الرابعة: كحل العينين فی تحقيق مناظرة أبی حنيفه مع الأوزاعی فی رفع اليدين:**...... امام ابوحنیفہ امام اوزاعی رحمہما اللہ کے مناظرے رفع الیدین کی حقیقت۔
5. **المقالة الخامسة: تحقيق الدعاء برفع اليدين وما قيل فی اسلام الأبوين:**...... فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کا حکم اور رسول اللہ ﷺ کے والدین کے متعلق تحقیق۔

٦ المقالة السادسة: التبصرة على كتاب الجماراني:...... مولانا الہڈنو جمارانی کی کتاب پر تبصرہ۔

٧ المقالة السابعة: حجة الوداع :...... نبی کریم ﷺ کا طریقہ حج۔

٨ المقالة الثامنة: الأربعين في الأحاديث:...... چالیس احادیث کا حسین مجموعہ۔

بحمد اللہ مذکورہ کتب کا مطالعہ کرکے حقیقت واضح ہوجائے گی اور حق و باطل میں تمیز اور فرق ہوجائے گا۔ "قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا"

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جد امجد کی مساعی اور جہود قبول فرمائے اور ہمیں ان کی کتب رسائل فتویٰ اور حواشی طبع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

والله المستعان

نصرت اللہ شاہ الراشدی

مدیر: المكتبة الراشديه

نیوسعید آباد

سندھ

پیش لفظ:

''مقالات راشدیہ جلد پنجم''

سیّد ابومحمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ کا علمی ذخیرہ

سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰہ لَا یَقْبِضُ العِلْمَ انتزاعًا ینتزعُہ من العِبَادِ، ولکن یَقْبِضُ العِلْمَ بِقَبْضِ العُلَمآءِ حَتّٰی اِذَا لَمْ یَبْقَ عَالِمُ اتخذ الناسُ رُؤُسًا جُھَّالاً، فَسُئِلُوا فَا فْتَوا بِغَیْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا واَضَلُّوا.)) (صحیح بخاری)

''اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح ختم نہیں کرتا کہ بندوں (کے سینوں) سے اس کو نکال لے بلکہ علماء کو قبض (فوت) کر کے علم کو قبض کر لیتا ہے یعنی کہ جب کوئی بھی عالم باقی نہ رہے تو لوگ جاہلوں کو اپنا رئیس بنا لیتے ہیں، پھر ان سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ بغیر علم کے فتوی دیتے ہیں اس طرح خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسرے کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔''

اس حدیث پر جب ہم غور وخوض کرتے ہیں تو ہم کو آج اس معاشرہ میں اس کا عملی مصداق نظر آتا ہے، حقیقی علم کو سمجھنے والے عامل محدثین، مفسرین اور فقہاء دنیا فانی کو چھوڑ چکے ہیں، اب صرف علم وفہم سے عاری علماء رہ گئے الا ما شاء اللہ خصوصا صوبہ سندھ میں تو قحط الرجال ہے حالانکہ مساجد پہلے سے زیادہ، مدارس بے شمار، آئے دن کوئی نہ کوئی کتاب مارکیٹ کی زینت بنی ہوتی ہے لیکن پھر بھی علماء کرام کسی بھی نقطہ نظر میں فیصلہ کی استعداد سے محروم نظر آتے ہیں لیکن قربان جاؤں سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کے علم اور عمل پر انہوں نے علم حدیث میں وہ کمال حاصل کیا کہ اپنے وقت کے شیخ الحدیث محترم جناب علامہ یوسف کلکتوی رحمہ اللہ اپنی وفات سے ۲ سال قبل اپنے قریبی ساتھی محترم محمد عتیق سے تین اہم مسئلوں میں اختلاف ہوا تو بحیثیت جج ان کی نظر اپنے سے عمر میں چھوٹے شیخ بدیع الدین صاحب سے 1967 کو رجوع کیا کہ ہمارا ان مسائل میں اختلاف ہوگیا ہے آپ ہمارے درمیان فیصلہ کریں ہم دونوں اپنی اپنی تحریریں آپ کی طرف ارسال کر رہیں ہیں آپ کا فیصلہ ہم کو قابل قبول ہوگا قربان

جاؤں شاہ صاحب رحمہ اللہ پر انہوں نے ایک ایسا تاریخی فیصلہ سنایا اور تحریر کر کے ارسال کیا کہ دونوں فریقین نے آمنـا و صدقنـا کہا اور پھر باقائدہ طور پر شاہ صاحب نے اس فیصلے کو کتابی شکل دے کر اس کا نام ''رفع الاختلاف فی مسائل الخلاف'' رکھا۔ الحمد اللہ موجودہ جلد میں یہ مکمل مقالہ پیش کیا گیا ہے۔

مقالات راشدیہ:

راشدی خاندان کا علمی مجموعہ جس میں محدث العصر سیّد محبّ اللہ شاہ الرشدی رحمہ اللہ، سیّد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ کی تمام اردو، سندھی اور عربی کتب کو یکجا کر کے مقالات راشدیہ کے نام سے شائع کیا جارہا ہے جس کی اب تک چار جلدیں شائع ہو کر منظر عام پر آ گئی ہیں اور مزید کا سلسلہ تا ہنوز جاری و ساری ہے موجودہ جلد پنجم سیّد بدیع الدین شاہ رحمہ اللہ کے آٹھ علمی مقالات پر مشتمل ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

❶ **نماز کی مسنون دعائیں:** ......اس مقالہ میں شاہ صاحب نے نماز کی تمام اُدعیہ صحیحہ اور اس کے متعلق تمام مسائل کو یکجا کر دیا ہے جو کہ ایک نہایت ہی مختصر اور مفید ہے۔

❷ **رفع الاختلاف فی مسائل الخلاف** :......محترم علامہ یوسف کلکتوی رحمہ اللہ اور مولانا عتیق صاحب شفیق پریس والے کے مابین تین اہم مسائل میں اختلاف ہوا تو شاہ صاحب ان کے درمیان بحیثیت جج تھے وہ مسائل یہ ہیں۔

(۱)...... خطبہ عیدین سننا فرض ہے یا مستحب؟ (۲)...... سنن ونوافل کا ترک جائز ہے یا نہیں؟ (۳)...... ایصال ثواب الی المیت کی نیت سے قرآن خوانی جائز ہے یا نہیں؟ اور ان مسائل کے ضمن میں مزید 24 مسائل کی گھتی کو بھی سلجھایا ہے۔

❸ **عین الشین بترك رفع الیدین** :......علماء احناف کے سرخیل محمد ہاشم ٹھٹوی صاحب نے ایک رسالہ ''کشف الرین عن مسئلة رفع الیدین'' دوصدی قبل تحریر فرمایا تھا تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس کا رَدّ پیش کیا اور ثابت کیا کہ رفع الیدین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت متواترہ ہے۔

❹ **کحل العینین فی تحقیق مناظرة أبی حنیفه مع الأوزاعی فی رفع الیدین** :......شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس مقالہ میں امام ابوحنیفہؒ اور امام اوزاعی کے درمیان مناظرہ رفع الیدین کی اصل حقیقت کو واضح کیا کہ یہ مناظرہ من گھڑت اور جھوٹ پر مبنی ہے۔

۵ **تحقیق الدعاء برفع الیدین وَمَا قیل فی اسلام الأبوین** :...... یہ مقالہ دوسوالوں پر مشتمل ہے پہلا سوال ہے کہ

۱: فرض نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا جس کے ضمن میں شاہ صاحبؒ نے دعا کے تمام مروجہ طرق پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

۲: سوال نمبر:۲ آپ ﷺ کے والدین کے ایمان کہ متعلق ہے آیا وہ صاحب ایمان تھے یا نہیں؟ شاہ صاحب رحمہ اللہ کا یہ مقالہ پڑھنے کے لائق ہے اور کافی طویل اور علمی نکات پر مشتمل ہے۔

۶ **التبصرہ علی کتاب الجمارانی** :......ایک حنفی عالم مولانا اللہ ڈنو جمارانی کی کتاب جو کہ تراویح کے موضوع پر تھی اس کی کتاب پر شاہ صاحب کا تبصرہ ہے۔

۷ **نبی ﷺ کا طریقہ حج** :......شاہ صاحبؒ نے اس کتاب کو سندھی میں حجۃ الوداع کے نام سے تحریر کیا ہے جس کو مولانا محمد منیر جونیجو صاحب نے اُردو قالب میں ڈھالہ اس میں تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے حج اور عمرہ کیسے اداء کیا۔

۸ **چالیس احادیث کا حسین مجموعہ** :...... مذکورہ رسالہ میں شاہ صاحبؒ نے علماء سلف کے طرز پر چالیس احادیث کا مجموعہ جمع کیا ہے اس کے علاوہ اور بھی بہت سی معلومات کا علمی ذخیرہ ہے۔

آخر میں اپنے قارئین کرام سے ایک معذرت کرنا چاہوں گا کہ مقالات راشدیہ کی جلد نمبر (۴) میں کمپوزر کی غلط سیٹنگ کی وجہ سے اغلاط والے چند صفحات شایع ہوگئے جس کی وجہ کافی پریشانی ہوئی کئی ساتھیوں کی تنقید کی زد میں رہا حتی الامکان میری کوشش رہتی ہے کہ غلطی نہ ہو لیکن پھر بھی بتقاضائے بشریت غلطیاں آجاتی ہے جس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔

آخر میں میں اپنے تمام معاونین دوست واحباب کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے میرا ساتھ دیا خصوصا، شیخ راشد الحسن صوفی صاحب، شیخ منیر احمد جونیجو صاحب، شیخ صبغت اللہ صاحب شیخ سیّد علی المرتضی الفاطمی صاحب کا اور اپنے تلمیذ رشید ثناء اللہ تبسم صاحب اور محترم ضیاء نعمانی صاحب کا جنہوں کی تگ ودو سے یہ جلد پنجم آپ کے ہاتھوں میں ہے اور سیّد نصرت اللہ شاہ راشدی صاحب کا تو خصوصی طور پر شکریہ ادا

کروں گا جن کے تعاون سے یہ سلسلہ ذھبیہ جاری وساری ہے اللہ تعالیٰ اُن کو اور ہم سب کو دین حنیف کی خدمت کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور اپنی بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت نوازے۔ آمین۔

والسلام

افتخار احمد تاج الدین الازہری حفظہ اللہ
شیخ الحدیث جامعہ بحر العلوم السّلفیہ
میر پور خاص
0332-2819002

5 مارچ 2013

المقالة الأولیٰ

نماز کی مسنون دُعائیں

نماز اسلام کا اہم ستون ہے جس کی حفاظت کرنا اور اس پر ہیشگی کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے اور ہمیں حکم بھی یہ ہے کہ ہم اسی طرح نماز ادا کریں جس طرح رسول اللہ ﷺ نے ادا کی تھی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ .)) (بخاری) لہٰذا جو شخص رسول اللہ ﷺ کے اُسوہ پر اپنی نماز ادا کرنا چاہتا ہے تو اس کو چاہیے وہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کے اس مختصر مقالہ کا دلجمعی سے مطالعہ کرے جس میں نماز کی تمام ادعیۃ صحیحہ اور ان کے متعلق تمام مسائل کو یکجا کر دیا گیا ہے۔

(الازہری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين

اما بعد! اس مختصر سے رسالے میں نماز کی مسنون دعائیں جو محمد رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں ترجمے کے ساتھ تحریر کی جارہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو نبی اکرم ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

رسول اللہ ﷺ اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کرتے تھے۔ (بخاری، مسلم، حاکم)

مسئلہ[1]:...... کچھ لوگ پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر نماز شروع کرتے ہیں جبکہ اس کا حدیث نبوی ﷺ میں کوئی ثبوت نہیں ملتا صرف تکبیر سے نماز شروع کرنا مسنون ہے۔ اور آپ ﷺ زبان سے نیت کے الفاظ ادا نہیں فرماتے تھے، ایسا کرنا بدعت ہے، نیت تو دل کے ارادے کا نام ہے۔

دعاء استفتاح

نماز شروع کرنے کی دعا:

رسول اللہ ﷺ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت سے پہلے یہ دعا پڑھتے تھے۔

1 ...... ((اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِىْ وَ بَيْنَ خَطَايَاىَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اَللّٰهُمَّ نَقِّنِىْ مِنَ الْخَطَايَا، كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَاىَ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ .)) (بخاری ، مسلم)

''اے اللہ میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اس قدر فاصلہ کردے کہ جس قدر تو نے مشرق و مغرب کے درمیان فاصلہ رکھا ہے۔ اے اللہ مجھے گناہوں سے ایسا صاف کردے جیسے سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔ اے اللہ میرے گناہوں کو اپنی رحمت کے پانی، برف اور اولوں سے دھوڈال۔''

آپ ﷺ یہ دعا بھی پڑھتے تھے:

2 ...... ((وَجَّهْتُ وَجْهِىَ لِلَّذِىْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفًا وَّ مَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، إِنَّ صَلَاتِي، وَنُسُكِىْ، وَ مَحْيَاىَ، وَ مَمَاتِىْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَا شَرِيْكَ لَهُ وَبِذَالِكَ أُمِرْتُ وَ أَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ۔ أَنْتَ رَبِّى وَ أَنَا عَبْدُكَ، ظَلَمْتُ نَفْسِى وَ اعْتَرَفْتُ بِذَنْبِى فَاغْفِرْلِى ذُنُوْبِى جَمِيْعًا إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ، وَ اهْدِنِى

لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِىْ لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ ، وَاصْرِفْ عَنِّى سَيِّئَهَا ، لَا يَصْرِفُ عَنِّىْ سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ ، لَبَّيْكَ وَ سَعْدَيْكَ ، وَالْخَيْرُ كُلُّهُ بِيَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ اَنَا بِكَ وَ إِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَ أَتُوْبُ إِلَيْكَ))

(مسلم ، ترمذی ، نسائی ، ابو داؤد ، مسند شافعی)

''میں دوسروں سے منہ موڑ کر اپنے چہرہ کو اس ذات کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو بنایا، اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں ، بے شک میری نماز میری قربانی میرا مرنا اور جینا سب اللہ رب العٰلمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور اسی بات کا مجھے حکم دیا ہے، اور میں اولین اطاعت گزاروں میں سے ہوں۔ اے اللہ تو بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہی میرا رب ہے ، اور میں تیرا بندہ ہوں ، میں نے اپنے آپ پر ظلم کئے ہیں اور میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں ، تو میرے سارے گناہ معاف فرما دے کہ تیرے سوا کوئی اور بخشش کرنے والا ہی نہیں ، اور مجھے اچھے اخلاق سکھا کہ تیرے سوا کوئی اور اچھی عادتیں سکھلا سکتا ہی نہیں ، اور مجھ سے بری عادتیں دور کر کہ تیرے علاوہ میری بری عادتوں کو کوئی دور کر سکتا ہی نہیں، اے اللہ میں حاضر ہوں اور تجھ سے نیک تمناؤں کا طالب ہوں۔ ہر قسم کی بھلائیاں تیرے قبضہ قدرت میں ہیں اور برائی کا تجھ سے کوئی سروکار ہی نہیں ، اور ہدایت یافتہ وہی ہے جسے تو ہدایت عطا فرمائے ، میں تجھ پر بھروسہ کرتا ہوں اور تجھ ہی سے پناہ چاہتا ہوں تیرے سوا کسی کے پاس جائے پناہ اور جائے نجات نہیں تو بابرکت اور بلند شان والا ہے، میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور تیرے طرف جوع کرتا ہوں۔''

نوٹ: ...... کچھ حدیثوں میں ''اوّل المسلمین '' کے بجائے ''من المسلمین '' کے الفاظ وارد ہوئے ہیں دونوں طرح پڑھنا مسنون ہے۔

آپ ﷺ یہ دعا بھی پڑھتے تھے :

۳...... ((اَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا ، وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّ أَصِيْلًا .))

(ابو داؤد ، ابن ماجہ)

''اللہ بہت بڑا ہے اور میں اس کی بڑائی بیان کرتا ہوں اور اللہ کی تعریفیں بہت زیادہ ہیں ، صبح وشام کی پاکیزگی اللہ کے لیے ہے۔''

اور آپ ﷺ یہ دعا بھی پڑھتے تھے جو دعا نمبر۲ ہے :

۴...... '' اِنَّ صَلَاتِیْ '' سے '' اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ''تک، اس کے بعد یہ پڑھتے تھے۔

((اَللّٰھُمَّ اھدِنِی لاَحسَنِ العَمَالِ وَاَحسَنِ الاَخلاَقِ لاَ یَھدِی لِاَحسَنِھَا اِلَّا اَنتَ وَقِنِی سَیِّءَ الاعمَالِ وَسَیِّءَ الاخلاَقِ لاَیَقِی سَیِّئَھَا اِلَّا اَنتَ.))

(نسائی)

''اے اللہ مجھے اچھے عمل اور اچھی عادتیں سکھا کہ تیرے سوا کوئی اور اچھائی سکھا سکتا ہی نہیں اور مجھے برے اعمال اور گندی عادتوں سے بچا کہ تیرے سوا برائی سے کوئی بچا سکتا ہی نہیں۔''

اور آپ ﷺ سے یہ دعا پڑھنا بھی ثابت ہے:

۵...... سُبحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمدِکَ وَتَبَارَکَ اسمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰہَ غَیرُکَ.))

(نصب الرایۃ ، بحوالہ کتاب الدعاء للطبرانی ، ابو داؤد ، مسند احمد)

''اے اللہ تو پاک ہے اور تیرے لیے ہی تعریف ہے تیرا نام بابرکت اور شان بلند ہے اور تیرے علاوہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے۔''

مسئلہ ۲:...... یہ تمام دعائیں پڑھنا سنت ہے جبکہ پہلی دعا درجہ کے لحاظ سے بڑی اہم ہے کیونکہ یہ بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے لہٰذا یہ دعا مہتم بالشان ہے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ''سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ'' والی دعا زیادہ افضل ہے کیونکہ اس بارے میں قولی حدیث ہے، مگر ایسا کوئی حکم حدیث کی کتابوں میں نہیں ملتا، بلکہ ''اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ'' والی دعا کے لیے ایسا حکم مل سکتا ہے جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آپ تکبیر تحریمہ اور قرأت کے درمیان کیا پڑھتے ہیں تو آپ نے یہ دعا بتلائی، گویا اسی کی ترغیب دلادی یہ نہیں کہا کہ یہ دعا صرف میرے لیے مخصوص ہے اس لیے امت کے لیے بہتر ہے۔

تعوذ پڑھنے کا طریقہ:

رسول اللہ ﷺ قرأت سے پہلے یہ پڑھتے:

((أَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ مِنْ ھَمْزِہٖ وَ نَفْخِہٖ وَ نَفْثِہٖ.)) (مسند احمد ، نسائی ، ابو داود ، ترمذی ، ابن ماجہ)

''میں شیطان مردود کی پھونک، جادو، اور وسوسہ سے اس اللہ کی پناہ میں آتا ہوں جو سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

مسئلہ ۳:...... تعوذ ہر رکعت میں قرأت سے پہلے پڑھنا چاہیے۔ (محلّٰی)

رکوع کی دعائیں:

۱...... ((سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ.)) (بخاری ، مسلم)

''اے ہمارے پروردگار تو پاک ہے اور تیرے لیے ہی تعریف ہے اے اللہ مجھے معاف فرما۔''

② ...... ((سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ .)) (ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجه، دارمی)

''میرا رب پاک ہے جو بڑی شان والا ہے۔''

③ ...... ((سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ .)) (مسلم)

''اے اللہ تو پاک اور بے عیب ہے فرشتوں اور روح (جبرائیل) کا رب ہے۔''

④ ...... ((سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظْمَةِ .)) (نسائی)

''پاک ہے وہ (اللہ) جو بزرگی والا بادشاہی والا اور بلندی والا ہے۔''

⑤ ...... اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ خَشَعَ سَمْعِي وَبَصَرِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ .)) (مسلم نسائی، بیهقی، ابن خزیمه، ابن حبان)

''اے اللہ میں نے تیرے لیے ہی رکوع کیا اور تیرا ہی اطاعت گزار بنا، تجھ پر ہی ایمان لایا اور تجھ پر ہی بھروسہ کیا میرے کان اور آنکھیں اللہ رب العالمین کے سامنے جھک گئے۔''

مسئلہ:...... یہ تمام دعائیں اچھی ہیں مگر پہلی دعا ثواب کے لحاظ سے بہترین ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر یہی دعا پڑھتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

لہٰذا...... کوشش یہ ہونی چاہیے کہ یہ دعا پڑھیں اور کبھی کبھی دوسری دعائیں بھی پڑھ لینی چاہئیں تاکہ سنت سے محروم نہ رہا جائے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ" کے بارے میں قولی حدیث مروی ہے یعنی آپ ﷺ کا حکم ہے اس لیے یہ دعا پڑھنا افضل ہے مگر پہلی دعا کے متعلق بخاری ومسلم میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر اوقات یہ دعا پڑھتے تھے "یتاول القرآن" یعنی قرآنی حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ (نووی شرح مسلم وفتح الباری)

بلکہ صحیح بخاری میں ہے کہ سورۃ النصر ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ﴾ کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ ہمیشہ یہ دعا پڑھتے تھے اور سورۃ النصر آپ ﷺ کی آخری عمر میں نازل ہوئی ہے۔ (فتح الباری)

رکوع سے اٹھنے کی دعائیں:

نبی اکرم ﷺ رکوع سے اٹھتے وقت یہ الفاظ ادا فرماتے:

((سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ .)) (مسلم)

''جو اللہ کی تعریف کرتا ہے تو (اللہ) اس کی سنتا ہے۔''

پھر سیدھے کھڑے ہوکر یہ دعا پڑھتے:

❶ ...... ((رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ .)) (صحیح بخاری)

''اے ہمارے پروردگار تیرے لیے بہت ہی پاکیزہ اور برکت والی تعریف ہے۔''

نوٹ:......ایک روایت میں اس طرح بھی لفظ آئے ہیں:

((اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ .)) (بخاري ومسلم)

مسئلہ ۵:......امام اور مقتدی دونوں "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" کہیں۔ (بخاری، دارقطنی)

مسئلہ ۶:...... یہ تمام الفاظ مسنون ہیں اور امام کے پیچھے با آواز بلند "رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ" پوری دعا کہنا سنت ہے۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے:

۲...... ((اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوَاتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ . لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ .))

(مسلم ، ابن ماجه)

"اے اللہ تیری اتنی تعریف کہ آسمان وزمین اور اس کے ماسوا جو تو چاہے سب بھر جائیں، تعریف وعظمت بیان کرنے کے آپ ہی مستحق ہیں اور یہ بندہ بھی تیری ہی تعریف کرتا ہے جس کا تو حقدار ہے۔ ہم سارے تیرے بندے ہیں اے اللہ جسے تو دینا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے تو روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور تیری رضا مندی کے بغیر کسی بھی بزرگ ہستی کی بزرگی فائدہ نہیں دے سکتی۔"

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں:۔

((لِرَبِّيَ الْحَمْدُ لِرَبِّيَ الْحَمْدُ .)) (حجة الله البالغة ، ابو داوٗد)

"میرے رب کے لیے ہی تعریفیں ہیں۔"

یہ دعا بھی ثابت ہے:

((اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِيْ بِالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَالْمَاءِ الْبَارِدِ .)) (مسلم)

"اے پروردگا اپنی رحمت کے پانی، برف اور اولوں سے مجھے گناہوں سے دھو کر صاف کر دے۔"

مسئلہ ۷:...... یہ تمام دعائیں ہر نمازی خواہ وہ امام ہو یا مقتدی، چاہے جماعت کے ساتھ ہو یا اکیلے نماز پڑھ رہا ہو سب کو پڑھنی چاہیے۔ (بخاری، مسلم، ابوداود، دارقطنی، مشکوٰۃ)

سجدے کی دعائیں:

سجدے کی دعائیں وہی ہیں جو رکوع کی دعاؤں کے ضمن میں لکھی گئی ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ دعا نمبر ۳ میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ" کی جگہ یہ الفاظ کہیں۔ "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى" (پاکیزگی میرے

رب کے لیے ہے جو بہت بلند ہے) رکوع کی دعا نمبر ۵ میں "رَكَعْتُ" کے بجائے "سَجَدْتُّ" کہیں جس کا مطلب ہے "میں نے تیرے لیے سجدہ کیا۔"

آپ ﷺ یہ دعا بھی سجدے میں پڑھتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَأَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ.))

(صحیح مسلم: ٤٨٣)

"اے اللہ میرے تمام گناہ معاف فرما چاہے وہ کم ہوں یا زیادہ، اگلے ہوں یا پچھلے، پوشیدہ ہوں یا ظاہری۔"

((أَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَأَعُوْذُبِكَ مِنْكَ، لَا أُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ، أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ.))

(مسلم)

"اے اللہ میں تیری ناراضگی نہیں رضا مندی چاہتا ہوں اور تیرے عذاب سے معافی کا طلب گار ہوں۔ اے اللہ میں تجھ سے پناہ چاہتا ہوں میں تیری وہ تعریف نہیں کرسکتا جس تعریف کے تو لائق ہے تیری تعریف تو وہ ہے جو تونے خود اپنے لیے کی ہے۔"

مسئلہ ۸:...... مذکورہ تمام دعاؤں کا پڑھنا موجب ثواب ہے تمام دعائیں باری باری پڑھنی چاہئیں، مگر دعا نمبر (۱) کثرت کے ساتھ پڑھنا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اکثر اوقات یہی دعا پڑھتے تھے۔

(بخاری ومسلم)

اس بات کی مزید وضاحت کے لیے مسئلہ نمبر ۴ ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ ۹:...... دورانِ سجدہ ان دعاؤں کے علاوہ بھی کسی جائز طلب کے لیے کوئی بھی دعا (جس کے الفاظ حدیث میں آئے ہوں) پڑھی جاسکتی ہے کیونکہ یہ دعا کے قبول ہونے کا وقت ہوتا ہے۔

مسئلہ ۱۰:...... رکوع اور سجدے میں قرآن مجید پڑھنا منع ہے۔ (مسلم)

مسئلہ ۱۱:...... رکوع اور سجدے کی دعائیں طاق تعداد میں پڑھنا زیادہ بہتر ہے اور حدیث میں درمیانہ عدد دس بتلایا گیا ہے۔ (ابوداؤد، نسائی)

دوسجدوں کے درمیان کی دعا:

مختلف روایتوں میں مختلف الفاظ کے ساتھ سجدوں کے درمیان کی دعا آئی ہے ہم یہاں مکمل لکھ رہے ہیں۔

①...... ((رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَعَافِنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَارْفَعْنِيْ.)) (ابو داؤد، ترمذی، حاکم، بیہقی، دارمی)

''اے اللہ میری بخشش فرما مجھ پر رحم کر اور مجھے صحت عطا فرما اور مجھے ہدایت نصیب کر اور میرے نقصان پورے کر مجھے رزق عطا فرما اور مجھے عزت اور بلندی عطا فرما۔''

نوٹ:...... ''رَبِّ اغْفِرْلِیْ'' کی جگہ ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ'' بھی کہہ سکتے ہیں معنی ایک ہی ہے۔

(نسائی، دارمی)

آپ ﷺ یہ دعا بھی پڑھتے تھے:

۲...... ''رَبِّ اغْفِرْلِیْ''......''اے اللہ میرے گناہ معاف فرما۔''

مسئلہ ۱۲:...... یہ دونوں دعائیں مسنون ہیں لہٰذا باری باری دونوں کو پڑھنا چاہیے۔

مسئلہ ۱۳:......سجدوں کے درمیان کی دعا کتنی بار پڑھنی چاہیے؟

اس بارے میں حدیث میں کوئی صراحت نہیں ہے، اس لیے ایک سے زائد بار پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ مگر اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کو طاق تعداد پسند ہے۔ (نسائی، ابو داؤد، ترمذی)

جلسہ استراحت:

کسی خاص حدیث میں اس بارے میں کوئی دعا منقول نہیں ہے، البتہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول للہ ﷺ نے نماز کے متعلق فرمایا: ((انما هی التسبیح والتکبیر وقراة القرآن.)) (مسلم) ''کہ نماز میں صرف تسبیح، تکبیر اور قرآن پڑھنا ہے۔'' اس حدیث سے جو مفہوم سامنے آتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ (بیٹھنا) بھی نماز کا جز ہے، لہٰذا اس حالت میں بھی قرآنی آیت یا دعا جو حدیث میں آئی ہو پڑھی جاسکتی ہے، لیکن مقرر نہ کرے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسی کوئی تعیین نہیں فرمائی اور بوقت جلسہ استراحت پڑھنا ضروری بھی نہ سمجھے کیونکہ اس بات کا صریحاً حکم بھی نہیں ملتا۔

تشہد:

تشہد کے صحیح الفاظ یہ ہیں:

۱...... ((اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا، وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ. أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.)) (بخاری، بیهقی)

''ہمہ اقسام کی جانی و مالی عبادتیں، نماز و صدقات اکیلے اللہ ہی کے لیے ہیں، نبی ﷺ پر اللہ کی طرف سے سلامتی رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔ ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی نازل ہو میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔''

دوسری روایت میں اس طرح کے الفاظ آئے ہیں:

۲...... ((بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ .))

''اللہ کے نام اور اس پر بھروسہ کر کے شروع کرتا ہوں تمام قسم کی جانی اور مالی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں۔''

باقی الفاظ وہی ہیں جو تشہد کے دعا نمبر ا میں گذرے، مگر آخر میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔

((اَسْأَلُ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ .)) (نسائی)

''میں اللہ سے جنت کا طلب گار ہوں اور جہنم سے پناہ چاہتا ہوں۔''

اس طرح بھی الفاظ آئے ہیں:

۳...... ((اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ .))

''برکت والی تمام جانی و مالی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں۔''

اور آخر میں الفاظ کچھ اس طرح ہیں:

((وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ .))

''میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''

نوٹ: ......صحیح بخاری میں "اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کے بعد یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ۔ ''وہ اللہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔''

مسئلہ ۱۴: ...... پہلے تشہد میں یہ الفاظ کہے جاتے تھے۔

((اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ .)) ...... ''اے نبی آپ پر سلامتی ہو۔''

لیکن جب نبی ﷺ اس دار فانی سے اپنے رب کی طرف عازم سفر ہوئے تو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم تشہد میں اس طرح کہنے لگے۔

((اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ .)) ...... ''نبی ﷺ پر سلامتی ہو۔''

(صحیح بخاری، ابو عوانہ، ابن ابی شیبہ، بیہقی، عبدالرزاق)

اسی طرح پڑھنا زیادہ صحیح ہے۔ (فتح الباری، عمدۃ القاری، محلی شرح موطا، مصنفہ شیخ سلام اللہ دہلوی حنفی)

کیونکہ غائبانہ طور پر نبی ﷺ کو پکارنا آپ ﷺ کی بے ادبی ہے اور ایسا کرنے میں غیر اللہ کی مشابہت بھی ہے جس میں شرک کا تاثر پایا جاتا ہے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی "اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ" پڑھتے تھے۔ (موطا امام مالک)

اور سیدہ کائنات ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا قاسم بن محمد کو بھی اسی طرح سکھلایا۔ (بیہقی)

مسئلہ۱۵:...... متذکرہ تشہد کی تمام دعائیں مسنون ہیں پہلی دعا زیادہ بہتر ہے اس لیے کہ اس کی روایت صحت کے لحاظ سے اعلیٰ درجے کی ہے۔

مسئلہ۱۶:...... تشہد کی دعائیں سری (آہستہ) پڑھنی چاہئیں۔ (ابوداوٗد، بیہقی، ترمذی)

درود شریف:

دوسرے قعدے میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا چاہیے، درود شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.))

''اے اللہ محمد ﷺ اور ان کی اولاد پر رحمت نازل فرما جس طرح کہ ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد پر رحمت نازل فرمائی تھی، بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ محمد ﷺ اور ان کی اولاد پر برکتیں نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد پر برکتیں نازل فرمائی، بے شک تو قابل ستائش اور صاحب احترام ہے۔''

نوٹ:...... کچھ احادیث میں ''اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ'' سے پہلے یہ الفاظ زیادہ ہیں ''فِي الْعَالَمِيْنَ'' جہاں والوں میں۔ (جلاء الأفهام بحواله السراج)

مسئلہ۱۷:...... ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے والے پر اللہ دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے۔ (مسلم)

نوٹ:...... کچھ لوگ درود شریف میں ''سَيِّدِنَا'' لفظ کا اضافہ کرتے ہیں مگر اس بارے میں حدیث شریف سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

مسئلہ۱۸:...... درود شریف صرف آخری قعدے میں پڑھنا چاہیے پہلے قعدے میں پڑھنا درست نہیں۔ (مسند ابی یعلی، مسند احمد)

درود شریف کے بعد کی دعا:

اللہ کے نبی ﷺ درود شریف کے بعد یہ الفاظ ادا فرماتے تھے:

((اَحْسَنُ الْكَلَامِ كَلَامُ اللّٰهِ وَاَحْسَنُ الْهَدْيِ هَدْيُ مَحَمَّدٍ ﷺ.)) (نسائی)

''سب سے بہترین بات اللہ تعالیٰ کی ہے اور سب سے بہترین راستہ محمد ﷺ کا ہے۔''

مسئلہ۱۹:...... نماز کی اس دعا میں یہ تعلیم اور سبق دیا گیا ہے کہ نماز عین سنت کے مطابق ہونی چاہیے۔

آخری قعدے کی دعائیں:

نبی کریم ﷺ سے آخری قعدے میں بہت سی دعائیں منقول ہیں یہاں چند تحریر کی جارہی ہیں:

① ...... ((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ .)) (بخاری، مسلم)

''اے پروردگار میں عذاب جہنم اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں، زندگی اور موت کے فتنے سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں اور مسیح دجال کے شر انگیز فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

② ...... ((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ .)) (بخاری ، مسلم)

''اے اللہ میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

③ ...... ((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَسْرَفْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ .)) (مسلم)

''اے اللہ میرے اگلے پچھلے پوشیدہ اور ظاہر تمام گناہ معاف فرما اور میرے وہ گناہ بھی معاف فرما جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے کیونکہ تو ہی آگے اور پیچھے کرنے والا ہے، (یعنی ہدایت، عزت شرافت اور دوسرے کاموں میں سبقت نصیب کرتا ہے) اور تیرے علاوہ کوئی بھی قابل عبادت نہیں ہے۔''

④ ...... ((اَللّٰھُمَّ أَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ)) (نسائی)

''اے اللہ مجھے اپنا ذکر شکر اور اچھی عادت کرنے کی توفیق عطا فرما (یعنی ایسی عبادت کرنے کی توفیق عطا فرما جسے تو پسند کرے، اور شرف قبولیت سے نوازے۔''

⑤ ...... ((اَللّٰھُمَّ اِنِّی أَسْأَلُكَ یَا أَللّٰهُ بِأَنَّكَ الْوَاحِدُ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِی لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَهٗ کُفُوًا أَحَدٌ أَنْ تَغْفِرَ لِی ذُنُوبِی إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِیمُ .))

(نسائی، ابوداؤد)

''اے اللہ میں تجھے یہی واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ تو یکتا اور بے نیاز ہے اور نہ تو کسی کا والد اور نہ بیٹا ہے اور نہ ہی تیرا کوئی ہمسر ہے، تجھ سے سوال یہ ہے کہ تو میرے گناہ معاف فرما کیونکہ تو معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

مسئلہ:...... یہ دعائیں جس ترتیب سے لکھیں ہیں اسی ترتیب سے نہ پڑھی جائیں آگے پیچھے کرنے کا اختیار ہے۔ بہتر ہے کہ دعا نمبر ۱ اور دعا نمبر ۲ پہلے پڑھیں اس کے بعد دوسری دعائیں پڑھیں۔ (بخاری، مسلم)

آخری دعا:

تمام دعاؤں کے بعد سلام سے پہلے نبی اکرم ﷺ نے دعا سکھائی۔

۶..... ((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ، فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ .))

(بخاری، مسلم، احمد، بیهقی)

''اے اللہ میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کئے ہیں اور تیرے علاوہ کوئی گناہوں کو معاف بھی نہیں کرسکتا تو اپنی خاص رحمت سے میرے گناہ معاف فرما اور مجھ پر رحم کر بے شک تو معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

نوٹ:.....مسند احمد کی ایک روایت میں لفظ ''كَثِيْرًا'' کے بجائے ''كَبِيْرًا'' وارد ہوا ہے۔ دونوں طرح پڑھنا مسنون ہے۔

مسئلہ ۲۱:.....تشہد، درود شریف اور تمام دعاؤں کے بعد اپنی جائز طلب کے لیے دعا کی جاسکتی ہے۔ (بخاری، مسلم)

شرط یہ ہے کہ اس دعا کے الفاظ قرآن یا حدیث میں آئے ہوئے ہوں اپنی طرف سے دعائیں بنانا یا انہیں تبدیل کرنا منع ہے۔ (بخاری، مسلم)

دین میں ہر نیا کام بدعت اور مردود ہے۔ (مشکوٰۃ)

اور وہ دعا اس آخری دعا سے پہلے پڑھی جائے کیونکہ یہ آخری دعا تمام دعاؤں کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ (فتح الباری، عمدۃ القاری)

سلام:

نبی اکرم ﷺ سلام پھیرتے ہوئے اپنے چہرے مبارک کو پہلے دائیں طرف پھیرتے پھر بائیں طرف اور ساتھ ہی یہ الفاظ ادا فرماتے۔

((اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُه .)) (ابو داوٗد، طبرانی، دار قطنی)

مسئلہ ۲۲:.....اس سلام میں مخاطبین مسلمان ہیں یعنی مسلمان آپس میں ایک دوسرے پر سلامتی کے نزول کی دعائیں کرتے ہیں۔ (ابوداوٗد)

اور بوقت نماز اللہ کے فرشتے بھی موجود ہوتے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

ان کے لیے بھی سلامتی کی دعا کی جاتی ہے، خصوصاً جب آدمی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے سلام کے مخاطب فرشتے ہوتے ہیں۔

سلام کے بعد کی دعائیں:

سلام پھیرنے کے بعد سب سے پہلے نبی ﷺ باآواز بلند ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' کہتے تھے۔ (بخاری، مسلم، نسائی)

مسئلہ ۲۳:...... اللہ اکبر کے متعلق یہ وضاحت نہیں کہ کتنی بار کہے لہٰذا کئی بار بھی کہہ سکتا ہے۔

اس کے بعد نبی کریم ﷺ تین مرتبہ استغفر اللہ (اللہ سے معافی کا درخواستگار ہوں) کہتے تھے۔

۱...... ((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ .))

(مسلم)

''اے اللہ تو سلامتی دینے والا ہے، اور تیرے پاس ہی سلامتی ہے، اے اللہ تو برکت اور عزت واحترام والی ذات ہے۔''

مسئلہ ۲۴:...... اس دعا میں کچھ لوگ اضافہ کر کے پڑھتے ہیں جس کا حدیث میں کوئی ثبوت نہیں ملتا، دعا میں اس طرح الفاظ زیادہ کرنا بدعت ہے۔ (بخاری، مسلم)

۲...... ((لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْـدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَـىْءٍ قَـدِيْـرٌ . اَللّٰـهُـمَّ لَا مَـانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ .)) (بخاری، مسلم)

''اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اسی کی بادشاہی اور اسی کی تعریف ہے، اور وہ ذات ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ جسے تو دینا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے تو روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور تیری رضا مندی کے بغیر کسی بھی بزرگ ہستی کی بزرگی فائدہ نہیں دے سکتی۔''

۳...... ((رَبِّ أَعِنِّىْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ)) (نسائی)

''اے اللہ مجھے اپنا ذکر، شکر اور اچھی عبادت کرنے کی توفیق عطا فرما۔''

۴...... ((اَللّٰـهُـمَّ اِنِّـىْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ ، وَاَعُوْذُبِكَ أَنْ أُرَدَّ إِلٰى أَرْذَلِ الْعُمُرِ ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا . وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ .)) (بخاری)

''اے اللہ میں بخیلی سے اور بڑھاپے کی رذیل عمر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ میں دنیا کی ابتلاء اور عذاب قبر سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

آیۃ الکرسی:

۵...... ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾ (البقرہ: ۲۵۵)

''اللہ ایسی ذات ہے کہ جس کے سوا کوئی بھی قابل بندگی نہیں وہ زندہ وجاوید ہے نہ تو اسے اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند، آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے سب اسی کا تو ہے، کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس سے سفارش کر سکے؟ جو کچھ مخلوق کے رو برو ہے وہ جانتا ہے، اور جو بعد میں آنے والا ہے وہ اس سے بھی باخبر ہے اس کی کرسی آسمانوں اور زمینوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے، اور وہ ان کی حفاظت سے تھکتا نہیں ہے، وہ سب سے بلند اور مہتم بالشان ہے۔''

نوٹ:...... آیۃ الکرسی پڑھنے کے متعلق احادیث "سنن نسائی اور شعب الایمان للبیہقی" میں موجود ہیں۔

سورۃ اخلاص پڑھنا:

۶...... بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌo اَللّٰهُ الصَّمَدُo لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْo وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌo﴾ (الاخلاص)

''اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ کہو کہ وہ اللہ یکتا ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ وہ کسی کا والد ہے اور نہ ہی بیٹا اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔''

نوٹ:...... سورۃ اخلاص پڑھنے کے متعلق احادیث مشکوٰۃ شریف میں موجود ہیں۔

مسئلہ ۲۵:...... رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی اور سورۃ الاخلاص پابندی کے ساتھ پڑھتا رہے گا تو اس کے جنت میں جانے کے درمیان صرف موت حائل ہے۔ (نسائی، ابن حبان)

۷...... ((لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ ، لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَآءُ الْحَسَنُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ .)) (مسلم)

''اللہ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہی اور اسی کی تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے ہم اس کے علاوہ کسی کی بھی بندگی نہیں کرتے، تمام نعمتیں اور بھلائیاں اسی کے پاس ہیں اچھی تعریفات کا وہ مستحق ہے اللہ کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں ہے ہم خالص اسی کی عبادت کرتے ہیں اگرچہ اس بات کو کفار ناپسند کرتے ہیں۔''

مسئلہ ۲۶:...... یہ دعا رسول اللہ ﷺ بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ (مسلم)

۸...... ((اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِی لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ .))

(ترمذی، ابن ماجه، حاكم، ابن سنی)

''میں اسی سے بخشش کا طالب ہوں جو یکتا ہے، زندہ وجاوید ہے اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔''

(ان کے علاوہ بھی بہت ساری دعائیں احادیث میں آئی ہیں ہم بخوف طوالت انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔)

تسبیحات:

فرض نماز کے بعد تینتیس (۳۳) مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ" تینتیس (۳۳) مرتبہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" تینتیس (۳۳) مرتبہ "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" پڑھنا سنت ہے ان کی کل تعداد ننانوے (۹۹) بنتی ہے۔

پھر ایک بار یہ پڑھے:

((لَآ اِلٰـهَ اِلَّا الـلّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ .))

''اللہ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہی ہے اسی کی تعریف ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ اگر کوئی شخص ان تسبیحات کو پڑھے گا تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اگر چہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ (مسلم)

مسئلہ ۲۷:...... کچھ روایتوں میں ان تسبیحات کی تعداد سو اس طرح پوری کی گئی ہے کہ تینتیس (۳۳) بار "سُبْحَانَ اللّٰهِ" تینتیس (۳۳) بار "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" چونتیس (۳۴) بار "اَللّٰهُ اَكْبَرُ"۔ (مسلم)

دونوں طریقے مسنون ہیں جبکہ پہلا طریقہ زیادہ بہترین ہے کیونکہ احادیث سے یہی مفہوم سمجھ میں آتا ہے۔

جماعت کی طرف منہ پھیرتے وقت کی دعا:

نبی کریم ﷺ فرض نماز پڑھا کر جب جماعت کی طرف رخ کرتے تو یہ دعا پڑھتے:

((رَبِّ قِنِیْ عَذَابَكَ یَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَكَ .)) (مسلم، ابو عوانه)

''اے اللہ مجھے اس دن اپنے عذاب سے بچانا جس دن تو اپنے بندوں کو جمع کرے گا۔''

نوٹ:...... اس دعا میں "تَجْمَعُ" کی جگہ "تَبْعَثُ" کے الفاظ بھی احادیث میں ملتے ہیں۔

صف میں داخل ہوتے وقت کی دعا:

صف میں داخل ہوتے وقت تکبیر تحریمہ سے پہلے یہ دعا پڑھے۔

((اَللّٰهُمَّ آتِنِی اَفْضَلَ مَا تُؤْتِیْ عِبَادَكَ الصَّالِحِیْنَ.)) (ابن سنی)

''اے اللہ مجھے وہ سب سے اچھی نعمت عطا کر جو تو اپنے نیک بندوں کو دیتا ہے۔''

نماز میں اگر چھینک آ جائے تو یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى.)) (ابن سنی)

''اے پروردگار تیرے لیے ہی پاکیزہ اور بابرکت تعریفیں ہیں ایسی تعریفیں کہ جسے ہمارا رب پسند کرتے اور راضی ہو جائے۔''

نماز میں اگر سانس پھول جائے تو یہ دعا پڑھے:

جلدی آتے وقت یا کسی بھی وجہ سے نماز میں اگر سانس پھول جائے تو یہ دعا پڑھے۔

((اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ.)) (مسلم)

''اللہ بہت بڑا ہے اور اسی کے لیے پاکیزہ اور بابرکت تعریفیں ہیں۔''

سجدہ تلاوت کی دعائیں:

نبی اکرم ﷺ سے اس بارے میں دو دعائیں منقول ہیں:

1. ...... ((سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ، تَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ)) (ترمذی، ابو داؤد، بیہقی، ابن ماجہ، دار قطنی)

''میرے چہرے نے اس ہستی کے لیے سجدہ کیا جس نے اسے تخلیق کیا اور اپنی خاص حفاظت اور امداد کے ساتھ اس کے کان اور آنکھیں بنائیں تو کتنا ہی بابرکت ہے وہ جو سب سے بہترین تخلیق کار ہے۔''

2. ...... ((اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِي بِهَا عِنْدَكَ أَجْرًا وَضَعْ عَنِّي بِهَا وِزْرًا وَاجْعَلْهَا لِي عِنْدَكَ ذُخْرًا وَتَقَبَّلْهَا مِنِّي كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ.))

(ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، ابن سنی)

''اے اللہ میرے سجدے کا اجر اپنے پاس لکھ لے اور اس کی وجہ سے میرے گناہ معاف فرما اور اس سجدے کو میرے لیے ذخیرہ آخرت بنا، اے اللہ میرا یہ سجدہ قبول فرما جیسا کہ تو نے اپنے بندے داوَد (علیہ السلام) کا سجدہ قبول فرمایا تھا۔''

مسئلہ ۲۸:...... یہ دونوں دعائیں مسنون ہیں باری باری دونوں پڑھنی چاہیے، دونوں اکٹھی پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ ۲۹:...... سجدہ تلاوت کی دعائیں تین مرتبہ پڑھنی چاہئیں۔ (ابن سکن، تحفۃ الاحوذی)

مغرب اور فجر کی نماز کے بعد کی دعائیں:

فجر اور مغرب کی نماز کے بعد خصوصاً فجر کی نماز کے بعد بہت ساری دعائیں نبی اکرم ﷺ سے منقول ہیں ان میں سے چند یہاں تحریر کی جارہی ہیں۔

سات مرتبہ پڑھے:

① ...... ((اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ .))

''اے اللہ مجھے جہنم کی آگ سے پناہ دے۔''

سات مرتبہ پڑھے:

② ...... ((حَسْبِیَ اللّٰہُ لا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ .))

(ابو داؤد، مجمع الزوائد)

''میرے لیے اللہ ہی کافی ہے جس کے علاوہ کوئی قابل عبادت نہیں ہے اور اسی پر میں بھروسہ کرتا ہوں اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔''

مسئلہ ۳۰:...... رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص اس دعا کو پڑھے گا تو یہ دعا اس کی دنیا اور آخرت کے لیے کافی ہے۔ (ابوداؤد)

تین مرتبہ یہ پڑھے

③ ...... ((رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ نَبِیًّا .)) (احمد، ترمذی)

''میں اللہ کے بطور رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے بطور نبی ہونے پر راضی ہوں۔''

④ ...... ((سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضَا نَفْسِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ .)) (ابو داؤد، مجمع الزوائد)

''اللہ پاک ہے اور اسی کی تعریفات ہیں اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر اتنی تعریفیں کہ وہ راضی ہوجائے اس کے عرش کے ہم وزن اور اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر تعریفیں۔''

سید الاستغفار:

اس دعا کے الفاظ احادیث میں اس طرح آئے ہیں:

⑤...... ((اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوءُ لَكَ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ .)) (صحيح بخاری)

''اے اللہ تو میرا رب ہے تیرے علاوہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے تو نے ہی مجھے پیدا کیا ہے اور میں اپنی استطاعت کے مطابق تجھ سے کیے ہوئے وعدے پر قائم ہوں، میں تجھ سے اپنے کردہ گناہوں کے وبال سے پناہ چاہتا ہوں میں تیری نعمتوں کا احسان مانتا ہوں اور ساتھ ہی اپنی کوتاہی کا اعتراف بھی کرتا ہوں، اے اللہ اپنی خاص رحمت سے میرے گناہ معاف فرما کہ تیرے سوا کوئی بھی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔''

مغرب کی سنتوں کے بعد کی دعا:

مغرب کی فرض نماز کے بعد دو رکعت سنت پڑھ کر اس دعا کو زیادہ سے زیادہ مرتبہ پڑھنے کی کوشش کریں۔

((يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ .)) (ابن سنی)

''اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھنا۔''

فجر کی سنتوں کے بعد کی دعا:

رسول اللہ ﷺ فجر کی دو رکعت سنتوں کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹ کر یہ دعا پڑھتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرِيْلَ وَإِسْرَافِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَمُحَمَّدِ النَّبِيِّ ﷺ اَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ .)) (ابن السنی)

''اے پروردگار، جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور محمد ﷺ کے رب تو مجھے جہنم کی آگ سے پناہ دے۔''

نوٹ:...... ''اَجِرْنِي مِنَ النَّارِ'' یہ الفاظ تین مرتبہ کہنے چاہیے۔

نماز کے لیے مسجد کی جانب آتے وقت کی دعا:

جس وقت گھر، دکان یا کسی اور جگہ سے نماز کے لیے چلے یا کہیں بیٹھا ہوا ہو اور بوقت نماز اٹھے تو یہ اذکار ادا کرے۔

دس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ (پاکیزگی اللہ کے لیے ہے)

دس مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (اللہ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں)

دس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (ہمہ اقسام کی تعریفیں اللہ کے لیے ہیں)

دس مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ (میں اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی کا طلب گار ہوں)

نماز فجر کی ادائیگی کے لیے مسجد کی جانب آتے وقت کی دعا:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُوْرًا وَفِي نَفْسِي نُوْرًا وَفِي صَدْرِي نُوْرًا وَفِي لِسَانِي نُوْرًا وَفِي بَصَرِي نُوْرًا وَفِي جِدِي نُوْرًا وَفِي بَشَرِي نُوْرًا وَفِي شَعْرِي نُوْرًا وَفِي دَمِي نُوْرًا وَفِي لَحْمِي نُوْرًا وَفِي شَحْمِي نُوْرًا وَفِي عَصَبِي نُوْرًا وَفِي عَظْمِي نُوْرًا وَفِي مُخِّي نُوْرًا وَفِي مَنِيِّ نُوْرًا وَمِن فَوْقِي نُوْرًا وَمِن تَحْتِي نُوْرًا وَمِن قُدَّا مِي نُوْرًا وَمِن خَلْفِي نُوْرًا وَعَن يَمِيْنِي نُوْرًا وَعَنْ يَسَارِي نُوْرًا وَاجْعَلِّي نُوْرًا وَاَعْطِنِي نُوْرًا وَاعْظِمْ لِيْ نُوْرًا يوْمَ الْقِيَامَةِ .))

(بخاری، مسلم، احمد، نسائی)

''اے اللہ میرے دل میں نور پیدا کر میری روح میں نفس میں نور پیدا کر اور میرے سینے میں، زبان میں سماعت میں بصارت میں میری ظاہر و اندرونی جلد میں نور پیدا کر اور میرے بالوں میں میرے خون میرے گوشت میری چربی میں میرے پٹھوں میں میری ہڈیوں میں میرے مادہ منویہ میں نور پیدا کر اور میرے اوپر میرے نیچے آگے پیچھے، دائیں بائیں نور کر دے میرے لیے نور ہی نور پیدا کر اور قیامت میں مجھے نور عطا کر۔''

(۲) تین مرتبہ یہ دعا پڑھے:

((اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ .))

(الدعوات الكبير البيهقی)

اس دعا کا ترجمہ ''سلام کے بعد کی دعائیں'' کے ذیل میں گذر چکا ہے۔

دُعائے قنوت:

وتر کی آخری رکعت میں دعائے قنوت پڑھنی چاہیے دعا کے الفاظ یہ ہیں:

❶ ...... ((اَللّٰهُمَّ اهْدِنِي فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِي فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِي فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِي فِيْمَا أَعْطَيْتَ ، وَقِنِي شَرَّمَا قَضَيْتَ ، إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ ، وَاِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ [وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ] تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ ، وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ .)) (ترمذی، ابن ماجه، ابو داؤد)

''اے اللہ مجھے ہدایت دے کر ان میں شامل کر جن کو تو نے ہدایت دی ہے، اور مجھے عافیت دے کر ان میں شامل کر جن کو تو نے عافیت دی ہے، اور میرا کارساز بن کر مجھے ان لوگوں میں شامل کر جن کی تو نے کارسازی کی ہے، اور اس چیز میں برکت ڈال جو تو مجھ کو عطا کرے اور مجھ

کو اپنے برے فیصلے سے محفوظ رکھ کہ فیصلہ کرنے والا تو ہی ہے، اور تجھ سے بڑھ کر کوئی بھی فیصلہ کرنے والا نہیں ہے، جس کا تو دوست بن جائے تو اسے کوئی رسوا نہیں کرسکتا اور جس کا تو دشمن بن جائے اسے کوئی بھی عزت نہیں دلا سکتا، اے پروردگار تو بابرکت اور عظمت والا ہے اللہ کی رحمت کی برکھا محمد ﷺ پر نازل ہو۔''

۲...... نبی کریم ﷺ سے یہ دعا بھی ثابت ہے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِرَضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمَعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰی نَفْسِكَ .)) (ابن ماجه)

اس دعا کا ترجمہ سجدے کی دعا نمبر ے میں گذر چکا ہے۔

مسئلہ ۳۱:...... قنوت میں متذکرہ دونوں دعائیں بھی پڑھ سکتا ہے۔

مسئلہ ۳۲:...... دعائے قنوت قبل از رکوع یا بعد از رکوع سیدھے کھڑے ہوکر پڑھنا سنت ہے۔ (بخاری، حاکم دار قطنی)

بعد از رکوع پڑھنے کے متعلق متعدد روایات آئی ہیں۔ (بیہقی)

اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے نواسے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو جب دعائے قنوت سکھائی تو اسے یہ حکم بھی دیا کہ یہ دعا رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہوکر پڑھنا۔ (حاکم)

مسئلہ ۳۳:...... دعائے قنوت کے وقت تکبیر کہنا یا ہاتھ اٹھانا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔

وتر کے بعد کی دعا:

جب نماز وتر کا سلام پھیر لے تو تین مرتبہ یہ پڑھے۔

((سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ .))

''بادشاہ پاک ہے بہت پاک ہے۔''

نوٹ:...... یہ دعا تیسری مرتبہ بآواز بلند کہے۔

((رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ .)) (نسائی، دار قطنی)

''فرشتوں اور جبرائیل کا مالک ہے۔''

تہجد کی دعائیں:

①...... رسول اللہ ﷺ جب نماز تہجد کے لیے بیدار ہوتے تو نگاہ مبارک آسمان کی جانب کر کے سورۃ آل عمران کا آخری رکوع پڑھتے تھے۔ (مسلم)

②...... ((اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيِّمُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ

الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَائكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّار حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ (ﷺ) حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ . اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ۔ فَاغْفِرْلِی مَا قَدَّمْتُ وَمَا آخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّی اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُوَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ لَا اِلٰهَ غَيرُكَ .)) (بخاری ، مسلم)

”اے اللہ تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں کہ تو ہی آسمان وزمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو قائم رکھے ہوئے ہے، اور تعریفیں تیری ہی ہیں کہ تو ہی آسمان زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کو روشن رکھے ہوئے ہے تمام تعریفیں تیری ہی ہیں کہ آسمان وزمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے تو ان سب کا مالک ہے۔ تعریفیں تیرے لیے ہی ہیں کہ تو برحق ہے تیرا وعدہ برحق ہے تیری ملاقات برحق ہے تیری بات برحق ہے، جنت وجہنم برحق ہے تمام انبیاء برحق ہیں محمد ﷺ برحق ہیں، قیامت برحق ہے۔ اے اللہ میں تیرا فرمانبردار ہوں اور تجھ پر ہی ایمان لایا ہوں اور تجھ پر ہی بھروسہ کیا، اور تیری ہی طرف رجوع کیا ہے، اور تیری ہی مدد سے جھگڑتا ہوں، اور اپنا مقدمہ تیرے حضور پیش کرتا ہوں، تو میرے وہ تمام گناہ معاف فرما جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے کہ تو ہی مقدم وموخر ہے تو ہی معبود برحق ہے اور تیرے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے۔“

③...... ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَه لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیءٍ قَدِيْرٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ .)) (بخاری)

”اللہ کے علاوہ کوئی بھی معبود نہیں ہے وہ یکتا ہے اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے وہ بادشاہ اور قابل تعریف ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے، اللہ پاک ہے اللہ ہی کے لیے تمام تعریفیں ہیں اس کے سوا کوئی بھی معبود نہیں ہے وہ بہت بڑا ہے اسی کا خوف ہے اور اسی کی طاقت ہے۔“

نوٹ: ...... نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص یہ دعا پڑھنے کے بعد ”رَبِّ اغْفِرْلِیْ“ ”اے اللہ میرے گناہ معاف فرما“ کہے یا کوئی بھی دعا مانگے تو وہ دعا قبول ہوگی۔ (بخاری)

④...... ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِیْ وَاَسْاَلُكَ رَحْمَتَكَ اَللّٰهُمَّ زِدْنِی عِلْمًا وَلَا تُزِغْ قَلْبِیْ بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنِیْ وَهَبْ لِیْ مِنْ

لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ .)) (ابو داؤد)

''تیرے علاوہ کوئی بھی معبود نہیں ہے اے اللہ تو پاک ہے اور قابل ستائش ہے میں تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی کا خواست گار اور تیری رحمت کا طلبگار ہوں اے پرور دگار میرے علم میں اضافہ فرما اور میرے دل میں ہدایت آنے کے بعد کسی قسم کی کجی پیدا نہ کرنا اور مجھے اپنی خاص رحمت سے نواز کہ تو ہی سب سے بڑھ کر دینے والا ہے۔''

ان دعاؤں کے علاوہ بھی احادیث میں دیگر بہت سی دعائیں منقول ہیں۔

نماز تہجد شروع کرنے سے پہلے کی دعائیں:

دس مرتبہ اَللّٰه اَكْبَرُ دس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

دس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ دس مرتبہ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ

دس مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهِ دس مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

دس مرتبہ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ ضِیْقِ الدُّنْیَا وَضِیْقِ الْقِیَامَةِ .

یہ تمام دعائیں پڑھ کر پھر نماز تہجد شروع کرے۔ (ابو داؤد)

آخری دعا کا ترجمہ یہ ہے:۔ اے اللہ میں تجھ سے دنیا اور روز قیامت کی تنگی سے پناہ چاہتا ہوں۔

دعائے استفتاح برائے نماز تہجد:

نبی اکرم ﷺ نماز تہجد کی پہلی رکعت ہلکی قرأت سے پڑھتے تھے۔ (مسلم)

اور پھر پہلی رکعت میں تکبیر اولیٰ کے بعد قرأت سے پہلے بطور استفتاح یہ دعا پڑھتے تھے۔

((أَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَائِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَإِسْرَافِيْلَ ، فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ، أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ، اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ إِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ)) (مسلم)

''اے اللہ، جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے رب، آسمانوں اور زمینوں کو بنانے والے اور حاضر وغائب کا علم رکھنے والے تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان چیزوں میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں، اے اللہ اس اختلاف میں جو حق ہے تو اپنی عنایت سے مجھے وہ حق دکھلا دے کہ تو جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔''

نماز تہجد کے بعد:

نماز تہجد کے بعد درود اور استغفار جتنا چاہے پڑھ سکتا ہے۔ (جلاء الافہام)

اذان اور تکبیر کی دعائیں:

اذان اور تکبیر میں جو کچھ موذن اور مکبر کہے تو سامع کو بھی وہی کچھ کہنا چاہیے، ہاں "حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ" اور "حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ" کے جواب میں سامع یہ کہے "لَا حَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ"

نوٹ:...... موذن یعنی اذان دینے والا اور مکبر تکبیر کہنے والا۔

مسئلہ ۳۴:...... فجر کی نماز میں جب موذن "اَلصَّلَاۃُ خَیرٌ مِنَ النَّوْمِ" کہتا ہے تو کچھ لوگ اس کا جواب ان الفاظ میں دیتے ہیں "صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ" ایسا جواب دینا بدعت ہے کیونکہ حدیث میں ایسا کوئی ثبوت نہیں ملتا، ہاں حدیث میں جو رسول اللہ ﷺ کا طرزِ عمل ملتا ہے وہ یہ ہے۔

((ثم قال بعد ذلك ما قال الموذن .)) (مسند شافعی)

کہ حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں آپ ﷺ وہی کچھ کہتے تھے جو موذن ادا کرتا تھا اس حدیث سے "اَلصَّلَاۃُ خَیرٌ مِنَ النَّوْمِ" کے جواب میں تراشے گئے خود ساختہ الفاظ کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی موذن کی طرح سامع کو بھی وہی الفاظ جواب میں کہنے چاہیے۔

مسئلہ ۳۵:...... تکبیر میں قد قامت الصلوۃ کے جواب کے لیے "اقامها الله وادامها" کے الفاظ بھی حدیث شریف میں آئے ہیں۔ (ابو داؤد)

مگر اس روایت میں کچھ کلام ہے لہٰذا بہتر یہی ہے کہ قد قامت الصلوۃ کے جواب میں یہی الفاظ سامع کو بطور جواب کہنے چاہیے کیونکہ عام احادیث میں یہی حکم دیا گیا ہے جیسے مکبر کہے ویسا ہی تم کہو۔

مغرب کی اذان سنتے وقت کی دعا:

جب مغرب کی اذان شروع ہو تو یہ دعا پڑھیں:

١ ...... ((اَللّٰھُمَّ ھٰذِہٖ اَصْوَاتُ دُعَاتِكَ وَاِقْبَالُ لَيْلِكَ وَاِدْبَارُ نَهَارِكَ فَاغْفِرْلِیْ .))

(ابن سنی)

"اے اللہ یہ آوازیں تیری طرف بلانے والوں کی ہیں اور یہ وقت تیرے دن کے جانے اور رات کے آنے کا ہے، تو میرے گناہ معاف فرما۔"

کچھ روایات میں یہ الفاظ ہیں:

٢ ...... ((اَللّٰھُمَّ ھٰذَا اِقْبَال لَيْلِكَ وَاِدْبَار نَهَارِكَ وَاَصْوَات دُعَاتِكَ فَاغْفِرْلِیْ .))

(ابو داؤد، الدعوات الكبير للبيهقی)

"اے اللہ یہ تیری رات کے آنے اور دن کے جانے کا وقت ہے اور یہ آوازیں تیری طرف

بلانے والوں کی ہیں تو میرے گناہ معاف فرما۔"

مسئلہ ۳۶:...... دونوں طرح پڑھنا مسنون ہے۔

اذان کے بعد کی دعائیں:

① ...... ((اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا الَّذِيْ وَعَدْتَهُ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .)) (بخاری)

"اے اللہ اس پوری دعا اور قائم ہونے والی نماز کے رب محمد ﷺ کو وسیلہ (جنت میں آپ ﷺ کے لیے مخصوص جگہ) اور فضیلت عطا فرما اور انہیں مقام محمود پر سرفراز فرما جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔"

مسئلہ ۳۷:...... کچھ روایات میں اس دعا کے اختتامی الفاظ اس طرح ہیں۔

((اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ .)) (الدعوات الكبير للبيهقى)

"بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔"

مسئلہ ۳۸:...... بعض لوگ اس دعا میں کچھ الفاظ کی زیادتی کرتے ہیں وہ الفاظ یہ ہیں۔

((وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .))

مگر یہ الفاظ خود ساختہ ہیں کیونکہ احادیث میں ان کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، دعا میں ایسی زیادتی بدعت کے زمرے میں آتی ہے، اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ہمارے دین میں جو بھی نیا کام نکالا جائے وہ مردود ہے۔ (بخاری، مسلم)

محبّ سنت کے لیے آپ ﷺ کے بتلائے ہوئے الفاظ ہی کافی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص اذان کے بعد یہ دعا پڑھے گا تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

② ...... ((اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا .)) (مسلم)

"میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے اور میں اس بات کا بھی اقراری ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں میں اللہ کے رب ہونے پر محمد ﷺ کے نبی ہونے پر اور اسلام کے بطور دین کے ہونے پر راضی ہوں۔"

مسئلہ ۳۹:...... اذان کے بعد درود شریف پڑھنے کا حکم بھی آیا ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے

کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا تو اللہ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرمائے گا۔ (مسلم)

بعض حضرات اذان سے پہلے "اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ" وغیرہ پڑھتے ہیں لیکن اس بارے میں بھی حدیث سے کوئی ثبوت نہیں ملتا یہ بھی احداث فی الدین (یعنی بدعت ہے) اور مردود ہے۔ (صحیح بخاری)

تکبیر کے بعد کی دعا:

((اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآتِهٖ سُوَالَهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.)) (بخاری)

''اے اللہ اس پوری دعا اور قائم ہونے والی نماز کے رب محمد ﷺ پر اپنی رحمتیں نازل فرما اور روز قیامت آپ ﷺ کے سوال کو پورا فرما۔''

مسئلہ ۴۰:...... اذان اور تکبیر کے درمیان مانگی ہوئی دعا رد نہیں ہوتی، بلکہ شرف قبولیت سے نوازی جاتی ہے۔ (ابو داؤد، ترمذی)

وضو کی دعائیں:

❶ ...... بسم اللہ کہہ کر وضو شروع کرے۔ (نسائی)

اگر بسم اللہ نہیں پڑھی تو وضو نہیں ہوگا۔ (ترمذی، ابن ماجہ، ابو داؤد، مسند احمد، دارمی، دار قطنی، بیہقی)

پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا ثابت نہیں ہے۔

جب وضو کے اعضاء دھو رہا ہو تو یہ دعا پڑھے۔

❷ ...... ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ وَوَسِّعْ لِيْ فِيْ دَارِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ رِزْقِيْ.)) (ابن سنی)

''اے اللہ میرے گناہ معاف فرما اور میرے گھر میں کشادگی عطا کر اور میرے رزق میں برکتیں نازل فرما۔''

مسئلہ ۴۱:...... کچھ لوگ وضو کرتے وقت کلمہ شہادت کا ورد کرتے رہتے ہیں ایسے کرنا حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

جب وضو مکمل کر لے تو پھر یہ دعا پڑھے:

❸ ...... ((اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.))

''میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں ہے، وہ یکتا ہے اس کا کوئی

شریک نہیں اور میں اس بات کا بھی اقراری ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔''

۴..... ((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِی مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِی مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ .))

''اے اللہ مجھے بہ کثرت توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں میں شامل فرما۔''

۵..... ((سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ .)) (مسلم ، ابو داؤد ، ترمذی ، ابن حبان ، طبرانی ، اوسط ، عمل الیوم واللیلة للنسائی، حاکم بزار ، ابو اسحاق المذی ، علل الدارقطنی)

''تو پاک اور لائق تعریف ہے اے اللہ میں تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی کا درخواست گار ہوں۔''

مسئلہ ۴۲:..... دعائیں پڑھتے وقت نگاہ آسمان کی طرف کرنی چاہیے۔ (مسند بزار)

مسئلہ ۴۳:..... دعا نمبر ۳ کو تین مرتبہ پڑھنا چاہیے۔ (ابن سنی)

مسئلہ ۴۴:..... کچھ لوگ وضو کے بعد دیگر بہت ساری دعائیں پڑھتے ہیں جن کا حدیث میں کہیں بھی ذکر نہیں ہے، جو دعائیں صحیح احادیث سے ثابت تھیں وہ ہم نے یہاں ذکر کردی ہیں۔

مسئلہ ۴۵:..... کچھ لوگ وضو کے بعد سورۃ قدر ﴿اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ﴾ پڑھتے ہیں مگر ایسا کوئی حکم رسول اللہ ﷺ سے منقول نہیں ہے۔

غسل:

غسل کے لیے احادیث میں الگ سے کوئی خاص دعائیں نہیں آئی ہیں۔

مسئلہ ۴۶:..... کچھ لوگ غسل جنابت کرتے ہوئے کلمہ شہادت پڑھتے رہتے ہیں جبکہ اس بارے میں حدیث سے ایسا کوئی حکم نہیں ملتا۔

نمازِ تسبیح:

احادیث میں نمازِ تسبیح کی بڑی فضیلت آئی ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ عام نمازوں کی طرح ۴ چار رکعتیں اکھٹی پڑھے صرف یہ دعا زیادہ پڑھنی ہے۔

((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ .))

اس دعا کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر رکعت کے پہلے قیام میں پندرہ دفعہ رکوع اور بعد از رکوع دونوں سجدے اور سجدوں کے درمیان، جلسہ استراحت اور دونوں تشہد میں دس دس مرتبہ پڑھے۔ (ابوداؤد)

مسئلہ ۴۷:..... ہر رکعت میں جہاں جہاں یہ دعا پڑھنی ہے پہلے اس مقام کے لیے مخصوص دعائیں بھی پڑھے پھر یہ دعا پڑھے۔ (ابوداؤد)

نماز جنازہ کی دعائیں:

نماز جنازہ کی چار تکبیریں ہیں۔ (بخاری و مسلم)

پانچ بھی ثابت ہیں۔ (بخاری، مسلم احمد ابو داؤد، ابن ماجہ، نسائی)

چھ اور سات بھی ثابت ہیں۔ (مستخرج البرقانی علی البخاری ، تاریخ کبیر ، سنن سعید بن منصور ابن ابی خیثمه ، التلخیص الحبیر ، علل ابن ابی حاتم)

سلام:

پھر دائیں طرف سلام پھیرے۔ (الغیلانیات لابی بکر الشافعی ، التلخیص الحبیر ، علل ابن ابی حاتم)

سلام کے الفاظ وہی ہیں جو فرض نماز کے بیان میں گذر چکے ہیں۔

مسئلہ ۴۸:...... نماز جنازہ میں سلام صرف دائیں طرف پھرنا چاہیے۔ (المنتقی لابن الجارود ، بیهقی ، ابن ابی شیبه ، مسائل الامام احمد لابی داؤد ، غنية الطالبين للشيخ عبدالقادر جیلانی ، مصنف عبدالرزاق)

طریقہ نماز جنازہ:

پہلی تکبیر کے بعد دعائے استفتاح پڑھے۔

مسئلہ ۴۹:...... فرض نماز کے لیے جو دعائے استفتاح ذکر کی جاچکی وہی نماز جنازہ میں بھی بطور استفتاح پڑھے کیونکہ احادیث میں نماز جنازہ کے لیے کوئی مخصوص دعائیں نہیں آئی۔

دعا استفتاح کے بعد ترتیب کے مطابق پہلے تعوذ "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ" پڑھے اس کے بعد تسمیہ "بِسْمِ اللّٰهِ" پھر سورۃ فاتحہ اور پھر کوئی بھی سورۃ پڑھے۔ (بخاری ، ابن ماجه ، ابن حبان ، حاکم ، ابو یعلی ، مسند شافعی ، بیهقی)

مسئلہ ۵۰:...... سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر کوئی بھی نماز نہیں ہوگی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ وہ نماز ہی نہیں جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے۔ (بخاری، مسلم)

چونکہ یہ بھی ایک نماز ہے لہٰذا یہ بھی سورۃ فاتحہ کے بغیر نہیں ہوگی۔

مسئلہ ۵۱:...... امام کے پیچھے تمام مقتدی بھی سورۃ فاتحہ پڑھیں کیونکہ یہ حکم عام ہے اور تمام نمازیوں کے لیے ایک جیسا ہے۔

مسئلہ ۵۲:...... نماز جنازہ میں قرأت بآواز بلند پڑھے۔ (بخاری، مسند شافعی، ابویعلی، حاکم)

مسئلہ ۵۳:...... قرأت آہستہ (سری) آواز میں بھی پڑھنا جائز ہے۔ (نسائی)

مسئلہ ۵۴:...... سورۃ فاتحہ کے اختتام پر امام اور تمام مقتدی بآواز بلند آمین کہیں کیونکہ یہ بھی حکم عام اور تمام نمازیوں کے لیے ہے۔

دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھے، (حاکم) درود کے الفاظ وہی ہیں جو تشہد کے بیان میں گذر چکے۔

تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعائیں۔

❶ ...... ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَأَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَأَهْلًا خَيْرًا مِّنْ أَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ .)) (مسلم)

''اے اللہ اس میت کو بخش دے اسے آرام پہنچا اور اسے معاف فرما اور اس کی اچھی مہمان نوازی کر اس کی جائے آرام کشادہ کر اور اسے اپنی رحمت کے پانی برف اور آلوں سے دھو کر سفید دھلے ہوئے کپڑے کی طرح کر دے اور اسے اس دنیاوی گھر سے اچھا گھر اور دنیاوی اہل خانہ سے اچھا اہل خانہ اور دنیاوی بیوی سے اچھی بیوی عطا کر اسے جہنم اور قبر کے عذاب سے بچا کر جنت میں داخل فرما۔''

❷ ...... ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَأَحْيِهٖ عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْإِيمَانِ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهٗ وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهٗ .)) (ابوداؤد، ترمذی)

''اے اللہ ہمارے زندہ، فوت شدہ، حاضر وغائب، چھوٹے بڑے، مرد وزن تمام کو معاف فرما، اے اللہ ہم میں سے جس کو بھی زندہ رکھنا مقصود ہو تو اسے اسلام پر زندہ رکھنا اور جسے فوت کرنا ہو اسے ایمان کی حالت میں فوت کرنا، اے اللہ ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ رکھنا اور اس کے بعد کسی فتنے میں مبتلا نہ کرنا۔''

مسئلہ ۵۵:...... کچھ روایات میں "عَلَى الْإِسْلَامِ" کے بجائے "عَلَى الْإِيمَانِ" کے الفاظ آئے ہیں اور اسی طرح "ولا تفتنا" کی جگہ "وَلَا تُضِلَّنَا" کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ (ابوداؤد)

دونوں طرح پڑھنا مسنون ہیں، معانی دونوں کے ایک ہی ہیں۔

❸ ...... ((اَللّٰهُمَّ إِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِي ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَأَنْتَ أَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ، اَللّٰهُمَّ فَاغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ .)) (ابوداؤد، ابن ماجه)

''اے اللہ یہ میت فلاں بن فلاں تیری امان اور پناہ میں ہے، تو اسے عذاب قبر اور جہنم کی آگ سے بچا کہ تو باوفا اور صاحب حق ہے، اے اللہ اسے بخش دے اس پر رحم کر کہ تو ہی بخشش کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

مسئلہ ۵۶:...... اس دعا میں دو مرتبہ لفظ فلاں آیا ہے پہلے فلاں کی جگہ میت کا نام اور دوسرے فلاں کی جگہ میت کے والد کا نام لیا جائے۔

۴...... ((اللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبُّهَا وَأَنْتَ خَلَقْتَهَا وَأَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلْإِسْلَامِ وَأَنْتَ قَبَضْتَ رُوحَهَا وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا جِئْنَاكَ شُفَعَاءَ فَاغْفِرْ لَهَا .)) (ابوداؤد)

''اے اللہ تو ہی اس کا رب ہے اور تو نے ہی اسے پیدا کیا اور اسلام کی طرف رہنمائی کی اور اب تو نے ہی اس کی روح قبض کی ہے تو ہی اس کے ظاہری اور پوشیدہ حالات سے واقف ہے ہم تیرے حضور دعا گو ہیں تو اسے بخش دے۔''

نوٹ:...... ان دعاؤں میں سے کوئی بھی پڑھ سکتا ہے۔

مسئلہ ۵۷:...... یہ تمام دعائیں مسنون ہیں مگر دعا نمبر ا کی روایت میں تمام روایتوں سے زیادہ صحیح ہے۔

مسئلہ ۵۸:...... کوئی بھی دعا ایک سے زائد مرتبہ نہ پڑھے۔ (کتاب الصلوة لاسماعیل قاضی ، جلاء الافهام لا بن قیم ، التلخیص الحبیر للعسقلانی)

مسئلہ ۵۹:...... اگر تمام دعائیں ایک ساتھ پڑھ لے تو بہتر ہے، منع نہیں ہے۔

مسئلہ ۶۰:...... چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دے۔

اگر پانچ، چھ یا سات تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھ رہا ہے تو ان تکبیروں کے درمیان کوئی خاص دعا احادیث میں نہیں آئی۔

ہم نے نبی اکرم ﷺ سے سچی محبت کرنے والوں کے لیے کتب احادیث میں سے دعائیں جمع کر کے یہاں لکھ دی ہیں تا کہ وہ صحیح دعائیں یاد کر کے پڑھیں۔

ہم نے چھوٹی بڑی ہر قسم کی دعائیں لکھی ہیں تا کہ کم علم اور کند ذہن والے بھی اس سے فائدہ اٹھائیں اور سنت سے محروم نہ ہوں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

****

المقالة الثانية

اختلافی مسائل کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں

کراچی شہر کی دو عظیم شخصیتیں علامہ یوسف خان کلکتوی رحمہ اللہ جنہوں نے تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کی جو ایک لاجواب مدرس کے ساتھ ساتھ بے باک خطیب بھی تھے کلکتہ کے اندر خطابت کی وجہ سے ان کو کلکتوی کا خطاب ملا جبکہ وہ دینانگر ضلع گورداسپور کے رہائشی تھے جن کا انتقال ۱۹۷۰ء میں کراچی میں ہوا اور دوسری شخصیت محترم جناب محمد عتیق صاحب شفیق پریس والے جہاں سے پندرہ روزہ رسالہ ''الارشاد'' شائع ہوتا تھا۔

ان دونوں شخصیتوں میں تین اہم مسائل میں علمی اختلاف ہوا تو ان دونوں نے فیصل اور بطور جج کے شاہ بدیع الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ کو منتخب کیا اور اپنے تمام تحریری مناظرہ اور مسائل کو شاہ صاحب کے پاس ارسال کر دیے اور لکھا کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ آپ ہمارے درمیان ان مسائل کو حل کرے تا کہ ہم کو تشفی ہو سکے تو شاہ صاحب نے مندرجہ ذیل تینوں مسئلوں کو بھی قرآن وحدیث سے حل کر کے بھیجا اور اس کے ضمن میں تمام دیگر مسائل کا بھی احاطہ کر کے ان مسائل کی گھتی کو سلجھایا وہ مسائل یہ ہیں: ❶ خطبہ عیدین سننا فرض ہے یا مستحب؟ ❷ سنن ونوافل کا ترک جائز ہے یا نہیں؟ ❸ ایصال ثواب الی المیت کی نیت سے قرآن خوانی جائز ہے یا نہیں؟ (الازہری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الحكم العدل اللطيف الخبير يحكم ما يريد لا معقب لحكمه ليس كمثله شيءٌ وهو السميع البصير ـ ولا يشرك فى حكمه احدا والذين تدعون من دونه لا يملكون من قطمير انزل كتابا فيه هدى ونور مبين فيه كل صغيرو كبيرا تبياناً بكل شى ما فرط فيه حتى الفتيل والنقير ليحكم بينهم فيما اختلفوا فيه ويجمعهم على الهدى وهو على كل شى قدير ، فارسل رسولا محمدا البشير النذير ، الداعى اليه باذنه السراج المنير ، ليحكم بين الناس بما اراه الله ويدعوا اليه علىٰ بصيرة وجاء بالحق واحسن التفسير ، فدعا الناس ليجتمعوا على كلمة واحدة وحذرهم من التشتت والتفرق اكبر تحذير قائلًا امرت لا عدل بينكم الله ربنا وربكم لنا اعما لنا ولكم اعما لكم لا حجة بيننا وبينكم الله يجمع بيننا وبينكم واليه المصير ـ فمن لبّاه واطاعه ، افلح ونجى ورجع صائبا وهو خطير ـ ومن عارضه اوعاداه خاب وخسر وانقلب خاسئاً وهو حسير ، صلوٰت الله عليه وسلامه الى ابدا الآباد والدهر الدهير ما دامت السمٰوٰت والارض وتعاقب ابنا سمير .

اما بعد! ہماری طرف دو احباب کی طرف سے مابین اختلافی مسائل میں بموجب کتاب وسنت فیصلہ دینے کا مطالبہ موصول ہوا ہے جو حسب ذیل ہے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہم دونوں فریقین اپنے شرعی مسائل میں جن کی خط وکتابت ہمارے درمیان عرصہ سے جاری تھی آپ کو اپنا ثالث مانتے ہیں، آپ جو بھی شرعی فیصلہ دیں گے ہمیں منظور ہے۔ آپ کا جواب آنے پر ایک فریق ایک دوسرے کی خط وکتابت جو اس کے پاس موجود ہے فوری آپ کو رجسٹری سے روانہ کر دے گا اس سلسلہ میں جو بھی آپ کا فیصلہ ہوگا جو آپ عالم دین ہونے کی وجہ سے دیں گے وہ ہمیں منظور ہوگا والسلام

محمد عتیق ۱۱/۱۱/۱۹۶۷ محمد یوسف کلکتہ والے حال کراچی ۱۱/۱۱/۱۹۶۷

اور اسی مکتوب پر یہ بھی لکھا تھا کہ! ''یہ تحریر محمد اسحاق نے اپنے ہاتھ سے لکھی ہے'' دستخط کاتب انگلش میں۔ اور جواب لکھنے کے بعد پھر فریقین نے ایک دوسرے کے خطوط بھیج دیئے اور دونوں کو رسیدیں بھی

ارسال کردیں گئیں۔

فیصلہ :......اللھم لما اختلف فيه من الحق باذنك تهدى من تشآء الیٰ صراط مستقیم اللهم فاطر السمٰوٰت والارض عالم الغیب والشهادة انت تحكم بين عبادك فيما كانو فيه يختلفون .

مابین فریقین مختلف فیہا مسائل یہ ہیں۔

۱: خطبہ عیدیں سننا فرض ہے یا مستحب؟

۲: سنن ونوافل کا ترک جائز ہے یا نہیں؟

۳: ایصال ثواب الی المیت کی نیت سے قرآن خوانی جائز ہے یا نہیں؟

یہی خاص مسائل ہیں ان کے متعلق تحقیق لکھی جاتی ہے باقی جو مسائل ضمناً ان خطوط میں مذکور ہیں ان کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

تنبیہ: ......ذیل میں فریق اول سے مراد مولانا محمد عتیق صاحب ہیں کیونکہ ابتدائی خط آپ کا ہے اور فریق ثانی سے مراد مولانا محمد یوسف ہیں، فاحفظه ۔

المسئله الاولیٰ: عیدین کا خطبہ سننا فرض ہے یا مستحب؟

فریق اول: ......مولانا محمد عتیق صاحب کا موقف ہے کہ عیدین کا خطبہ سننا فرض ہے ان کا استدلال تعامل عہد نبوی ہے یعنی كان النبي ﷺ يخرج يوم الفطر والأضحىٰ الى المصلىٰ فاوّل شیءٍ يبدا بهٖ الصلوٰة ثم ينصرف فيقوم مقابل الناس والناس جلوس على صفوفهم فيعظهم ويوصيهم ويامرهم فان كان يريد ان يقطع بعثًا قطعه او يامر بشیءٍ امربهٖ ثم ينصرف . (صحيح البخاری كتاب العيدين باب الخروج الى المصلىٰ بغير منبر رقم :٩٥٦)

ترجمہ:...... نبی کریم ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ کی طرف نکلتے سب سے پہلے نماز پڑھتے پھر لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے اور لوگ اپنی صفوں پر کھڑے ہوتے انہیں نصیحت کرتے اور وصیت کرتے اور حکم فرماتے اگر کوئی لشکر بھیجنا چاہتے تو اس کو بھیجتے یا کسی چیز کا حکم فرمانا ہوتا تو اس کا حکم فرماتے پھر واپس آتے۔

فریق ثانی: ......فضیلۃ الشیخ محمد یوسف کلکتوی صاحب جن کا موقف ہے کہ عیدین کا خطبہ سننا مستحب ہے ان کی دو دلیلیں ہیں:

(۱)......قول مروان ان الناس لم يكونوا يجلسون بعد الصلوٰة فجعلتها قبل

الصلوٰة . (بخاری ایضاً)

ترجمہ: ......مروان کہتے ہیں کہ لوگ نماز کے بعد نہیں بیٹھتے تھے اس لیے میں نے خطبہ کو نماز سے پہلے کر دیا۔

(۲)......عن عبدا لله بن السائب قال شهدتُ مع رسول الله ﷺ العيدفلما قضى صلوٰة قال انا نخطب فمن احب ان يجلس للخطبة فليجلس ومن احب ان يذهب فليذهب . (ابو داؤد ، كتاب الصلوٰة باب الجلوس للخطبة رقم الحديث : ١١٥٥)

ترجمہ: ......عبداللہ بن سائب بیان فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ عید میں حاضر ہوا جب آپ نے نماز پوری کی تو فرمایا کہ ہم خطبہ دیتے ہیں جو خطبہ کے لیے بیٹھنا پسند کرے وہ بیٹھ جائے اور جو جانا چاہے وہ چلا جائے۔

اقول: ......بتوفيق الملك الوهاب وبيده ازمة الصواب فریق ثانی کی دلیل نمبر دوم صحیح روایت نہیں ہے فقد نص ابو داؤد فی سننہٖ صفحه ١٦٣ ۔ والدار قطنی صفحه(١٨٢ ۔ جلد ١) ۔ط هند ۔ وقال انه مرسل وكذا حكى المنذرى فى مختصر سنن ابى داؤدصفحه ٣٣ ج٢ عن النسائى وحاكم وقال "هذامرسل عن عطاء عن النبى ﷺ وذكره البيهقى فى سننهٖ صفحه ٣٠١ج٣ عن الامام يحيىٰ بن معين انه قال غلط الفضل بن موسىٰ فى اسنادهٖ وانما هو عطاء عن النبى ﷺ مرسل وهكذا فى نصب الرايه للزيلعى صفحه ٢٢١ ج٢ ونيل الاوطار للشوكانى صفحه ٣١٢ج ٣ اور مرسل روایت قابل استشہاد نہیں ہے۔ اور دلیل اول صحیح روایت ہے اس میں جمله لم يكونوا يجلسون سے مراد صحابہ اور تابعین ہیں اگر وہ استماع فرض سمجھتے تو کبھی نہیں اٹھتے گو وہ ہر نیک عمل میں زیادہ حرص رکھنے والے تھے اور ایک دوسرے سے سبقت لینے والے تھے، رضى الله عنهم اجمعين اور یہ عذر کہ وہ اس بنا پر نہیں بیٹھتے تھے کہ خطبہ میں بعض کے لیے تشنا وشتم اور بعض کے لیے بے جا مدح تھی صحیح یا قابل قبول نہیں ہے۔

من وجوه:......

اولاً:...... یہ بات قطعی الثبوت نہیں ہے بلکہ صیغہ تمریض ، قیل ، وغیرہ سے منقول ہے کما فی فتح الباری (صفحہ۴۰۱ج ۳) باب المشى والركوب الى العيد الخ ونيل الاوطار (صفحہ۳۳۳ج۳) لہٰذا اس پر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔

ثانیا:...... علی هذا قبل الصلوٰة خطبہ میں پھر وہی بات ہوگی پھر تقدیم سے کیا فائدہ کما یقال:

فر من المطر وقام تحت الميزاب

ثالثاً:...... علی التقدير اگر سماع فرض وواجب ہوتا تو سلف سے یہ ہرگز متوقع نہیں کہ وہ صرف اس سب وشتم کی بنا پر اس کا ترک کر کے گناہ کا ارتکاب کریں حاشاوکلا بلکہ اس کا طریقہ ان کے ہاں یہ تھا کہ اس پر اعتراض کرتے نہ کہ اصل خطبہ کو ترک کرتے۔

فریق اول کی دلیل وجوب پر دال نہیں ہے کیونکہ افعال یا عمل سے وجوب یا فرض پر استدلال کرنا درست نہیں جب تک امر نہ ہو یا وجوب کی دوسری کوئی دلیل نہ ہو اس بنا پر امام عطاء بن ابی رباح تابعی سے منقول ہے۔ ففی المحلیٰ للا مام ابن حزم (صفحه ٨٦ ج ٥) وروينا من طريق ابن جريج عن عطاء قال ليس حقا على الناس حضور الخطبة يعنى فى العيدين والاثار فى هذا كثيرة . یعنی عیدین کے خطبے میں حاضر ہونا لازمی نہیں ہے.

بلکہ خطبہ عیدین بذات خود بالاتفاق واجب نہیں ہے . ففى بدر التمام شرح بلوغ المرام للقاضى شريف الدين الحسين بن محمد المغربى (نسخه قلميه) فى شرح الحديث السادس من باب صلوٰة العيدين حصل الاجماع على عدم وجوب الخطبة فى العيدين ، وهكذا فى سبل السلام (صفحه ٦٦ ج٢) وفى نيل الا وطار (صفحه ٣٢٥ج٣) تحت حديث ابى داود انا نخطب فمن احب ان يجلس للخطبة فليجلس الحديث وفيه ان الجلوس لسماع خطبة العيد غير واجب قال المصنف (يعنى ابا البركات مجددالدين ابن تيميه جد شيخ الاسلام مصنف منتقى الاخبار من نيل الا وطار) رحمة الله وفيه بيان ان الخطبة سنة اذالو وجبت لوجب الجلوس لها انتهىٰ وفيه ان تخيير السماع لا يد ل علىٰ عدم وجوب الخطبة بل علىٰ عدم وجوب سما عها اِلا ان يقال انه يدل من باب الاشارة لانه اذا لم يجب سماعها لا يجب فعلها وذالك لان الخطبة خطاب ولا خطاب اِلا للمخاطب لما ذا لم يجب السماع على المخا طب لم يجب الخطاب وقد اتفق الموجبون لصلوٰة العيد وغير هم علىٰ عدم وجوب خطبة ولا اعرف قائلا بوجوبها یہی مسلک عام ائمہ اور علماء کا ہے۔ قال الا مام ابن حزم فى المحلیٰ (صفحه ٨٦ج٥) وليس الجلوس للخطبة واجباً . ان تمام عبارات کا مفہوم یہ ہے کہ خطبہ عیدین فرض نہیں ہے بلکہ استحباب پر مبنی ہے اور اب فقہاء مذاہب اربعہ کے

اقوال ملاحظہ ہوں۔

امام شافعی رحمہ اللہ:

کتاب الام (صفحہ ۲۱۲ ج ۱) میں فرماتے ہیں۔ احب لمن حضر خطبة عيد، او استسقاء، او حج، او كسوف، ان ينصت ويستمع واحب ان لا ينصرف احد حتىٰ يستمع الخطبة، فان تكلم، او ترك الاستماع، او انصرف، كرهت ذالك له، ولا اعادة عليه، ولا كفارة وليس هذا كخطبة يوم الجمعة، لان صلوٰة يوم الجمعة فرضٌ۔ یعنی امام شافعی فرماتے ہیں کہ جو شخص عید کے خطبہ یا استسقاء، حج یا کسوف میں حاضر ہو تو اس کو خطبہ سننا چاہئے اور خاموش رہنا چاہیے اور اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ خطبہ سنے بغیر واپس نہ جائے اور دوران خطبہ بات یا کلام کرنا مکروہ ہے لیکن اس پر اعادہ یا کفارہ نہیں ہے کیوں کہ یہ جمعہ نماز کے خطبہ کی طرح فرض نہیں ہے اور فقہ شافعی کی مشہور کتاب "المهذب للامام ابی اسحاق الشيرازی صفحه ۱۲۰ ج ۱" میں ہے: ويستحب للناس استماع الخطبة وهكذافی فتح العزيز شرح الوجيز للامام الرافعی (صفحه ۵۵ ج ۵) فی ذيل شرح المهذب، وفی شرح المهذب للنووی (صفحه ۲۳ ج) ويستحب للناس استماع الخطبة وليست الخطبة ولا استماعها شرطاً لصحة الصلوٰة لكن قال الشافعی لو ترك استماع للخطبة العيد او الكسوف او الا ستسقاء او خطب الحج او تكلم فيها او انصرف وتركها كرهت ولا اعادة عليها وهكذا فی بقية الكتب.

اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب طحطاوی علی مراقی الفلاح (صفحہ ۳۱۸) میں ہے کہ اعلم ان الخطبة سنة وتا خير ها الى ما بعد الصلوٰة سنة ايضاً والتطهير و كونه مشيئا بالتقديم لا يدل علىٰ نفی سنة اصلها مطلقاً لان الاساء ة لترك سنة التاخير وهی غير اصل السنة وفی الدرة المنيفة لو خطب قبل الصلوٰة جاز وترك الفضيلة ولا تعاد ومثله فی مسكين، وفی خزانة الروايات (صفحه ۲۴۴) قلمی و فی الراجية ترك الخطبة فی العيدين لا يضر لا نها سنة لا واجبة وفی التهذيب شرائط العيد كشرا ئط الجمعة الا ان الخطبة فی العيد للو عظ والتذكير لا لشَرطِ الصلوٰة ولهٰذا تو خر عن الصلوٰة ويستمع القوم لخطبة العيد وينصتون لانه، يخا طبهم ولكن لا يكره الكلام فيها كما يكره فی خطبة الجمعة۔ وفی القاضی خان (صفحه ۸۷ ج ۱)۔ " وتجوز الصلوٰة بدونها"

اور مالکی مذہب کا امام قاضی ابوالولید الباجی المنتقی شرح الموطا (صفحہ ٣٢٢ ج ١) میں لکھتے ہیں کہ وھذا کما قال لا ن الخطبة من سنة الصلوٰة وتوابعها ممن شهد الصلوٰة تلزمة او عن لا تلزمة من صبی او امرا وعبد لم یکن له ان یترك حضور سنتها مع القدرة هكذا فی الزرقانی شرح الموطا (صفحه ٣٦٩ ج ١)۔

اور فقہ حنبلی کی مشہور کتاب المغنی (صفحه ٢٤٦ ج ٢) میں ہے "والخطبتان سنة لایجب حضور ها ولا استما عها لماروی عن عبدالله بن السائب قال شهدت مع رسول الله ﷺ العید فلما قضی الصلوٰة قال انا نخطب فمن احب ان یجلس للخطبة فلیجلس ومن احب ان یذهب فلیذ هب (رواه النسائی وابن ماجه ورواه ابو داؤد قال هو مرسل وانما اخذت عن الصلوٰة والله اعلم لا نها لما كانت غیر واجبة جعلت فی وقت یتمكن من اراد تركها بخلاف خطبة الجمعة والاستماع لها افضل وقد رُوی عن الحسن وابن سیرین انهما كرها الكلام یوم العید والامام یخطب وقال ابراهیم یخطب الامام یوم العید قدر ما یرجع النساء الی بیوتهن ولهٰذا یدل علی انه لا یستحب لهن الجلوس ا ستماع الخطبة لئلا یختلطن بالرجال وحدیث النبی ﷺ فی موعظتهٖ النساء بعد فراغهٖ من خطبتهٖ دلیل علی انهن لم ینصر فن قبل فراغهٖ وسنة النبی ﷺ احق بالاتباع وهكذافی شرح الكبیر فی ذیل المغنی (الصفحة المذكورة)

خلاصہ یہ کہ عیدین کا خطبہ کا سننا واجب یا فرض نہیں بلکہ مسنون ومحبوب ومرغوب فیہ ہے اس کا ترک خلاف اولیٰ ہے وبالخصوص محبّ السنۃ کے لیے تو نہایت برا ہے یہاں ناجائز کہنا کسی کا قول نہیں ہے البتہ اس سے اعراض کرنا یا انکار کرنا یا ہمیشہ بلا وجہ عمداً استماع کو ترک کر دینا اور اس سے منہ پھیرنا موجب گناہ ہے کیونکہ یہ اعراض عن السنة ہے اور حدیث میں ہے۔ مَن رغب عن سنتی فلیس منی " میں داخل ہے اور دستور المتقی کی عبارت کا بھی خلاصہ ذیل میں اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

عیدین کا خطبہ سنۃ موکدۃ ہے، خطبہ نہ سننا اور خطبہ سے بھاگ کھڑا ہونا گناہ ہے جس حدیث میں ہے کہ جو چاہے خطبہ سنے اور جو چاہے چلا جائے وہ سخت ضعیف ہے (دستور المتقی صفحه ٢١٧) طبع مسلم پریس کراچی ۔ یہ عبارت اس نسخہ میں ہے مگر دو پرانے نسخے ہم نے دیکھے ہیں ایک وہ جو ١٣٠٩ھ میں باہتمام محمد معظم مالک مطبع فاروقی دہلی میں طبع ہوا اور دوسرا وہ جو ١٣٢١ھ میں باہتمام سید عبد السلام بن محمد معظم مالک

مطبع فاروقی دھلی میں طبع ہوا دونوں میں یہ عبارت نہیں ہے بلکہ اس طرح ہے کہ بعد نماز مقتدی صفوں کو توڑیں نہیں امام کے سامنے منہ کئے ہوئے بیٹھے رہیں اور خطبہ سنیں صفحہ ٦٨۔ النسخة الاولیٰ ۔اور دوسرے نسخے میں جو ۱۳۲۱ھ میں مطبوع ہوا اس میں اس طرح ہے کہ ''جب امام نماز سے فارغ ہو تو مقتدی صفیں نہ توڑیں بلکہ امام کی طرف منہ کئے ہوئے بیٹھے اور توجہ تام کے ساتھ خطبہ سنیں صفحہ ۷۵۔ اور اس کے بعد نسخہ مطبوعہ ۱۳۰۹ھ میں ہے کہ خطبہ عیدین کا سننا مؤکدہ سنت ہے'' اور دوسرے نسخے میں ہے کہ عید کا خطبہ سنت ہے اور سنت بھی مؤکدۃ''

اب نسخوں کے اختلاف سے قطع نظر اس عبارت سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اولاً:...... یہ سنت مؤکدۃ ہے واجب نہیں۔ ثانیاً:...... جملہ'' بھاگ کھڑا ہونا'' اس سے واضح ہے کہ اعراض کرنا نفرت کرنا یا انکار کرنا گناہ ہے نہ کہ صرف کسی ضرورت کی بناء پر نہ سننا یا اعراض وتنفر کی بنا پر نہ سننا بھی گناہ ہے، هــذا هـو الـقـول الـوسـيـط بيـن الافراط والتفريط وسياتی معنیٰ الرغبة فی المسئلة الثانيه ان شاء الله تعالیٰ .

نیز فریق اول کا زور دینا بنـاء علی التقویٰ والترغيب وتحريض ہے اور فریق ثانی کا لکھنا علی سبیل الفتویٰ ہے۔

ہم نے دونوں چیزوں کو بیان کر دیا ہے اور فریق اول کی عبارات کا خلاصہ یہ رہتا ہے کہ خطبات ومجالس میں ہر وقت ایسے فتوے دینا اچھا نہیں خصوصاً اس زمانہ تکاہل میں جبکہ عمل کی طرف رفتار بالکل سست پڑ گئی ہے ایسے فتووں سے عوام ناجائز فائدہ لیتے رہیں گے۔ بجائے اس کے ترغیب وترھیب سے کام لینا چاہیے بلکہ ایسا فتویٰ استفتاء کے وقت یا درس وتدریس میں موزوں ہوتی ہے لکل مقام مقال ،امام بخاری نے ایسے طرز عمل کے لیے ایک باب رکھا ہے قال "بـاب مـن تـرك بـعض الاختيار ان يقصر فيهم بـعـض الناس عنه ويقعوا فی اشد منه پھر اس سے متصل دوسرا باب رکھتے ہیں باب "من خص بـالـعـلـم قـومـا دون قوم كراهية ان لا يفهموا اوقال علیٌ حد ثو الناس بما يعرفون اتـحبـو ن ان يكذب الله ورسوله . " (بـخـاری كتـاب الـعلم، صفحه ٢٤ ج ١) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری (صفحہ ۲۳۵ ج ۱۲)۔میں باب دوم کے تحت لکھتے ہیں:"وهـذه التـرجـمة قريبة من التـرجمة التی قبلها ولكن هذه فی الاقوال وتلك فی الافعال او فيها وقال الكرمانی فـی شـرح البـخاری (صفحه ١٥٦ ج ٢)۔ عن ابن بطال قال وفيه انه يجب ان يخص بـالعلم قوم فهم الضبط وصحة الفهم ولا يبذل المعنی اللطيف لمن لا ينشاهعه من

الطلبة ومن يخاف عليه الترخص والا تكال لتقصير فهمه." اور ہمیں یقین ہے کہ اس نصیحت سے نہ فریق اول کو اس حقیقت سے انکار ہوگا نہ فریق ثانی کو واللّٰہ الهادی الی سواء السبیل وهو تعالیٰ حسبنا نعم الوکیل .

المسئلة الثانیه : سنن ونوافل کا ترک جائز ہے یا نہیں؟

پہلے مراتب الشرع ملاحظہ ہوں پھر مسئلہ بیان کیا جائے گا "قال الامام ابن حزم فی الاحكام فی اصول الاحكام (صفحه ٢٦ ج١)(صفحه ٣٢١ج٢)ان مراتب الشرع خمسة حرام وفرض وهذا ن طرفان ثم يلى الحرام المكروه ويلى الفرض الندب وبين الندب والكراهة واسطة وهى الاباحة۔

فالحرام مالا يحل فعله ويكون تاركه ماجوراً مطيعا وفاعله آثما عاصيا .

والفرض ما لا يحل تركه ويكون فاعله ما جوراً ويكون تاركه آثما عاصياً .

والمكروه هو ما ان فعله المرأ لم يا ثم ولم يا جروان تركه اجر والندب هو ما ان فعله المرأ أُجر وان تركه لم يا ثم ولم يوجر .

والا باحة هى ما ان فعله المرأ لم ياثم ولم يو جر وان تركة لم يا ثم ولم يو جر .

وقال الغزالى: فى المستصفى (صفحه ٦٥ج١)اما التمهيد فان اقسام الا حكام الثابتة لا فعال المكلفين خمسة الواجب والمحظور والمباح والمندوب والمكروه وجه هذه القسمة ان خطاب الشرع اما ان يرد باقتضاء الفعل او اقتضاء الترك او اتخير بين الفعل والترك فان ورد باقتضاء الفعل فهو امر فاما ان يقترن به الاشعار بعقاب على الترك فيكون واجباً اولا يقرن فيكون ندبا والذى ورد با قتضاء الترك فان اشعر با لعقاب على الفعل محظور والا فكراهية وان ورد بالتخيير فهو مباح - وهٰكذا فى اللمح لابى اسحاق الشيرازى (صفحه ٣)وارشاد الفحول للشوكانى (صحفه ٦) وحصول المامول للنواب صديق حسن خان القنوجى(صفحه ٢٩)۔

اور فرائض خمسہ کے علاوہ باقی نمازیں فرض یا واجب نہیں ہیں اب ان کا حکم یہی رہا کہ "يو جر عا مله ولا يا ثم تاركه اور حدیث لا الا ان تطوع" جو فریق ثانی نے پیش کی ہے وہ نص قاطع ہے کہ فرائض کے علاوہ سب تطوع اور مندوب ہیں اسی بنا پر محدثین وتر کو واجب نہیں کہتے ۔ حالانکہ اس کی تائید میں بہت سی روایات آئی ہیں حتیٰ کہ بعض میں تو الوتر حق تک آیا ہے مگر باین ہمہ محدثین اس کے عدم وجوب

کے قائل ہیں ان کے منجملہ دلائل میں سے یہ بھی دلیل ہے کہ "لا الا ان تطوع" بعض فرائض کے سوائے باقی سب تطوعات ہیں کما فی قیام اللیل المروزی صفحہ ۱۱۲۔ وفی نصب الرایه صفحه ۱۱٤ ج ۲۔استدلوا علیٰ عدم وجوب ۔الوتر بحدیث الا عرابی انه ، علیه السلام قال له خمس صلوٰة کتبهن الله علیك قال هل علی غیر هن قال لا الا ان تطوع۔ یعنی ایک اعرابی آپ کے پاس آیا اس نے پوچھا کیا صلاۃ خمسہ کے علاوہ بھی میرے اوپر فرض ہے آپ نے فرمایا نہیں ہاں اگر تو نفل نماز پڑھے تو پڑھ سکتا ہے۔ ونحوه فی الدرایة لا بن حجر (صفحه ۱۱۳) ۔ اور محدث جلیل امام محمد بن نصر المروزی قیام اللیل (صفحه ۱۲٤) میں فرماتے ہیں کہ ان الصلوٰة انواع منها فریضة مکتوبة مؤکدة وهی الصلوٰة الخمس با جماع الامة علی ذالك ومنها سنة لیست بفریضة ولکنها نافلة ما مورة بها مرغب فیها یستحب المداو مة علیها منها الوتر ورکعتان قبل الفجر وما اشبه ذالك ومنها نافلة مستحبة ولیست بسنة ولکنها تطوع من عمل بها اثیب علیها ومن ترکها لم یکره له ترکها ...... نماز کی مختلف اقسام وانواع بعض ان میں سے فرض ہیں جیسے صلاۃ خمسہ اور بعض سنت ہیں فرض نہیں ہیں لیکن نفل ہے اور اس کے کرنے پر ترغیب بھی دلائی گئی ہے اور اس پر ہمیشگی کو مستحب کہا گیا جیسے وتر اور فجر کی دو سنتیں اور کچھ نافل مستحب سے سنت نہیں جس کے کرنے پر ثواب ملے گا اور ترک کوئی برا کام نہیں۔

اسی طرح کئی نوافل کے لیے امر وارد ہے مثلاً: صَلّوا قبل المغرب رکعتین اخرجه ابوداؤد (صفحه ۱۲۸) .

ترجمہ: مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھو۔

((اذادخل احد کم المسجد فلیر کع رکعتیں قبل ان یجلس .))

(متفق علیه ، المشکواة صفحه ٦٨)

''جب کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھے۔''

((فصل لوقتها ثم ان اقیمت الصلوٰة فصل معهم فانها زیادة خیر وعن ابی هریرہؓ قال امر نا رسول الله صلی الله علیه وسلم ان نصلی اربعاً بعد الجمعة وان الشمس والقمر لا ینکسفان لموت احد فاذارایتمو هما فصلوا وادعواحتی ینکشف مابکم .))

''وقت پر نماز پڑھو پھر اگر دوبارہ پڑھنی پڑے تو پڑھو وہ تمہاری نفل ہو جائیں گی ،آپ ﷺ

نے حکم دیا کہ ہر جمعہ نماز کے بعد چار رکعات پڑھے جب سورج اور چاند کسی کی موت یا حیات کی وجہ سے گرھن نہیں ہوتے جب وہ دیکھوتو نماز پڑھو۔''

((ذکر الاحادیث ابن حزم فی المحلیٰ (صفحه ٢٣٢ ج ٢)۔ وامر نا رسول الله ﷺ ان نصلی رکعتی الضحیٰ بسورتیهما بالشمس وضحٰها والضحیٰ .)) (اخرجة البیهقی کما فی للفتاویٰ للسیوطی، صفحه ٤٤ ج ١)

'' حالانکہ عام طور پر محدثین ان سب کو واجبات میں شمار نہیں کرتے اگر چہ امر کا حقیقی معنیٰ وجوب کا ہے مگر یہ حدیث "لاَ اَلَا انْ تَطَوَّعَ" ان سب کے لیے قرینہ صارفہ کا حکم رکھتی ہے یہاں سنت ونوافل میں درجات ہیں جن کے لیے امر یا ترغیب وارد ہے وہ سب سے زیادہ مؤکد ہیں مثلاً وتر، فجر کی سنتیں، مغرب سے پہلے دو رکعتیں اور جن پر نبی ﷺ سے دوام ثابت ہے ان پر دوام ہی افضل ہے۔ مثلاً فرائض سے قبل وبعد کی سنتیں اور قیام اللیل اور جمع کی فجر میں دو سورتیں السجدہ اور الدھر پڑھنا ففی المعجم الصغیر للطبرانی (صفحه ٢٠٥-٢٠٦)۔ من حدیث ابن مسعود یدیم ذالك . اولا:......جن پر آپ نے دوام نہیں کیا ان پر اگر چہ دوام خواہ ان کا ترک جائز ہے مگر عین متابعت بھی ہے اور فضیلت اسی میں ہے کہ آپ ﷺ کی طرح عمل کیا جائے اور ان پر دوام نہیں کیا جائے مثلاً:

((صلوٰة الضحیٰ ففی حدیث الترمذی کان رسول الله ﷺ یصلی الضحیٰ حتی نقول لا یدعها ویدعها حتی نقول لا یصلیها اور صوم تطوع کحدیث کان رسول الله ﷺ یصوم حتی نقول لا یفطر ویفطر حتیٰ نقول لا یصوم .)) (متفق علیه، المشکوٰة، صفحه ١٦، ١٧٨)

اور یہ سب فضائل ہیں فرائض نہیں! تطوعات ہیں واجبات نہیں۔ ہاں اگر ترک ترغیباً عنہا ہے یعنی بے رغبتی کی بنا پر تارک ہے، یا اس سے نفرت ہے یا سنت سے عداوت ہے تو وہ یقیناً آثم و گنہگار ہوگا اور وہ حدیث "من رغب عن سنتی فلیس منی ." کے وعید میں داخل ہے

قال الامام الراغب فی کتاب المفردات فی ترغیب القرآن (صفحه ١٩٨) واذا قیل رغب عنه اقتضٰی الرغبة عنه والزهد فیه نحو قوله تعالیٰ ومن یر غب عن ملة ابراهیم، اراغِب انتَ عن الهتی وفی لسان العرب لا بن منظور الا فریقی (صفحه ٤٢٣ ج ١)۔ بیروت، ورغب عن الشی ترکه متعمدا وزهد فیه ولم یرده وفی

الافعال لابن القطاع (صفحه ٢٦ ج ٢)۔ وعنه رغبة لم ارضة ، وهكذا فى الصحاح للجوهرى (صفحه ١٣٧ ج ١) ۔ والمصباح المنير للفيومى (صفحه ٢٤٨ ج ١) والقاموس (صفحه ٧٤ ج ١)۔ والنهايه لا بن الاثير (صفحه ٨٩ ج ٢)۔ واساس البلاغة للزمخشرى (صفحه ٢٤٨ ج ١)۔ ومجمع بحار الانوار للفتنى (صفحه ١٩ ج ٢)۔ وغير ها من كتب الفن ، پس حدیث من رغب عن سنتى فليس منى ، کے معنیٰ یہ ہوئے کہ جو میری سنت سے ناراض ہوا اس سے اجتناب کیا یا اس سے منہ پھیر لیا یا نفرت کی تو ایسا شخص واقعی میری امت میں سے ہے اس قید کے بغیر ترک فتویٰ کا موجب نہیں ہے یہاں بھی فریق اول کا کلام ناصحانہ انداز میں ہے یعنی کہ ایسے فتوے عام نہ کئے جائیں جہاں فتویٰ کا وقت اور موقع محل ہو وہاں استعمال کیا جائے مگر منبر اور جلسہ گاہ ایسے فتوے کے محل نہیں ہیں کیونکہ وہاں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو محض اس تلاش میں رہتے ہیں کہ کہیں نہ کہیں ترک عمل کے لیے راستہ ملے اور بدون عمل نجات کی بشارت حاصل ہو۔ ﴿لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ﴾ (التوبة : ٥٧) خاص طور ایسے وقت کے جب لوگ سنن ونوافل تو کیا فرائض سے بھی سبکدوش ہوتے جارہے ہیں۔ ایسے وقت میں ان کی زور سے پابندی کرائی جائے تاکہ فرائض محفوظ رہیں. حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے جو خطبہ بیان فرمایا تھا اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ " اما بعد ايها الناس فان الشيطان قد يئس من ان يعبد بارضكم هذهٖ ابدا ولكنه ان يطع فيما سوىٰ ذالك فقد رضى بهٖ مما تحقرون من اعمالكم فاحذروه علىٰ دينكم ، (سيرة ابن هشام) (صفحه ٦٠٤ ج ٢)۔ وفى سنن الدارمى (صفحه ٤٤ ج ١) ۔ مصر صفة ٢٦ الهند اخبر نا ابو المغيرة ثنا الاوزاعى عن يحيىٰ بن ابى عمرو الشبانى عن عبدالله ابن الديلمى قال بلغنى ان اول ذهاب الذين ترك السنة يذهب الدين سنة سنة كما يذ هب الحبل قوة قوة . " الغرض شیطان کا ابتدائی سبق یہ ہے کہ عمل کی تحقیر ذھن میں بٹھا دیتا ہے اس کے بعد ترک اعمال کا سبق دیتا ہے نعوذ بالله من شره وشرا عوانه وجنود هٖ واوليائه۔ اس سے بچنے کا علاج یہی ہے کہ فرائض کے اوپر عمل کے لیے سنن ونوافل کی شدت سے پابندی کی جائے اور کرائی جائے تحریرا وتقریرا تعلیماً وتدریساً اس کی ترغیب دلائی جائے اس کے ترک پر کڑی نظر رکھی جائے تاکہ دشمن دور رہے اور قریب آنے کی ہمت نہ کر سکے اور یقیناً ایسی نصیحت سے فریق ثانی کو بھی اختلاف نہ ہوگا اور نہ اس کو ناگوار لگے گا اور جو کچھ فتاویٰ علمائے کرام کے مذکور ہے وہ بھی من باب الترغیب ہے فرضیت یا وجوب کی دلیل نہیں ہے .

محدثین کا مذہب ہم نے بیان کردیا ہے کہ فرائض وسنن کے احکام کیا ہیں اور تارك والراغب عن

سنة کا فرق بھی ہم نے بتا دیا ہے. غور فرمائیں کہ ایک ایسی سنت جس پر عہد نبوی ﷺ میں دوام تھا اور خاص اہتمام کیا جاتا تھا بعد میں بعض صحابہ سے ان کا ترک ثابت ہے چنانچہ مغرب سے قبل دو رکعت سنت کے متعلق بیہقی (صفحہ ۴۷۶ ج ۱) میں ابوامامہ الباہلی سے مروی ہے کہ: "کنا لاندع الركعتين قبل المغرب فی زمان رسول الله ﷺ وعن زغبان مولٰی حبیب بن مسلمة قال رایت اصحاب رسول الله ﷺ يحبون اليها كما يحبون الى المكتوبة يعنى الركعتين قبل المغرب وفى سنن الدارمى صفحه ٢٦٧ ج ١ مطبوعه مصرو هند صفحه ٩٩ عن على بن زيد قال سمعت اَنَسًا يقول كانوا اذا سمعوا اذا ن المغرب قاموا يصلون كانها فريضة"

لیکن باوجود اس کے عقبۃ بن عامرؓ سے ترک ثابت ہے جب اس سے مراد بن عبداللہ الیزنی نے ذکر کیا ہے "الا اعجبك من ابى تميم ير كع ركعتين قبل صلوٰة المغرب فقال عقبة انا كنا نفعله على عهد رسول الله ﷺ قلت فما يمنعك الآن قال الشغل." (البخارى (صفحه ١٥٨ ج ١) باب الصلواة قبل المغرب من كتاب الصلوٰة) اب عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا ترک سے نہ اس سنت کے مؤکد ہونے پر حرف آتا ہے کیونکہ صحابہؓ اس کا فرض کی طرح اہتمام کرتے تھے کما مر اور نہ اس صحابی پر معاذ اللہ گنہگار ہونے کا فتویٰ لگ سکتا ہے کیونکہ فرض یا واجب نہیں ہے. خواہ کتنی اس کی فضیلت واہمیت ہو مگر پھر بھی وجوب نہیں فرض اور غیر فرض کے مراتب میں فرق ہے۔

اسی طرح ''سنۃ'' اصطلاح میں فرض وغیر فرض کو بھی کہا جاتا ہے: "قال الامام ابن حزمؒ فى الاحكام(صفحه ٤٣) ـ السنة هى الشريعة نفسها وهى فى اصل اللغة وجه الشىء وظاهره قال الشاعر :

ترك السنة وجه غير مقرفه
ملساء ليس بها خال وندب

واقسام السنة فى الشريعة فرض وندب اواباحة او كراهة او تحريم كل ذالك قد سنة رسول الله ﷺ عن الله عزوجل ـ وفى الفتح (صفحه ٢٠٦ ج ٢)ـ المراد بالسنة الطريقة الشريعة التى هى اعم من الواجب والمندوب." اور یہی اصطلاح سلف میں تھی فاخرج الدارمى فى سننهٖ(صفحه ١١٧ ج ١)ـ مصرى (صفحه ٧٧) طبع الهند قال اخبرنا محمد بن كثير عن الاوزاعى عن مكحول قال السنة سنتان سنة الاخذ بها فريضة وتركها كفر وسنة الاخذ بها فضيلة وتر كها الى غيرهٖ حرج" یعنی

جس مسنون فعل کی فرضیت ثابت ہو اس کے تارک پر وہی حکم ہوگا جو تارک فرض پر ہے اور اگر فرضیت ثابت نہیں تو اس پر وہی حکم عائد ہوگا جو تارک تطوع پر ہو سکتا ہے اور حدیث سے ثابت ہوا کہ فرائض کے علاوہ تمام نمازیں تطوع ہیں اور امام ابن حزم نے کتاب مراتب الاجماع (صفحہ ۳۲) میں فرمایا ہے کہ "واتفقوا ان کل صلوٰۃ ما عدا الصلوٰۃ الخمس وعدا الجنائز والوتر وما نذره المرأ ليست فرضاً." اس کو تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب المحلیٰ (صفحہ ۲۲۶ ج ۲) میں بیان کرتے ہیں پھر (صفحہ ۲۳۰) پر لکھتے ہیں کہ "وروينا عن قتادة عن سعيد بن المسيب انه ساله رجل عن الوتر فقال سعيد اَوْ تَرَ النَبِيُّ ﷺ وان تركت فليس عليك شيء وصلى الضحىٰ وان تركت فليس عليك شي وصلى ركعتين قبل الظهر وبعد ها وان تركت فليس عليك شي وعن ابن جريج قلت لعطاء آواجب الوتر وركعتان امام الصبح او شيء من الصلوٰة قبل المكتوبة او بعد ها قال لا وهو قول الشافعي و داؤد وجمهور المتقد مين والمتاخرين."

اور حدیث "ستة لعنتهم ولعنهم الله" میں یہ جملہ ہے کہ "والتارك لسنتي" جس سے مراد وہ سنت ہے جو کہ فرض ہو نہ کہ غیر فرض، کیونکہ غیر فرض کا ترک موجب لعنت نہیں۔ ورنہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو ایک سنت کے ترک کی بنا پر اس وعید میں داخل کرنا پڑے گا۔ "وعاذه الله تعالىٰ من ذالك" اور یہاں یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ جو مجموعی طور پر طریقہ نبوی کے علاوہ کوئی طریقہ اختیار کرے جیسا کہ آیت کریم میں ہے کہ ﴿وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (النساء ع ۱۶ پ ۵) جیسے اہل الرائے بمقابلہ اہل السنۃ، بلکہ بعض روایت میں "التارك لسنتي" کے بجائے "الراغب عن سنتي الى بدعة" وارد ہے۔ "كذا في الاعتصام للشاطبي" (صفحہ ۱۰۵ ج ۱)۔ اس طرح دوام ومواظبۃ سے استدلال بمع الوجوب کرنا بھی صحیح نہیں کیونکہ صرف دوام وجوب کی دلیل نہیں۔ تاکید یا زیادت فضیلت کی دلیل ہے۔ مثلاً تہجد آپ ﷺ کا دائمی عمل تھا کیا اس کے تارک کو بھی ملعون کہیں گے؟ حاشا وکلا خود عبداللہ بن عمر پہلے تہجد نہیں پڑھتے تھے پھر جب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "نعم الرجل عبد الله لو كان يصلي من الليل وكان بعد لاينام من الليل الا قليلا (بخاری صفحہ ۱۵۱ ج ۱) باب فضل قيام الليل من كتاب الصلوٰة." تو کیا معاذ اللہ اس سے قبل ابن عمر رضی اللہ عنہ التارك لسنتي کی وعید میں شامل تھے؟ حالانکہ اس کو اپنی مواظبت کا بھی علم تھا اور پھر آپ نے اس پر کوئی فتویٰ نہیں لگایا بلکہ ترغیب دلائی! اسی طرح جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۃ السجدۃ اور سورۃ الدھر پڑھنا دائمی عمل تھا پس کیا اگر کوئی

دوسری سورتیں پڑھے گا تو کیا وہ ملعون ہوگا؟ نہیں بلکہ یہی کہا جائے گا کہ اساء یعنی اچھا نہیں کیا اور عظیم ثواب سے محروم ہوگیا لیکن گنہگار نہیں ہوا ۔ایسی کئی مثالیں ہیں بلکہ جس پر نبی کریم ﷺ کی مواظبت ثابت ہے اس کے متعلق مسنون طریقہ یہ ہے کہ اس پر مواظبت ہی کی جائے نہ کہ اس پر واجب یا فرض کے احکام مرتب کئے جائیں یا اس کو فرائض پر متفرع کیا جائے "قال السید الشریف علی الجر جانی فی کتاب التعریفات (صفحه ۷۰) السنة لغة العادة وشرعة مشترك بین ما صدر عن النبی صلی الله علیه وسلم من قول اوفعل او تقریر وبین ما واظب النبی ﷺ بلا وجوب وهی نو عان سنة هدی ویقال لها السنة المؤکدة کالاذان والا قامة والسنن الرواتب والمضمضة والاستنشاق علی رای وحکمة کالواجب المطالبة فی الدنیا الا ان تارکه یعاقب وتار کها لا یعاقب وسنن الزوائد کا ذان المنفرد والسواك والافعال المعهوده فی الصلوٰة وخارجها وتارکها غیر معاقب ." معلوم ہوا کہ جن افعال پر رسول اللہ ﷺ سے ہمیشگی ثابت ہو ان میں بھی بعض ایسے ہیں جو نہ واجب ہیں اور نہ ہی ان کا ترک موجب عقاب ہے اس طرح نوافل سے فرائض کا نقصان پورا ہونا اس سے یہ استدلال کرنا کہ سنن واجب ہیں یا ان کا تارک بدون اعتراض گنہگار ہوگا صحیح نہیں ۔ کیونکہ ان سے مراد وہ نقص ہے جس کی وجہ سے نماز فاسد نہ ہوتی ہو ورنہ اگر کوئی شخص نماز کے ارکان میں سے کوئی رکن ترک کرے تو اس کے بجائے نوافل یا سنن کافی ہوجانی چاہئیں بلکہ ایسا نہیں ہے ۔ اس سے نقصان ہوسکتا ہے مثلاً کسی نے سورت فاتحہ ترک کردی یا رکوع یا ایک سجدہ اس سے رہ گیا تو اس کے بجائے سنن نوافل کام نہیں آئیں گے اس کے لیے تو یہی فتویٰ ہے کہ " لا صلوٰة له "اور علماء اس کو نماز دھرانے کا حکم دیں گے بلکہ ایسے نقص مراد ہیں جن سے نماز کی صحت پر اثر نہیں پڑتا اور نہ اس کا بطلان لازم آتا ہو یا ایسے نقص جو خطأ واقع ہوں جو کہ پہلے سے معاف ہیں ۔ قال الله تعالیٰ ﴿لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ فِیۡمَآ اَخۡطَاۡتُمۡ بِهٖ وَ لٰکِنۡ مَّا تَعَمَّدَتۡ قُلُوۡبُکُمۡ﴾ (الاحزاب ع١ پ٢١) سنن ونوافل اس لیے ہیں تا کہ بندہ کی عبادت ہر لحاظ سے صاف رہے ۔اس حکمت کا یہی مطلب ہے جو کہ سنن کی مشروعیت کے لیے بیان کی گئی ہے نہ کہ اس حکمت پر احکام متفرع کئے جائیں یہ جب ہوسکتا ہے کہ اولاً تسلیم کریں کہ جو بھی رکن عمداً رہ جائے یا خطأً اور نسیاناً رہ جائے اور پھر اس کو رہ جانے کا علم بھی ہوجائے مگر نماز نہ دہرائے صرف سنن پڑھتے رہنا کافی سمجھا جائے یہ کسی کا بھی مذہب نہیں ہے، ولا احدا قاله بلکہ یہ اس کو مستلزم ہے کہ نوافل ارکان کا بھی عوض ہوسکتے ہیں۔ وهو باطل فاذا بطل

اللازم بطل الملزوم .

الغرض یہ سب کچھ علمی تحقیق ہے جس کو علماء ہی سمجھ سکتے ہیں اور عوام الناس کا اس میں حظ نہیں ہے ان کو صرف عمل کی ترغیب دینی چاہیے اور عمل میں سستی پر تنبیہ وتہدید کی جائے ہمیں یقین ہے کہ فریقین کے قول میں یہ بہترین تطبیق ہے وھوا لقول الا عدل العالی بین المقصر والغالی واللہ تعالیٰ ولی التوفیق وبیدہٖ ازمۃ التحقیق ومنہ الوصول الی سواء الطریق وھوا لرفیق فی کل ضیق .

المسئلة الثالثة : میت کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کرنا:

تنبیه: ......اس مسئلہ میں اگر چہ بحث مابین مولانا محمد یوسف صاحب اور جناب جمیل الرحمٰن صاحب کے مابین ہوئی ہے مگر چونکہ جناب عتیق الرحمٰن صاحب بھی اس میں شامل ہیں جیسا کہ ان خطوط سے ظاہر ہے بلکہ گویا جناب جمیل الرحمٰن صاحب ان کی طرف سے ترجمان ہیں لہٰذا یہاں بھی فریق اول سے مراد وہی ہیں۔

فریق اول کا مطالبہ ہے:

میت کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کی کتاب وسنت میں کیا کوئی دلیل موجود ہے؟ کیا حضور اکرم ﷺ نے ایسا عمل کیا ہے یا کرنے کا حکم دیا ہے؟ کیا صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں اس پر عمل ہوا ہے؟

(خط جمیل الرحمٰن صاحب ۳ مورخہ ۱۱ جمادی الاول ۱۳۸۶ بمطابق ۲۹ اگست ۱۹۶۶ ع)

پھر لکھتے ہیں کہ: ہم علمائے کرام اور اپنے بزرگوں سے سنتے چلے آئے ہیں کہ میت کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کتاب وسنت سے ثابت نہیں ہے یہ فعل اہل الرای کا ایجاد کردہ ہے، اور بدعت ہے چنانچہ اس وجہ سے اہل حدیث حضرات کے ہاں میت کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کا دستور نہیں ہے۔ (خط جمیل الرحمٰن صاحب مورخہ ۹ جمادی الاول ۱۳۸۶ھ بمطابق ۱۹۶۶/۸/۲۷)

فریق ثانی کا کہنا ہے کہ:

اگر ان علماء نے اپنے اقوال کی تائید میں پیغمبر ﷺ کی حدیث آپ حضرات کے سامنے پیش کی ہے تو اور کیا چاہیے مجھ کو بھی وہ حدیث لکھ کر بھیج دی جائے ......اور ان شاء اللہ پیش کر ہی نہ سکیں گے۔

(خط مولانا محمد یوسف صاحب ۶ مورخہ ۱۹۶۶/۹/۶)

فیصله:......اقول بالتوفیق الحق المبین ۔ وھو حسبی ونعم المعین . یہ عمل نہ قرآن مجید سے ثابت ہے نہ رسول اللہ ﷺ سے اور نہ ہی خلفائے راشدین کے زمانہ میں پایا گیا ہے اور نہ ہی کسی صحابیؓ سے منقول ہے۔ قال الحافظ ابن کثیر فی تفسیرہٖ (صفحہ ۲۵۸ ج ٤)۔ تحت

قولہٖ تعالیٰ ﴿وان لیس للانسان الا ماسعیٰ﴾ (النجم)

ومن هذه الا ية الكريمة استنبط الشافعیؒ ومن اتبعه ان القراءة لا يصل اهد اء ثوابها الى الموتى لانه ، ليس من عملهم ولا كسبهم ولهٰذا لم يندب اليه رسول الله ﷺ امته ولا حثهم عليه ولا ارشد هم اليه بنص ولا ايماء ولم ينقل ذالك عن احد من الصحابةؓ ولو كان خيرا لسبقونا اليه وباب القربات يقتصر فيه على النصوص ولا يتصرف فيه بانواع الا قيسة والاراء فاما الدعاء والصدقة فذاك مجمع على وصو لهما ومنصوص من الشارع عليهما واما الحديث الذى رواه مسلم فى صحيحهٖ عن ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا مات الا نسان انقطع عمله الا من ثلاث من ولد صالح يد عوا له اوصدقة جارية من بعدهٖ او علم ينتفع بهٖ فهذه الثلاثة فى الحقيقة من سعيه وكده وعمله كما جاء فى الحديث" ان اطيب ما اكل الرجل من كسبه وان ولده من كسب" والصدقة الجارية كالوقف ونحوه هى من آثار عملهٖ ووقفه وقد قال الله تعالیٰ" انا نحن نحى الموتى ونكتب ما قدموا آثا رهم "الا ٰية والعلم الذى نشره فى الناس فاقتدى به الناس بعده هو ايضا من سعيهٖ وعملهٖ وثبت فى" الصحيح" من دعا الى هدیٰ كان له من الاجر مثل اجور من اتبعه من غير ان ينقص من اجور هم شيئاً .

اس عبارت سے حسب ذیل امور معلوم ہوئے۔

الاول (۱) اس عمل کا ثبوت رسول اللہ ﷺ سے نہ صراحۃً ملتا ہے نہ اشارۃً نہ آپ نے خود ایسا کیا نہ امت کو ایسی تعلیم دی یا ارشاد فرمایا وهكـذا صرحه ابن القيم فى كتاب الروح (صفحہ۱۷۵)وغیرہ حالانکہ آپ سے قبل کئی انبیاء واہل اللہ فوت ہو چکے تھے آپ کی زندگی میں کئی نیک اصحاب فوت ہوئے حتیٰ کہ سعد بن معاذؓ جن کے متعلق آپ نے فرمایا کہ "اهتز العرش لموت سعد" اخرجه احمد والشيخان ، والترمذى وابن ماجة من حديث جابر واحمد ومسلم من حديث انس كذافى الجامع الصغير للسيوطى (صفحه ۹۱ ج۱)اور آپ ﷺ کے کئی اقارب اور پیارے آپ کی موجودگی میں فوت ہوئے اور بعض شہید ہوئے مثلاً آپ کا عم معظم حمزہ بن عبدالمطلب چچا زاد بھائی جعفر بن ابی طالب رضاعی بھائی عثمان بن مظعون ام ایمن و ابوسلمہ ازواج مطہرات خدیجہ ،زینب بنت خزیمہ آپ کی ساس ام رومان زوجہ ابی بکر الصدیق دوسری ساس زینب بنت مظعون والدہ حفصہ بنت عمر

آپ کے فرزندان قاسم طیب اور ابراہیم ، بیٹیاں رقیہ ، ام کلثوم ، زینب ۔ آپ کے نواسے علی بن زینب ، عبداللہ بن رقیہ نیز آپ کا متبنی محبوب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم وغیرہم یہ سب آپ کی زندگی میں رحلت کر گئے لیکن ایک کے لیے آپ نے قرآن خوانی نہیں کی نہ ان کے دوسرے رشتہ داروں کو ایسا حکم دیا ۔ اسی طرح غزوات میں کئی صحابہ شہید ہوئے جن میں علماء ، فقہاء ، زہاد وعباد سب شامل تھے مگر کسی ایک کے لیے نہ (قرآن خوانی کی) اور نہ ہی کرنے کی طرف توجہ دلائی پس جو عمل آپ کے زمانے میں نہیں تھا وہ کیسے شریعت میں داخل ہوسکتا ہے ۔ حالانکہ آپ پر شریعت مکمل ہو چکی تھی قرآن میں صریح حکم ہے کہ: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدہ ع ۱ پ ٦)

قال ابن كثير في تفسير (صفحه ١٢ ج ٢) ۔ هذهٖ اكبر نعم الله تعالىٰ علىٰ هذهٖ الامة حيث اكمل تعالىٰ لهم دينهم فلا يحتا جون الى دين غيرهٖ ولا الى نبى غير نبيهم صلوٰت الله وسلامة عليه ولهٰذا جعله الله تعالىٰ خاتم الانبياء وبعثه الى الانس والجن فلا حلال الا ما احله ، ولا حرام الا ما حرمه ، ولا دين الا ما شرعه ، وكل شيءٍ اخبر بهٖ فهو حق وصدق ولا كذب فيه ولا خلف .

وقال على بن ابى طلحة عن ابن عباس قوله ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ وهو الاسلام اخبر الله نبيه ، والمومنين انه ، قد اكمل لهم الايمان فلا يحتا جون الى زياده ابداً قد اَتمه الله فَلا ينقصه ابداً . وقد رضيه الله فلا يسخطه ابدا ، امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: "قبض رسول الله ﷺ وقد تم هذا الا مر واستكمل فانما يبقى ان يتبع انا رسول الله ﷺ ولا يتبع الراى فانه من اتبع الراى جاء احد اقوىٰ فى الراى منك فاتبعته ، فانت كلما جاء رجل عليك اتبعته ، ارى هذا لا يتم كذا فى ايقاظهم اولى الا بصار ۔ للغلانى (١٨) نقلناه عن تهذيب الاثار للطبرى ۔" جب آپ نے بھلائی کی سب باتیں بتا دیں تو اگر یہ کام مامور من اللہ ہوتا یا اس میں ہمارے لیے کوئی بھلائی ہوتی تو ضرور بتا دیتے بلکہ اس کو جائز یا کار ثواب سمجھنا رسول اللہ ﷺ پر خیانت کا الزام ہے .امام مالک فرماتے ہیں کہ : " من احدث فى هذهٖ الا مة شيئاً لم يكن عليه سلفها فقد زعم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خان الرسالة لا ن الله تعالىٰ يقول ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ فما لم يكن يومئذٍ ديناًفلا لكم اليوم دينا ۔ كذا فى الاعتصام للشاطبى (صفحه ١٥ ج ١)۔ اور امام ابن حزم مراتب "الاجماع" (صفحہ ۱۷۴) میں فرماتے ہیں کہ "واتفقوا انه مذمات النبى ﷺ فقد انقطع

الـوحی وکمل الدین واستقرو انه لا یحل لاحد ان یزید شیئاً من رایه بغیر استد لال منـه ولا ان یـحدث شریعة وان من فعل ذالك کافر " اورظاہر ہے یہ تلاوت اس لیے کی جاتی ہے تاکہ میت کوثواب پہنچے اورثواب پہنچانا دین کا مسئلہ ہے اور جب نبوی زمانہ میں یہ دین نہ تھا تو ثواب کیسے ہوسکتا ہے؟ ایسی چیزوں کو نبی ﷺ نے مردود کہا ہے فـاخـرج الشیخان من حدیث عائشه مرفوعا من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد وفی روایة لمسلم من عمل عملا لیس علیـه امـرنـا فهـور د وفی لفظ ابی داؤد من صنع امراء علیٰ غیر امرنا فهو رد (التـرغیب والترهیب للمنذری صفحه ۸۳ج۱) اور جب یہ عمل آپ کے عہد مبارک میں نہیں تھا نہ ہی آپ نے ایسی ترغیب دلائی نہ حکم فرمایا تو پھر اس کے مردود ہو... شک باقی رہا، نیز صحیح مسلم (صفحہ ۱۸۴ج۱)۔ میں جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا خطبہ مروی ہے " یقول اما بعد فان خیر الحدیث کتاب الله وخیر الهدی هدی محمد ﷺ وشر الامور محدثا تها کل بدعة ضـلالة . " الحدیث اور ایضاً یہ فعل محدث (نیا نکلا ہوا) ہے لہٰذا شر الامور اور برے سے برا کام ہے وفی ابی داؤد (صفحہ ۶۳۵)۔ "وایـاکـم ومـحـدثـات الامـور فان کل محدث بدعة وکل بدعة ضــلالة . " پس دین میں ہر نیا نکالا ہوا عمل بدعت وضلالت ہے اور بدعت کی تعریف اہل اصطلاح کے نزدیک یہ ہے۔ قـال الشـاطبـی فـی الاعتـصـام (صـفـحه ۱۹ ج۱)۔طریقه فی الدین مـختـرعة تـضـا هی الشریعة یقصد بالسلوك علیها المبالغة فی التعبد لله سبحانه ، وهذا علیٰ رای من لا ید خل العادات فی معنیٰ البد عة وانما یخصها بالعبادات واما عـلـی رای من ادخل الاعمال العادیة فی معنی البد عة فیقول البدعة طریقة فی الدین مخترعة تضا هی الشریعة یقصد بالسلوك علیها ما یقصد با لطریقة الشریعة . ''

اسی بنا پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اسی عمل کو مخترع بتاتے ہیں: " فـقـال هـذا مـخترع من متا خری الـقـراء لا اعـرف لهم سلفا کذا فی تفسیر المنار (صفحه ۲۶۳ ج۸)۔ نقلا عن تنقیح الفتاوی الحا مدیه .

الثـانـی (۲) :...... یہ کہ سلف صالحین اصحاب کرام تابعین عظام میں بھی یہ فعل قطعاً مروج نہیں تھا "هـکذا قاله شیخ الاسلام ابن تیمیهؒ فی الاختیارات العلمیة(صفحه ۵۳) ۔ وستاتی عبـارته ، ان شاء الله تعالیٰ . " اور حافظ ابن حجرؒ کا سابق قول بھی اس پر دال ہے۔ نیز ابن القیم بھی کتاب الروح (صفحہ ۷۵۔۷۶)۔ میں ایسی تصریح کرتا ہے وقـال السیـد الـجـر جـانی فی کتاب التـعـریـفـات(صفحه ۲۵) البدعة هی الامر المحدث الذی لم یکن علیه الصحابه

والتابعون ولم یکن ـ اقتضاه الدلیل الشرعی اور علامہ الرشید الرضا تفسیر المنار (صفحہ ۲۴۹ ج ۸) میں لکھتے ہیں کہ: فعلم مما شرحناه ان کل جرت بہ العادة من قراءة القرآن والاذکار واهداء ثوابها الی الاموات واستئجار القراء وحبس الاوقات علی ذالك بدع غیر مشروعة و مثلها ما یسمونه ، اسقاط الصلوٰة ولو کان لها اصل فی الدین لما جَهِلَهَا السلف ولو علموها لما اهملوا العمل بها ولیس هذا من قبیل ما لاشك فی جوازہ ووقوعہ فی کل زمن من فتح الله علی بعض الناس بما لم یوثر عن قبلهم من حکم الدین واسرارہ والفهم فی کتابہ کما قال امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم الله وجهه .... فهما فی لقرآن بل هو من العبادات العملیه التی یهتم الناس بامرها فی کل زمان ولو فعلها الصحابة لتوفرت الدواعی علیٰ نقلها بالتواتر والاستفاضة ."

اس عمل کے باطل و مردود ہونے کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ عہد نبوی ﷺ میں نہیں تھا تا ہم سب صحابہ کرام کا اس سے بے خبر ہونا صاف بتاتا ہے کہ یہ مخترع و محدث فی الدین ہے اگر سراسر شریعت کے اندر اس کے متعلق اشارہ ہوتا تو کسی نہ کسی اصحابی سے قولاً یا عملاً اس کے متعلق منقول ہوتا۔ چنانچہ نہ تو کسی نے نبی ﷺ کے لیے قرآن خوانی کی اور نہ آپ کے اھل بیت کے کسی فرد کے لیے کی حالانکہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا انتقال خلافت صدیقی میں ہوا نہ تو خلیفۃ المسلمین نے ایسا کیا اور نہ ہی خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا جو کہ اگر شرعی کام ہوتا یا اس سے ثواب پہنچنے کی امید ہوتی تو وہ اس کے لیے سب سے زیادہ احق تھا کیونکہ وہ ان کے شوہر تھے اور نبی کریم ﷺ کے قریبی تھے اسی طرح ان کے زمانہ میں کئی مشہور لوگ فوت ہوئے مگر کسی کے لیے بھی اس طرح ایصال ثواب نہیں کیا گیا۔ اسی طرح یہ عمل تابعین اور اتباع التابعین میں بھی کسی سے ثابت نہیں ہے بلکہ سلف تو یہاں تک محتاط تھے کہ اخرج الحافظ ابن وضاح الاندلسی فی کتاب البدع والنهی عنها قلمی (صفحہ ۱۰) باب مایکون بدعة قال حدثنا اسد عن الربیع بن صحیح عن یونس بن عبید قال کانوا یجتمعون فاتاهم الحسن فقال له رجل یا ابا سعید ما تریٰ فی مجلسنا هذا قوم من اهل السنة والجماعة لا یطعون علی احد نجتمع فی بیت هذا یوما وفی بیت هذا یوما فنقرا کتاب الله وندعوا ربنا ونصلی علیٰ النبی ﷺ وندعوا لانفسنا ولعامة المسلمین قال فنهیٰ الحسن عن ذالك اشد النهی .

الثالث (۳): ...... اس کو کار خیر کہنا اور اچھا سمجھنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر نیکی کا کام ہوتا تو ضرور رسول اللہ ﷺ ہم کو بتاتے کیونکہ آپ ہی قرآن کریم کے مفسر اور بیان کرنے والے اور اس پر عمل کرنے اور کرانے والے تھے ارشادالٰہی ہے ﴿وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾ ﴿وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ﴾ (الحج ع٦ - ع٨ - پ١٤) پس جو بھی قرآن کریم میں حکم آیا ہے اس کا طریقہ آپ نے بوجہ اتم بتادیا چنانچہ ﴿اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ اور ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ﴾ ﴿وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ وغيرها .... من الآيات﴾ ان سب کا عملی طریقہ واضح فرمایا اسی طرح فرمایا ﴿وَ افْعَلُوا الْخَيْرَ﴾ (الحج ع١٠ پ١٧) پس جو بھی خیر اور بھلائی کا کام تھا کر کے بتادیا یا اس کی طرف ارشاد فرما کر توجہ دلائی اگر یہ بھی خیر کا کام ہوتا تو ہرگز بخل نہ کرتے ﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ﴾ (التکویر پ٣٠) اور خاص طور پر فرمایا: ﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾ (التوبة ع١٣ پ١١) اور میت کے لیے جو بھی دعا وغیرہ کا طریقہ تھا سب بتلا دیا. اگر یہ طریقہ بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوتا یا اس میں بھی میت کے لیے کوئی نفع ہوتا تو ضرور بتا دیتے اس کو ہرگز نہ چھپاتے کیونکہ قرآنی وعید آپ کے پاس آ چکی تھی کہ ﴿يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾ (المائدة : ٦٧) اور صحیح مسلم (صفحہ ۹۸ - ج۱) میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ "ومن زعم ان رسول الله ﷺ كتم شيئاً من كتاب الله فقد اعظم على الله الفرية والله تعالىٰ يقول ﴿يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾ ." (الحديث)

نیز صحابہ کرام جو ہر خیر میں سبقت لینے والے تھے وہ ہرگز اس سے محروم نہ رہتے اور یہ بھی محال ہے کہ خیر کا کام ہم تو کرلیں اور جو اول اہل اسلام ہیں وہ اس سے بھی محروم رہیں. حالانکہ وہ قرآن کریم سنتے رہتے تھے اور پڑھتے رہتے تھے کہ ﴿فاستبقوا الخيرات﴾ (المائده ع٧ پ٦) ﴿وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (آل عمران : ١٣٣) ﴿سَابِقُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (الحديد: ٢١) ﴿وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ﴾ (الحجر: ٢٤)

الرابع (٤): ...... امام شافعیؒ نے اس کو غیر مشروع قرار دیا ہے وهكذا صرحه ابن القيم فی كتاب الروح (صفحه ١٤٠)۔ وموفق الدين ابن قدامة فی المغنی (صفحه ٤٢٨، ج٢)۔ وشمس الدين ابن قدامة فی الشرح الكبير (صفحه ٤٢٥، ج٢) فی ذيل المغنیٰ والشوكانی فی نيل الاوطار (صفحه ٩٩، ج٤) والخازن فی تفسيره لباب

التاویل (صفحه ۲۲۳ ، ج٦) والسیوطی فی الاکیل (صفحه ۲۰۲) وغیرهم یہی مذہب امام مالک کا ہے کما ذکره ابن القیم فقال المشهور من مذهب الشافعی ومالك ان ذالك لا یصل (کتاب الروح صفحه ۱٤٥) وکذا حکی عنهما ابن الهمام فی فتح القدیر (صفحه ۳۰۸ ، ج ۲) وعلی القاری شرح فقه الاکبر (صفحة ۱۳۱) طبع مصر وشرح عقیدة طحاویة (صفحه ٤٤٩) اور امام احمد بن حنبل سے دو روایتیں ہیں ایک میں جواز ہے جیسا کہ فریق ثانی کا کہنا ہے یہ متاخرین حنابلہ کا قول ہے اور دوسری روایت میں اس کو بدعت شمار کیا گیا ہے ففی کتاب الفروع لا بن مفلح عنه ، بدعة لانه لیس من فعله علیه السلام وفعل اصحابه انه محدث وساله عبدالله (ای ابنه) یحمل مصحفاً الی المقبره فیقرا علیه قال بدعة کذا فی المنار (صفحه ۲٦۸ ـج۸) اور قد ماء حنابلہ کا بھی یہی مسلک تھا شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا فرمان الاختیارات العلمیه (صفحه ٥۳) میں موجود ہے قال ونقل الجماعة عن احد قرأة القران علی القبور وهو قول جهمور السلف وعلیها قدماء اصحابه ولم یقل احد من العلماء ان القراة عند القبور افضل ولا رخص فی الاتخاذہ عیراً کا عیار القراة عنده فی وقت معلوم او الذکر او الصیام واتخاذ المصا حف عند القبر بدعة ولو للقرائة ولو نفع المیت لفعل السلف (وقال) القراءة علی المیت بعد موته بدعة بخلاف القرآة علی المحتضر فانها تستحب یٰسٓ .... ولم یکن من عادة السلف اذا صلوا تطوعاً و صاموا تطوعاً او حجوا تطوعاً او قرآ والقران یهدون ثواب ذالك الیٰ اموات المسلمین فلا ینبغی العدول عن طریف السلف فانه افضل واکمل ـ اھـ ـ مختصراً الغرض شیخ الاسلام بھی اس کو اچھا نہیں سمجھتے تھے اگر چہ اس کتاب میں جواز کا فتویٰ بھی ہے مگر لا ینبغی کہنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ نہ کرنا چاہیے ہمارے لیے اتنی ہی شہادت کافی ہے کہ یہ عمل سلف میں نہیں تھا اور امام ترمذی اہل العلم کا بھی مسلک بیان کرتے ہیں فقال یقولون لیس شی یصل الی المیت الا الصدقة والدعاء " سنن ترمذی (صفحه ۸٥ـج۱) ثابت ہوا کہ اہل حدیث کا بھی یہی مسلک ہے. باقی اختلاف کی صورت میں یہ حکم ہے ﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ﴾ (الشوریٰ : ۱۰) قال ابن الجوزی فی تفسیرہ زاد المسیر (صفحه ٥٧٥ ج۷)ـ ای من امر الدین وقال القرطبی فی تفسیرہ (صفحه ۷ج٦) تحت الایة وامور الشرایع انما تتلقی من بیان الله وقال النفی فی المدارك (صفحه ۱۰۱ ، ج٤)ـ ای حکم ذالك المختلف فیه مفوض الی الله وقال ابن کثیر فی تفسیرہ (صفحه ۲۸

ج ٤) ای مهـما (اختلفتم فيه من الامور وهذا عام فی جميع الاشياء فحكمه الى الله ای هـوا لـحا كم فيه بكتابه وسنة نبيه ﷺ وكـذا قـاله الشوكانی فی تفسيره (صفحه ٥١٣ج ٤) ۔ نیز فرمایا کہ ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ﴾ (النساء : ٥٩) یہاں باتفاق اھل العلم الرجوع الی القرآن او الحدیث مراد ہے قـالــه ابـن الـقيم فی اعلام الـمـوقـعيـن (صفحه ٤٩ج١) ط ۔مصری وغيره وقال ابن كثير فی تفسيره (صفحه ٥١٨ ج١)۔ وهٰذا امر من الله عزوجل بان كل شی تنازع الناس فيه من اصول الدين وفـروعـه ان يـرد التـنـازع فـی ذالك الـیٰ الـكتاب والسنة كما قال الله تعالیٰ ، وما اختـلفتم فيه من شیءٍ فحكمه الی فما حكم به الكتاب والسنة ويسشهد اله بالصحة فهو الحق وما ذا بعد الحق الا الضلال ولهٰذا قال ان كنتم تومنون بالله واليوم الآخر فـرد علی ان من لم يتحا كم فی محل النزاع الی الكتاب والسنة ولا ير جع اليهما فی ذالك فـلـيـس مـومنا بالله واليوم الاخر۔ اب اس فیصلہ کے لیے قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں چنانچہ قرآن نے یہ خبر دی ہے کہ کوئی بھی نئی چیز دین میں داخل نہیں ہوسکتی پس فیصلے کی صورت یہی رہے گی کہ جو اس فعل کے جواز کے قائل ہیں یا اس کے مدعی ہیں وہ اس عمل کا قرآن یا حدیث سے ثبوت پیش کریں اور ظاہر ہے کہ ایسا کوئی ثبوت موجود نہیں لہٰذا حق بجانب وہی ہے جو اس کے قائل نہیں منکر ہیں۔ ﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ﴾ (یونس ع ٤ پ ١١) الغرض اقوال پر قناعت کرنا ہمارا مذہب نہیں ہے بلکہ ہم مامور ہیں کہ ہر اختلاف کے وقت کسی کی بات کو نہ لیں فـلـيـس بـعضهم اولی بعض بلکہ اصل یعنی کتاب وسنۃ کی طرف رجوع کریں وقد فعلناه والحمد لله علی ذالك .

الخامس (٥):......صدقہ دعا کا بھیجنا منصوص ہے اور قران خوانی کے بارے میں نصوص کے اندر کوئی اشارہ تک نہیں ۔ پس مسئلہ مانحن فيها میں ایسی روایات پیش کرنا قیاس ہے نہ کہ استدلال ۔

اولاً:......محدثین کے نزدیک قیاس حجة شـرعية مستـلزمـه نہیں ہے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح کتاب الاعتصام میں متعدد ابواب قیاس کے رد میں واضح فرمائے ہیں مزید تفصیل کے لیے کتاب الاحکام اور النبذ لابن حزم اور ارشاد الفحول للشوكانیؒ وغیرہ دیکھیں۔

ثانیاً:...... یہ اعتقادی مسئلہ ہے اور قیاس ظنی ہے جس سے اعتقادی بات پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

ثالثاً:...... یہ قیاس نصوصِ کے خلاف ہے جیسا کہ پیرا گراف (٩) میں آئے گا. ان شاءاللہ تعالیٰ اور ایسا قیاس بالاجماع باطل ہے۔

رابعاً:...... یہ قیاس مع الفارق ہے دعا خود فعل داعی ہے نہ کہ اس کا ثواب بخش کیا جاتا ہے بلکہ اس

کے لیے دعا مانگتا ہے اسی طرح صدقہ بھی عام نہیں بلکہ جو کچھ احادیث میں مذکور ہے وہ بھی اسی میت کی طرف سے صدقہ کیا جاتا ہے نہ کے خود صدقہ کرے پھر اس کا ثواب میت کی روح کو بخشتا ہے اور قیاس مع الفارق سب کے نزدیک مردود ہے۔

خامساً:...... قائلین قیاس اسی مسئلہ میں قیاس کرتے ہیں جو کہ منصوص نہ ہو اگر چہ یہ خود غلط بات ہے کیونکہ سب مسائل قرآن وحدیث میں موجود ہیں۔ ﴿تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ (النحل : ۸۹) مگر تاہم یہ مسئلہ منصوص ہے اور منع قرآن وحدیث سے ثابت ہے کما ذکر وکما سیاتی ان شاء اللہ تعالیٰ لہٰذا قیاس کی کوئی حاجت نہیں رہی۔

السادس (٦) :...... اعمال وقربات توقیفیہ یعنی منصوص پر موقوف ہیں ان کے لیے قرآن وحدیث سے ثبوت ہونا ضروری ہے چونکہ مسئلہ مانحن فیھا میں کوئی نص نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ثبوت ہے لہٰذا مردود ہے اور فریق ثانی کا منکرین سے دلیل طلب کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ فریق اول کا مطالبہ ثبوت باقی ہے اس کا ثابت نہ ہونا ہی اس کے ناجائز ہونے کے لیے کافی ہے۔ فمن دعٰی خلاف ذالك فعلیه البیان والبرهان .

السابع (٧) :...... ان قربات وغیرہ میں قیاس وآراء کا تصرف نہیں چل سکتا لہٰذا صدقات وغیرہ پر اس کو قیاس کرنا ناقابل التفات ہے یہاں نص کی ضرورت ہے وھو مفقود .

الثامن (٨) :...... اس فعل کو مندوب یا مستحب کہنا بھی تشریع (نئی شریعت بنانا ہے) کیونکہ مستحب کی تعریف یہ ہے۔ قال الجرجانی فی التعریفات (صفحه ١٢٣) المستحب اسم لما شرع زیادة علی الفرض والواجبات وقیل المستحب مارغب فیه الشارع ولم یوجبه وقال ابن حزم فی الاحکام (صفحه ٤٠) والندب امر یتخیر فی الترك الا ان فاعله ماجورا . اور کسی چیز کا ثواب بتانا نبی کریم ﷺ ہی کا کام ہے نہ کسی دوسرے کا، نیز آپ کا عمل موجب ثواب ہے۔ لقوله تعالیٰ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ﴾ (الاحزاب : ٢١) اور جو ثواب کے کام تھے وہ سب آپ نے قولاً یا عملاً تفصیل سے بتادیے ہیں۔ پس جبکہ اس کام کے لیے ایسا ثبوت نہیں اب کسی کو حق نہیں کہ اسکو مرغوب یا موجب ثواب سمجھے ایسا کرنا شریعت بنانا ہے نیز کسی اور کے کہنے یا اس کے عمل کی بناء پر اس کو مستحب یا کار ثواب کہنا آیت ﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ﴾ (الشوریٰ : ٢١) کے تحت داخل ہے۔

التاسع (٩) :...... ہر ایک کو اپنا ہی عمل کام آئے گا لہٰذا قرآن مجید پڑھ کر ثواب بخشنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مسئلہ ایصال ثواب میں دراصل بعض لوگوں نے افراط کیا ہے اور بعض لوگوں نے تفریط چنانچہ

معتزلہ نے بالکل ہی انکار کیا ہے کہ کسی چیز کا بھی ثواب نہیں پہنچتا اسی طرح خوارج کے ایک فرقہ الاحنیہ کا بھی کہنا ہے کما ذکرہ ابن الجوزی فی تلبیس ابلیس (صفحہ۲۰)۔اور اس کے برعکس اہل الراء نے تو یہ فیصلہ دیا ہے کہ ہر چیز کا ثواب پہنچ جاتا ہے اور سب جائز ہے .اور اول الذکر نے صرف ان دلائل کو لیا ہے جس سے ممانعت اور عدم وصول الثواب ظاہر ہوتا ہے اور دلائل مشتبہ کو کچھ باور نہیں کیا اور ﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَ تَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾ (البقرہ : ۸۵) کے خطاب کے تحت آئے اسی طرح اہل الراء نے صرف چند مشتبہ دلائل جن میں بعض اشیاء کا ذکر ہے ان کو دیکھ کر عام دروازہ کھولا اور دلائل مانعہ کی کوئی پرواہ نہیں کی بلکہ اپنی بے کار تاویلات کیں ورنہ سب کے سب دلائل کو ماننا اور سب پر عمل کرنا ہی صحیح وحق مذہب ہے۔اب ہم اولاً وہ دلائل پیش کرتے ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر ایک کو اپنا ہی عمل نفع دیگا نہ کہ کسی اور کا قال اللہ تعالی ﴿لَّیْسَ لِلْاِنسَانِ اِلَّا مَا سَعٰیo وَاَنَّ سَعْیَہٗ سَوْفَ یُرٰیo ثُمَّ یُجْزٰاہُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی﴾ (النجم : ۳۹تا۴۱) یہ آیت اس بات میں نص ہے کہ کسی کو بھی دوسرے کا عمل فائدہ نہیں دیگا صرف اس کا اپنا عمل جو کہ اس کی اپنی سعی ہے وہی فائدہ دیگا اسی کا اسکو اجر وبدلہ ملے گا قال ابن جریر فی تفسیرہٖ (صفحہ ۷۴ ج۲۷) یقول جل ثناؤہ اولم ینبانہ لا یجازی عامل الا بعملہٖ خیراً کان او شراً وقال ابن کثیر (صفحہ ۲۵۸ ج۴) ای کما لا یحمل علیہ وزر غیرہ کذا لک لا یحصل من الا جر الا ماکسب ھو لنفسہٖ وقال القرطبی فی تفسیرہٖ (صفحہ ۱۱۴ ج۱۷) وقال اکثر اھل التاویل ھی محکمۃ ولا ینفع احداً عمل احد واجمعوا علی انہ لا یصل احد عن احد ۔وفی الجلالین (صفحہ ۲۲۲ج۲) مصری ۔ای انہ لا تحمل نفس ذنب غیرھا ۔ وان ای انہ لیس للا نسان الا ما سعیٰ من خیر فلیس لہ من سعی غیر الخیر شیء وفی تفسیر الشوکانی صفحہ ۱۱۱ج۵۔ والمعنیٰ لیس لہ الا اجر سعیہ وجزاء عملہٖ ولا ینفع احدًا عمل احد۔ وھکذا فی فتح البیان للنواب (صفحہ ۱۴۲ ج ۹) وھکذا فی المراغی (صفحہ ۶۵ ج ۲۷) والقاسمی (صفحہ ۵۵۸۴ ج۱۵) والکشاف (صفحہ ۱۸ ج ۳) ۔ وغیر ھا من التفاسیر وفی تفسیر غریب القرآن لابن قتیبہ (صفحہ ۴۲۹)۔ وان لیس للانسان الا ماسعیٰ " ای ماَ عمل لاٰخرتہ . اور امام شافعی کی اس مسئلہ میں سب سے بڑی دلیل یہ ہے اور امام موصوف تفسیر لغۃ اور احکام میں حجۃ ہے اور آپ کا امام اللغۃ ہونا مسلم ہے چنانچہ امام بیہقی "الانتقاد علی الشافعی (قلمی) کی ابتدا میں لکھتے ہیں کہ وقد ذکرنا فی کتاب المناقب الجزاء العاشر من شھادۃ جماعۃ من ائمہ ، اھل اللغۃ للشافعیؒ بانہ امام فی اللغۃ وان قولہ فیھا حجۃ وروینا

عن ابی الولید ا بن ابی الجارود المکی انه قال: کان یقال ان محمد بن ادریس لغة وجلدة یحتج بہٖ کما یحتج بالبطن من العرب ۔ وروی عن ابی عمرو غلام ثعلب فقال هو من بیت اللغة یجب ان یوخذ عنه وعن الاصمعی انه استفاد منه وروی فی احکام القران(صفحه ۲۰ ج ۱)۔ عن یونس بن عبدالاعلی قال کان الشافعی اذا اخذ فی التفسیر کانه شهد التنزیل وعن الربیع قال فلما کنت ادخل علی الشافعیؒ الا والمصحف بین ید یه یتبع احکام القرآن وروی فی کتاب معر فة السنن والآثار (صفحه ۳۲ ج ۱) قلمی ۔ عن الامام احمد بن حنبل قال للشافعی فیلسوف فی اربعة اشیاء فی اللغة واختلاف الناس والمعانی والفقه. اور یہ آیت عام ہے اور نص قاطع ہے کہ کسی کا عمل دوسرے کو کام نہیں آ سکتا ۔ جبکہ اس کا اپنا عمل یا سعی نہ ہو ۔ اسی معنیٰ کی اور آیتیں بھی ہیں ۔

" قال الله تعالیٰ ﴿وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرٰى﴾ (الانعام ع ۲۰ پ۸) قال ابن الجوزی فی تفسیره زاد المسیر (صفحه ١٦٢ ج۳) ای لا یوخذ سو اها بعملها وقیل المعنیٰ الا علیها عقاب معصیتها ولها ثواب طاعتها ، وفی المراغی (صفحه ۹۲ ج۸)۔ والخلاصة ان الدین ارشد نا ان نجری علیٰ ما اَوْدعته الفطره فی النفوس من ان سعادة الناس وشفائهم فی الدنیا با عما لهم والعمل یؤثر فی النفس التاثیر الذی یزکیها ان کان صالحاً او التاثیر الذی یدسُّها ویفسدها ان کان مسیئاً والجزاء مبنی علیٰ هذا التاثیر ولا ینتفع احد ولا یتضرر بعمل غیره ۔ وهکذا فی تفسیر المنار (صفحه ٢٤٦ ج٨) .

وقال الله تعالیٰ : ﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ﴾ (البقرة ع ۱۰ پ۱) وفی تفسیر ابن جریر (صفحه ٥٧٦ ج ۱)۔ لها عند الله ما کسبت من خیر فی ایام حیا تها وعلیها ما اکتسبت من شر لا ینفعها غیر صالح اعما لها ولا یضرها الا سیئها ، وفی تفسیر الرازی(صفحه ٧٤٥ ج ۱) یدل علی ان کسب کل احد یختص به ولا ینتفع به غیره ۔ وقل الراغب فلیس لکم ثواب فعلیهم ولا علیکم عقابه کذا فی القاسمی (صفحه ۲۷۸ ج ۲) ۔وفی النسقی (صفحه ٧٦ج ۱) ای ان احدا لا ینفعه کسب غیره متقدماً کانوا متا خراً فکما ان اولئك لا ینفهم الا ما کسبوا فکذ الك انتم لا ینفعکم الا ما کسبتم وذا لك لا فتخار آبائهم ۔ وفی الشوکانی (صفحه ۱۲٦ج ۱)۔ بیان لحال تلك الامة وحال المخاطبین بان لکل من الفر یقین

کسبه ولا ينفعه كسب غيره ولا يناله منه شيء ولا يضره ذنب غيره ...... والمراد انكم لا تنتفعون بحسناتهم ولا تو خذون بسيا تهم ، وفى الجمل (صفحه ١١٠ ج١)۔ افادت ان احدا لا ينفعه كسب احد بل هو مختص به ان خيرا فخير وان بشر فشر وقال جل ثنائه ﴿وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ﴾ (البقره: ٢٧٢) قال النسفى (صفحه ١٣٦ج١) فهو لا نفسكم لا ينتفع به غير كم هكذ فى البيضا وى (صفحه ٧٢)١ والجمل (صفحه ٢٢٥ج١) وفى الفيض صفحه ٧٧۔ والحال ما تنفقوا من خير مال فلا نفسكم عوده لها لا لما عداها ، وقال سبحانه وتعالىٰ ﴿اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا﴾ (الا سراء ع١ پ١٥) قال ابن جرير (صفحه ٣١ ج٥) لا نكم انما تنتفعون بفعلكم ما تفعلون من ذالك انفسكم فى الدين والاخرة ، وقال القرطبى (صفحه ٢١٧ ج١٠) اى نفع احسانكم عائد عليكم وهكذا فى الشوكانى (صفحه ٢٠٢ ج٣)۔ وقال ابن الجوزى فى زاد المسير (صفحه ١٠ ج٥) اى عاقبة الطاعة لكم ، وقال الخازن(صفحه ١١٨ ج٤) يعنى لها ثوابها وجزاء حسناتها ، وقال النسفى(صفحه ٣٠٧ ج٢) والصحيح انها على بابها لان اللام لاختصاص والعامل مختص ...... جمله حسنة كانت او سيئة يعنى ان الا حسان والاساءة كلاهما مختص بانفسكم لا يتعدىٰ النفع والضرر الى غير كم ، وهكذا فى الجمل (صفحه ٦١٦ ج٢)۔ وقال عزا سمه ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا﴾ (حم السجده: ٤٦) والجاثية (ع٢ پ٢٥) قال ابن جرير(صفحه ١٤٥ ج٢٥) فلنفسه عمل ذالك الصالح من العمل وطلب خلا صها من عذاب الله تعالىٰ واطاع ربه لا لغير ذالك لا نه لا ينفع ذالك غيره ...... ولم يضر احدا سوى نفسه وقال الشوكانى (صفحه ٥٠٧ ج٤) فثواب ذالك راجع اليه ونفعة خاص به من اساء فعليها اى عقاب اسائته عليه لا على غيره ، وفى(صفحه ٥ج٥) والمعنىٰ ان عمل كل طائفه من احسان واساءه لعامله لا يتجا وزالى غيره۔"

ایسی بہت سی آیات ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ ہر عامل کا عمل خواہ اچھا ہو یا برا اس کا بدلہ اس کے اپنے لیے ہے یہ ایک عام اور جنرل قانون ہے لیکن اگر کسی آیت یا حدیث صحیح میں کسی چیز کے نفع پہنچنے کا ذکر ہے تو وہ اس عموم سے خاص سمجھا جائے گا یہی اصول محدثین وفقہاء کا ہے بشرطیکہ وہ حدیث صحیح ہو نہ کہ ضعیف قال القرطبى فى تفسير(صفحه ٢٠٠ ج٢)۔ اتفقوا علىٰ انه لا يجوز تخصيصه (اى

کتاب اللہ) لحدیث ضعیف ، ہاں اگر حدیث صحیح ہے تو وہ حکم اس عام سے مخصوص سمجھا جائے گا .
قال الشوکانی فی تفسیرہ (صفحہ ۱۱۱ ج ۵) ۔ (تحت آیت الاولیٰ) والمعنیٰ لیس لہ الا اجر سعیہ وجزاء عملہ ولا ینفع احداً عمل احدٍ وھذا العموم مخصوص بمثل قولہ سبحانہ وتعالیٰ والحقنابھم ذریا تھم ، وبمثل ما ورد فی شفاعہ الانبیاء والملائکۃ للعباد و مشروعیۃ دعاء الاحیاء للا موات ونحو ذالك ولم یصب من قال ان ھذہٖ الا یۃ منسوخۃ بمثل ھذٰ الامور فان الخاص لا ینسخ العام بل یخصۃ فکل ما قام الدلیل علی ان الانسان ینتفع بہ ھو من غیر سعیہ کان مخصصا لما فی ھذہٖ الا یۃ من العموم ، وھکذا قال النواب صدیق حسن خان فی نیل المرام(صفحہ ۳۸۵)
یعنی اصل عام حکم منع کے لیے وارد ہے اور جس عمل کے لیے دلیل وارد ہوگی اس کو اس عام سے خاص کیا جائے گا واذ لیس فلیس اسی قاعدے کی بنا پر حافظ ابن حجر فتح الباری (صفحہ ۹۶ ج ۵) مصر باب من مات وعلیہ الصوم من کتاب الصیام میں فرماتے ہیں کہ لان الاصل عدم النیابۃ فی العبادۃ البدنیۃ ولا نھا عبادہ لا تد خلھا النیابۃ فی الحیاۃ فکذا لك فی الموت الا ماورد فیہ الدلیل فیقتصر علی ما ورد فیہ ویبقی الباقی علی الاصل ھو الراجح اس قاعدہ کی بنا پر فیصلہ یہ رہا کہ چونکہ اس عمل کا کسی آیت یا حدیث سے ثبوت نہیں ہے لہٰذا اس عموم کے تحت رہے گا اور ناجائز اور قوانین الٰہیہ کے تحت مستحیل سمجھا جائے گا اور جو اس کے مدعی ہیں وہ اس کے مخالف کسی صحیح حدیث سے ثابت کریں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا عمل کیا یا بتلایا ہے؟ ولیس لھم الا ذالك سبیل ما وجہ یلتزم .

العاشر (۱۰) : ...... جو حدیث ابن کثیر نے نقل کی ہے جس میں تین کاموں (دعاء الولد ، والصدقہ الجاریۃ والعلم) کا ذکر ہے وہ کام بھی دراصل اس کے لیے کسب وعمل کا نتیجہ وثمر ہیں اس کے علاوہ اور اشیاء بھی احادیث میں مذکور ہیں جن کو جلال الدین السیوطی نے نظم کیا ہے، قال ۔

اذا مات ابن اٰدم لیس یجری
علیہ من فعال غیر عشر
علوم بثھا ودعاء نجل
وغرس النخل والصدقات تجری
وراثہ مصحف ورباط ثغر
وحفر البئر اجزاء غصر

وبیــت لـلـغـریـب بـنـا یـا وی
الیـــه او بـنـــاء مـحـل ذکـر

وزاد ایضا قال:

تـعـلـیـم الـقـرآن الـکـریـم
فـخـذ هـا مـن احـادیـث لـحـصـر

وکذا فی دلیل الصالحین لطرق ریاض الصالحین لا بن علان الصدیقی .
(صفحه ٤٢١ ج ٣)

ان گیارہ اشیاء پر سیوطی نے حصر کا حکم لگایا ہے اور یہ سب دراصل اس کے لیے اعمال ہیں اور ان کی اپنی سعی ہے اس طرح الفاظ حدیث انقطع عملہ بھی اس کے مقتضی ہے کہ بلا دلیل صریح عموم سے کسی امر کو خاص نہیں کیا جا سکتا وھـذا ھو مسلك اهل الاعتدال بین اصحاب الرای و باب الاعتزال ۔ ولله تعالیٰ سئل الثبات علی الحق بلازوال وبہٖ نفهم وبجمله نستمسك فی جمیع الأحوال وبه نستعید من الخطاء والخبل والزلة والضلال ۔ ونسبحه بحمدهٖ ونقدس له بالغدو والا صال .

ضمنی مسائل:

مابین الفریقین اصل بنیادی تین مسائل مختلف فیہا تھے جن کے متعلق ہم نے حسب تحقیق ومـا علمنا مـن کتاب الله وسنة رسولهٖ ﷺ اپنا فیصلہ دے دیا اب ان مسائل کو ذکر کرتے ہیں جو کہ فریقین کے درمیاں تحریری مناظرہ میں ضمناً مذکور ہوئے ہیں والله الهادی الی الصراط السوی ومنه العصمة من الذلة والهدیٰ .

المسئلة الاولیٰ: عاشورہ کے کتنے روزے رکھنے چاہیے:

صوم عاشورہ (خط فریق اول ۔۳)

اس کے متعلق ہم مفصل فتویٰ لکھ چکے جو کہ ہماری کتاب بدیع الفتاویٰ کے اندر درج ہے یہاں مختصراً بیان کرتے ہیں فـاخـرج (احـمـد فـی مسندهٖ(صفحه ٢٤١ ج ١) عن هشیم انا ابن ابی لیـلـیٰ عن داؤد عن ابیه عن جدهٖ عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ صوموا یوم عاشـورا ء خالفوا فیه الیهود وصوموا قبله یوماً او بعده یومًا .

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عاشورہ کا روزہ رکھو اور یہودیوں کی مخالفت کرتے ہوئے ایک دن قبل یا ایک دن بعد میں روزہ رکھو۔

ومحمد بن ابی لیلیٰ فیه کلام یسیر لا یضر وقد اورده صاحب الفتح (صفحه ١٤٨ ج ٥)۔ ولم یتکلم علیه فهو حسن عنده او صحیح کما بین شرطه فی المقدمة (صفحه ١٦ ج ١) وله شاهد عند مسلم عن حدیثه لئن عشتُ الی قابل لأصومن التاسع ، ورواه البیهقی عنه بلفظ ولئن بقیت الی قابل لآمرن بصیام یوم قبله او یوم بعده کذا فی التلخیص الحبیر لابن حجر (صفحه ٢١٢ ج ٢) و(صفحه ١٩٩) ط الهندی یعنی تین دن ۹، ۱۰، ۱۱ تاریخوں کا روزہ مسنون ہے اور یہی افضل ہے اس کے بعد دو تاریخیں یعنی ۹، ۱۰ پھر کم از کم ایک یعنی دسویں تاریخ قال الحافظ فی الفتح (صفحه ١٤٨ ج ٥) وعلی هذا فصیام عاشوراء علی ثلاث مراتب ادنا ها ان یصام وحده وفوقه ان یصام ایضا التاسع وفوقه ان یصام التاسع والحادی عشر والله اعلم ، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے عاشورہ کے روزہ کے بارے میں تین درجات ہے۔

۱: سب سے کم یہ کہ صرف ایک روزہ رکھے۔
۲: اس کے اوپر کے نو اور دس کا رکھا جائے۔
۳: اس سے ارفع دس کے ساتھ نو اور گیارہ کا بھی رکھا جائے۔

وهکذا فی تهذیب سنن ابی داؤد لابن القیم (صفحه ٣٢٤ ج ٣۔ ٣٢٥ ج ٣) ونیل الاوطار (صفحه ٣٥٩ ج ٤) وغیر ها من کتب الشان والله تعالیٰ اعلم وعلمه اتم .

المسئلة الثانية : زیورات کی زکوٰۃ:

زکوٰۃ الحلی خط فریق اول (۳):

یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے قال الحافظ زکی الدین عبدالعظیم المنذری فی الترغیب والترهیب (صفحه ٥٥٧ ، ٥٥٨ ج ٣) وقد اختلف العلماء فی ذالك فروی عن عمر الخطاب رضی اللہ عنہ انه اوجب فی الحلی الزکوٰة وهو مذهب عبدالله بن عباس وعبدالله بن مسعود وعبد الله بن عمرو وسعید بن المسیب وعطاء وسعید بن جبیر وعبدالله بن شداد ومیمون بن مهران ، وابن سیرین ، مجاهد ، جابر بن زید والزهری وسفیان الثوری وابی حنیفه واصحابه واختار ه ابن المنذر ومن اسقط الزکوٰة فیه عبدالله بن عمر وجابر بن عبدالله واسماء بنت ابی بکر وعائشه والشعبی والقاسم بن محمد ومالك واحمد واسحق وابو عبیدة قال قال المنذری وقد کان الشافعی قال بهذا بالعراق ثم وقف عنه بمصر وقال هذا مما استخیر الله منه اقول ام المومنین عائشه رضی اللہ عنہا

سے اس بات کی روایت بھی ہے ففی المحلیٰ (صفحہ ٧٥ج٦)وعن عمر و بن شعیب عن عروۃ عن عائشہ ام المومنین قالت لا باس بلبس الحلی اذا اعطیت زکواتہ واخرجہ ابو عبیدۃ فی کتاب الاموال (صفحہ ٤٤٠) والدارقطنی فی ستہ (صفحہ ١٠٧ج٢) المصری(صفحہ ٢٠٥) الھندی ، وقواہ الحافظ فی التلخیص(صفحہ ١٧٨ج٢) المصری (صفحہ ١٨٤) الھندی ۔ بحدیثھا المرفوع الاتی اور وہاں حافظ صاحب نے دونوں روایتوں میں اس طرح تطبیق بیان کی ہے کہ ویمکن الجمع بینھما بانھا تری الزکوٰۃ فیھا ولا تری اخراج الزکوٰۃ مطلقاً فی مال الایتام ۔اس پر بعض نے اعتراض کیا ہے کہ مؤطا مالک (صفحہ ١٠٦) میں روایت ہے عن عبدالرحمن بن القاسم عن ابیہ قال کانت عائشہ تلینی وانا اخالی یتیمین فی حجر ھا و کانت تخرج من اموالنا الزکوٰۃ ، لیکن کلمہ ولا تریٰ سے مراد علی سبیل الوجوب ہے وھذا علی الندب والاستجاب فافھم. نیز اتباع میں سے ابراہیم نخعی طاؤس اور مکحول بھی قائل ہیں کما اخرجۃ عنھم ابن ابی شیبۃ (صفحہ ٢٧ج٤) ایضاً امام احمد سے دو قول مذکور ہیں ایک میں زکوٰۃ دینے کا حکم ہے کما ذکرۃ ابن قدامۃ فی المغنی (صفحہ ٦٠٥ ج٢)۔ وھکذا حکاہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فی القواعد النورانیۃ الفقھیۃ (صفحہ ٨٩) اسی طرح امام شافعی سے بھی المیزان الکبریٰ للشعرانی (صفحہ ٨ج٢) میں دوسرا قول منقول ہے بلکہ حدیث کی بنا پر آپ نے رجوع کیا ہے جیسا کہ فقہ شافعی کی مشہور ومعروف کتاب المہذب لابی اسحاق الشیرازی (صفحہ ١٥٨ج١) میں مذکور ہے وستاتی العبارتہ ان شاء اللّٰہ تعالیٰ اور یہی حق ہے اور قرآن وحدیث میں اسی قول کی تائید ہے قال اللہ تعالیٰ ﴿وَ الَّذِیۡنَ یَکۡنِزُوۡنَ الذَّہَبَ وَ الۡفِضَّۃَ وَ لَا یُنۡفِقُوۡنَہَا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَبَشِّرۡہُمۡ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ ۙ یَّوۡمَ یُحۡمٰی عَلَیۡہَا فِیۡ نَارِ جَہَنَّمَ فَتُکۡوٰی بِہَا جِبَاہُہُمۡ وَ جُنُوۡبُہُمۡ وَ ظُہُوۡرُہُمۡ ؕ ہٰذَا مَا کَنَزۡتُمۡ لِاَنۡفُسِکُمۡ فَذُوۡقُوۡا مَا کُنۡتُمۡ تَکۡنِزُوۡنَ﴾ (التوبۃ ٣٤ ، ٣٥) یہ آیت عموماً زیوروں کو بھی شامل ہے اور استثناء یا تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے امام خطابی معالم السنن شرح ابی داؤد (صفحہ ٧ ج٢)۔ میں فرماتے ہیں کہ الظاھر من الکتاب یشھد لقول من اوجبھا واقرہ علیٰ ذالک الحافظ المنذری فی ترغیبہ(صفحہ ٥٥٨ ج١) قال ابوبکر الجصاص ، ید خل تحتہ الحلی ایضاً کذا فی عمدۃ القاری (صفحہ ٢٤٩ج١) ۔ بلکہ حدیث حدیث نبوی ﷺ جو کہ قرآن مجید کی شرح) ہے اس میں زیورات کو کنز میں شمار کیا گیا ہے، سنن ابی داؤد(صفحہ ٢١٨)۔ میں ہے: حدثنا محمد بن عیسیٰ ثنا عتاب یعنی ابن بشر عن ثابت بن عجلان عن عطاء عن ام سلمۃ قالت کنت البس اوضاحا

مـن ذهب فقلت يا رسول الله اكنز هو فقال ما بلغ ان تودى زكوٰته ، فز كى بهٖ فليس بـكـنـز والـحـديـث سـكـت عـليه ابو داؤد اخرجه الحاكم فى مستدر كه (صفحه ٣٩٠ج١)۔ قـال هـذا حـديث صحيح على شرط البخارى ولم يخرجاه واقره على ذالك الذهبى فى تلخيصهٖ وكذا ادخله ابن دقيق العيد فى كتاب الالمام من احاديث الا حـكـام ومن شر طه انه لا يدخل فيه الاما صح من الحديث كما نبه عليه فى اول الـكـتـاب صـفـحـه ٢ ولهٰـذا قـال الحافظ فى الدرايه(صفحه ٢٥٥ج١) مصرى و (صـفـحـه ١٤١)۔ الهـندى ۔ وقواه ابن دقيق العيد ؟ *اس حدیث پر یہ اعتراض کئے گئے ہیں* فقيل عتاب بن بشر متكلم فيه والجواب من وجهين

الاول (١) انـه صدوق يخطى كما فى التقريب (صفحه ٣٤٩) الهندى (صفحه ٣) الـمصرى فهذا من قبيل من يبلغ حديثه درجة الحسن والثانى ٢ ۔ انه ليس بمفرد بـل تـابـعـه محمد بن المهاجر عند الحاكم (الصفحة المذكورة) والدارقطنى فى سـننهٖ(صفحه ١٠٦ج٢)المصرى و (صفحه ٢٠٤)، الهندى ۔ وقول ابن الجوزى مـحـمد بن مهاجر قال ابن حبان يضع الحديث على الثقات ، وهو قبيح فان محمد بـن مهـاجـر الكذاب ليس هو هذا فهذا الذى يروى عنه ثابت بن عجلان ثقه شامى اخـرج لـه مسـلـم فى صحيحهٖ وثقه احمد وابن معين وابو ز رعه ودحيم وابو داؤد وغيـر هـم وقـال الـنسائى ليس بهٖ باس و ذكره ابن حبان فى الثقات وقال كان متقنا واما محمد بن مهاجر الكذاب فانه متا خر فى زمان ابن معين قال الزيلعى فى نصب الـرايه (صفحه ٣٧٢ ج٢)۔ نقلا عن صاحب التنقيح وكذا فرق بينهما الشيخ برهان الـديـن ابـو الـو فا الحلبى سبط ابن العجمى فى الكشف الحثيث عمن رمى بوضع الـحديث (صفحه ١٣٢) قلمى وكذا الحافظ ابن حجر فى تهذيب التهذيب(صفحه ٤٢٨ج٩) وقبـلهـا الـذهبـى فى الميزان (صفحه ١٤٠ ج٣)ط الاولىٰ(صفحه ٤٩ ج ٤) ۔ قـلـمـى ۔ وقيـل تـفـر د بـهٖ ثابت بن عجلان والجواب انه ، صدوق كما فى تقريب (صفحه ١١٦ ج)١ مصرى و (صفحه ٨١) الهندى وقد وثقة ابن معين وابن حبـان وقـال الـنسـائى وابو حاتم لا باس بهٖ وقال عبدالحق فى الاحكام لا يحتج بهٖ فـر د عـليـه ابن القطان وقال العقيلى لا يتابع على حديثه فقال ابن القطان ان هذا لا يـضـر الا مـن لا يـعرف بالثقة وامامن وثقه فانفراده لا يضر وصدق فان مثل هذا لا

یضره الا مخالفة الثقات لا غير فيكون شاذا والله اعلم قاله فى التهذيب صفحه ۱۰ ج ۲۔ کہ الغرض یہ حدیث صحیح اور تمام علتوں سے سالم ہے وقد حسن اسناده النووى فى شرح المهذب صفحه ۳۳ ج ٦ یہ صریح دلالت کرتی ہے کہ زیورات بھی کنز میں شمار ہیں اوران کی زکوٰۃ کا مانع بھی آیت کریمہ کی وعید میں داخل ہے" وقد بوب عليه ابو داؤد بباب الكنز ماهو وزكوة الحلى ، الدار قطنى ، بباب ماادى زكوة فليس بكنز . " پس یہ حدیث بھی زیورات پر زکوٰۃ کوواجب کرتی ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں . ففى الباب عن عبدالله بن عمر و بن العاص وعائشه واسماء بنت يزيد وفاطمة بنت قيس وعمر بن يعلى بن مرة الثقفى عن ابيه عن جده وابن مسعود فحديث عمرو اخرجه ابو داؤد (الصفحة المذكورة) فقال حدثنا ابو كامل وحميد بن مسعدة المعنىٰ ان خالد بن الحارث حد ثهم نا حسين عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان اِمرةً اَتَتْ رَسولَ اللّهِ ﷺ ومعها ابنة لَهَا وَفِى يَدِ ابنَتِهَا مَسَكَتَانِ غليظتان مِنْ ذَهبٍ فقال لها اتعطين زكاه هذا؟ قالت لا ، ايسرك ان يسورك الله بهما يوم القيامة سوارين من نار قال فَخَلعتهمَا فالقتهما الى النبى ﷺ وقالت هما لله ورسوله والحديث اخرجه ، النسائى صفحه ۲٤۸ ج۱ من هذا الطريقه ثم ساقه من طريق المعتمر بن سليمان عن حسين عن عمرو بن شعيب قال جاء ت امراة نحوه مرسلاً ثم قال خالد اثبت عندنا من المعتمر یعنی متصل روایت کو مرسل پر ترجیح دی اس لیے کہ جوراوی اثبت ہے اس کی روایت ارجح ہونی چاہیے نیز قاعدہ ہے زيادة الثقة مقبولة مالم تقع منافيه كما تقرر فى مقره ولهٰذا قال المنذرى اسناد ه لا مقال فيه فان ابادٴود رواه عن ابى كامل الجحدرى ورمى وحميد بن مسعدة وهما من الثقات احتج بهما مسلم وخالد بن الحارث امام فقيه احتج به البخارى ومسلم وكذا لك حسين بن ذكوان المعلم احتج به فى الصحيح ووثقة ابن المدينى وابن معين وابو حاتم وعمر و بن شعيب فهو من قد علم وهذا اسناد تقوم به الحجة ان شاء الله تعالى انتهىٰ وقال ابن القطان فى كتابه اسناده صحيح ، كذافى نصب الراية صفحه ۳۷ج۲ ۔ وقال ابن الملقن فى البدر المنير (قلمى) رواه ابو داؤد باسناد صحيح وصححة البيهقى فى معرفة السنن والاثار صفحه ۸٦ ج۲ قلمى ۔ فى باب زكوٰة الحلى فقال ان الشافعیؒ كان كالمتوقف فى روايات عمرو بن شعيب اذا لم ينضم

الیھا ما یوکد ھا لما قیل فی روایاتہٖ عن ابیہ عن جدہ انھا من صحیفۃ کتبھا عبداللہ بن عمرو وقد ذکرنا فی کتاب الحج ما یدل علی صحۃ سماع عمرو من ابیہ عن جدہٖ عبداللہ بن عمرو بن العاص واللہ اعلم (ثم قال) وقد انضم الیٰ حدیثہٖ ھذا روایۃ ثابت بن عجلا ن عن عطاء عن ام سلمۃ (یعنی الحدیث المذکور وساقھا ثم قال وانضم الیہ ایضاً حدیث محمد بن عمرو بن عطاء فذکرحدیث عائشہ وساقہ ، وسیاتی قریبا ان شاء اللہ تعالیٰ . گویا کہ امام شافعیؒ کے اصول پر بھی حدیث صحیح ثابت ہوگئی والحمد للہ اور غالبًا اسی حدیث کی بنا پر امام شافعی زکوٰۃ فی الحلی کے قائل ہوئے ہیں اور پہلے قول (عدم وجوب الزکوٰۃ) سے رجوع فرمایا کما ذکرہ ابو اسحق الشیرازی فی المھذب صفحہ ۱۵۸۔۱۵۹ ج۱ قال والثانی تجب فیہ الزکوٰۃ واستخار اللہ فیہ الشافعی واختار ہ لماروی ان امراۃ جاءت الی رسول اللہ ﷺ معھا بنتھا فی ید ھا مسکتان غلیظتان من ذھب ، الحدیث المذکور گویا کہ امام صاحب بھی متوقف تھے جب حدیث کی صحت معلوم ہوئی تو اسی کو اختیار کیا وقد حسنہ النووی فی شرح المھذب صفحہ ۳۳ ج۶ ۔ وقال الحافظ فی بلوغ المرام صفحہ ۷۲ اسنادۃ قوی وللخبر طرق فاخرجہ احمد من طریق الحجاج بن ارطاۃ عن عمرو بن شعیب بہٖ والحجاح لا تقومہ بہٖ الحجۃ واخرجہ الترمذی من طریق ابن لھیئۃ عن عمرو بہٖ وقال ورواہ المثنی بن الصباح عن عمرو بن شعیب نحو ھذا وابن لھیئۃ والمثنیٰ بن الصباح ضعیفا فی الحدیث ولا یصح فی ھذا الباب عن النبی ﷺ شیء انتھیٰ قال المنذری لعل الترمذی قصد الطریقین اللذین ذکر ھما والا فطریق ابی داؤد لا مقال فیھا انتھی وقال ابن القطان بعد تصحیحہٖ لحدیث ابی داؤد اوانما ضعف الترمذی ھذا الحدیث لان عندہ فیہ ضعیفان ابن لھیعۃ وابن الصباح کذا فی نصب الرایہ صفحہ ۳۷۰ ج۲ . پس یہ سندیں پہلی سند کی تائید کرتی ہیں اگرچہ وہ فی نفسہٖ صحیح ہے کما مر ولھٰذا قال الحافظ فی الدرایہ صفحہ ۲۵۹ ج۱ ۔ مصری ۔ صفحہ ۱۶۱ الھندی ۔ وقال الترمذی لا یصح فی ھذا الباب شیء کذا قال وغفل عن طریق الحارث (یعنی طریق ابی داؤد) واخرجہ الدارقطنی من طریق الحجاج بن ارطاۃ عن عمرو بن شعیب وقال فی التلخیص صفحہ ۱۷۵ ج۲ ۔ مصری صفحہ ۱۷۳ ھندی لفظ ابی داؤد من حدیث حسین بن المعلم وھو ثقۃ عن عمرو بن شعیب وفیہ زاد علی الترمذی حیث جزم بانہ لا یعرف وقد تابعھم

حجاج بن ارطاة نیز اس روایت کی ایک اور سند بھی ہے اخرجه الخطیب فی تاریخ بغداد صفحه ۳۰۷ ج ۳۔ فی ترجمة ابی العباس محمد بن محمد بن عصمة بن شیبان البلخی ۔ والحدیث صححه صاحب تحفة الاحوذی صفحه ۱۲۔۱۱ ج ۲ ۔ وقال الخطابی فی المعالم صفحه ۱٦ ج ۲ تحت الحدیث قلت قوله ایسرك ان یسورك الله بهما نارا انما هوتاویل قوله عزوجل یوم یحمی علیها فی نار جهنم فتکویٰ بها جبا ههم وجنو بهم واما حدیث عائشة فاخرجه ، الحاکم فی مستدرکه صفحه ۳۸۹ج۱ ۔ قال اخبر نا عبدالرحمن بن حمدان الجلاب بهمدا ن ثنا ابو حاتم الرازی ثنا عمرو بن الربیع ابن طارق ثنا یحییٰ بن ایوب ثنا بن ابی جعفر ان محمد بن عمرو بن عطاء اخبره عن عبد الله بن شداد ابن الهاد قال دخلنا علی عائشة زوج النبی ﷺ فقالت دخل علی رسول الله ﷺ فریٰ فی یدی سخابا من ورق فقال ما هذا یا عائشة فقلت صنعتهن اتزین لك فیهن یا رسول الله ﷺ فقال اتؤدین زکواتهن فقلت لا او ماشاء الله من ذالك قال حسبك من النار هذا حدیث علی شرط الشیخین ولم یخرجاه ۔ واقره علیٰ ذالك الذهبی ولم یتعقبة .

واخرجه ابو داؤد عن ابی حاتم الرازی به وسکت علیه وجعله البیهقی فی المعرفة منضما الیٰ حدیث عمرو بن شعیب کما تقد م ورواه الدار قطنی صفحه ۱۰۵ ـ ۱۰٦ ج ۲ ۔ ط ۔ مصری۔ صفحه ۲۰۵ الهندی ۔ عن البغوی عن محمد بن هارون ابی نشیط عن عمرو بن الر بیع به وقال ان محمد بن عطاء کما رواه ابو حاتم و محمد بن عمر وبن عطاء معروف ، وقال ابن القطان اخفیٰ علی دارقطنی امره فجعله مجهو لا وتبعه عبدالحق فی الاحکام وانما هو محمد بن عمرو بن عطا ء احد الثقات وقد جاء مبینا عند ابی داؤد وبینه شیخه محمد بن ادریس الرازی وهو ابو حاتم الرازی امام الجرح والتعدیل کذا فی نصب الرایه صفحه ۳۷۱ج۲۔

وکذا قاله الحافظ الذهبی فی المیزان صفحه ۱۰۳ ، ۲۸۳ ج۳ ط قدیم صفحه ۲٤۸ج۳ ۔ طبع جدید و صفحه ۳٦٤ ج ۳ ۔ ط جدید وهکذا فی اللسان صفحه ۲۸٤ ج ۵ ۔اور باقی رواۃ معتبر ہیں قال الشیخ ابن دقیق العید فی الامام ویحییٰ بن ایوب اخرج له مسلم وعبد الله بن ابی جعفر من رجال الصالحین وکذا لك عبدالله بن شداد والحدیث علی شرط مسلم کذا فی نصب الرایه (الصفحة المذکورة) واقره ،

علـی ذالك الحافظ فی الدراية صفحه ٢٥٩ ج ١ المصری والهندی ، صفحه ١٦١ وصـاحـب التعليق المغنی علی سنن الدار قطنی صفحه ١٠٦ ج ٢ والهندی صفحه ٢٠٥ وصاحب تحفة الاحوذی صفحه ١١ ج ٢ ۔ واما حديث اسماء فاخرجه احمد فـی مسـنـده صفحه ٤٦١ ج ٦ ۔ قال حدثنا علی بن عاصم عن عبدالله بن عثمان بن خيثم عن شهر بن حوشب عن اسماء بنت يزيد قالت دخلت انا وخالتی علی النبی ﷺ وعـلـيـنـا اسـورـة مـن ذهب فقال لنا تعطيان زكواته فقلنا لا قال اما تخا فان ان يسـوركـمـا الله اسورة من نار أديا زكواته ، *علی بن عاصم متکلم فیہ ہے*۔ قـال فی التقريب صـفـحـه ٣٩ ج مـصـری ، والهـنـدی صـفـحه ٣٧٢ ۔ صدوق يخطی ويضرورمی بالتشيع ، *نیز شہر بن خوشب بھی* فـقـال ايضا ٣٥٥ ج ١ مصری ۔ والهندی ٢٧٧ ۔ صدوق كثير الارسال والا وهام *پس یہ روایت اگر چہ مستقل حجۃ نہیں ہے لیکن شہادت ومتابعت میں مقبول ہے* و الهيثـمـی فـی مجمع الزوائد صفحه ٦٧ ج ٣ ۔ وقال رواه احمد واسناد ه حسن ، وامـا حـديـث عـمـرو بـن ليـلـی الثقفی فاخرجه الحافظ ابن الجارود فی صحيحه المـعـروف بـالـمـنـتـقی صفحه ١٣٠ ج المصری والهند صفحه ١٨٢ ۔ قال حدثنا اسحٰق بن عبدالله النسيابوری قال حدثنا حفض بن عبد الرحمن قال ثنا سفيان عن عمرو الثقفی عن ابيه عن جده قال جاء رجل الی رسول الله ﷺ وفی يدها خاتم من ذهـب عـظـيـم فـقـال اتـؤ ديـن زكوٰة هذا قال وما زكوٰته ، قال فلما ولی قال جمرة عظيمة .

قـال ابو محمد: قـال الـولـيـد بـن مسـلم فی هذا عن سفيان عن عمرو بن يعلی الـطـائـفـی وله طريق آخر عند الطبرانی من طريق ضرار بن صرد وهو ضعيف قاله صـاحـب المجمع صفحه ٦٧ ج ٣ ۔ وله طريق آخر عند الخطيب فی تاريخه صفحه ١٩١ ج ٦ ۔ فی ترجمة ابراهيم بن ابی الليث .

وامـا حـديـث ابـن مسعود وفاطمة بنت قيس فذ كرهما الزيلعی صفحه ٣٧٣ ج ٢ ۔ ولا يصح شی منهما *نیز اسی باب میں امام ترمذی نے ایک اور حدیث پیش کی ہے*۔ فقال فی سننه صفحه ٨١ ج ١ باب ماجاء زكوٰة الحلی ۔ حدثنا هناد نا ابو معوٰية عن الاعمش عـن ابی وائل عن عمرو بن المصطلق عن ابن ابی زينب امراة عبدالله عن النبی ﷺ فـقـال يـامـعشـر الـنساء تصد قن ولو من حليكن فانكن اكثر اهل جهنم يوم القيامة

حدثنا محمود بن غیلان نا ابو داؤد عن شعبة عن الاعمش قال سمعت ابا وائل یحدث عن عمرو بن الحارث ابن اخی زینب امراة عبدالله عن النبی ﷺ نحوه وهذا اصح من حدیث ابی معاویه وابو معاویة وهم فی حدیثه فقال عمرو بن الحارث عن ابن اخی زینب والصحیح انما هو عمرو بن الحارث بن اخی زینب ان احادیث اور آیت کریمہ کی بنا پر انہیں لوگوں کا قول صحیح ہے جو کہ زکوٰۃ فی الحلی کے ایجاب کے قائل ہیں قال الامام ابن شهاب الزهری مضت السنة ان فی الحلی زکوٰة کذا فی المحلی صفحه ٧٦ ج٦ واخر جه ، ابن ابی شیبه فی مصنفه صفحه ٢٧ ج ٤ عن عطاء والزهری ومکحول ـ ایضاً اگر چہ ہم ان سب احادیث سے قطع نظر کرلیں تو بھی جن دلائل سے مطلقاً سونے اور چاندی پر زکوٰۃ کی فرضیت ثابت ہوتی ہے وہ بعمومہا زیورات کو بھی شامل ہیں اور تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ایک روایت پیش کی جاتی ہے کہ " لا زکوٰة فی الحلی "لیکن یہ روایت مردود و باطل ہے، اور بناوٹی ہے امام بیہقی کتاب المعرفۃ صفحہ ۸۷ ج ۲ (قلمی) میں فرماتے ہیں کہ والذی یرویه بعض فقهائنا مرفوعًا لیس فی الحلی زکوٰة لا اصل له انّما یروی من قول جابر غیر مرفوع والذی روی عن عافیة بن ایوب عن اللیث عن ابی الزبیر عن جابر مر فوعا باطل لا اصل له وعافیة بن ایوب مجهول فمن احتج به مرفوعا کان مغروراً بذنبه داخلا فیما نعیب به المخالفین من الا حتجاج بروایة الکذا بین والله یعصمنا ، کذا قاله النووی فی شرح المهذب صفحه ٣٥ ج٦ ـ والزیلعی فی نصب الرایه صفحه ٣٧٤ ج٢ والحافظ فی الدرایة صفحه ٢٦٠ ج١ ـ المصری والهندی صفحه ١٦٢ وادخله الشوکانی فی الفوائد المجموعه فی الاحادیث الموضوعة وفی الجامع الصغیر صفحه ٩٠ . پس ایسی باطل اور بے اصل روایات کا کیا اعتبار بلکہ حکم اپنے اصل پر قائم ہے۔

قال الامام ابن الحزم فی المحلی صفحه ٨ ج٦ لما صح عن رسول الله ﷺ فی الورقة ربع العشر ولیس فیما دون خمس اواق من الورق صدقة فاذا بلغ مائتی درهم ففیها خمس درا هم وکان الحلی ورقاً وجب فیه الزکاة لعموم هٰذین الاثرین الصحیحین واما الذهب فقد صح عن رسول الله مامن صاحب ذهب لا یودی ما فیها الا جعل له یوم القیامة صفائح من نار یکوی بها فو جبت الزکوٰة فی کل ذهب بهذا النص ثم قال قد صح عن النبی ﷺ ایجاب الزکواه فی الذهب عموماً ولم یخص الحلی منه بسقوط الزکوٰة فیه لا بنص ولا باجماع فوجبت الزکواه بالنص

فی کل ذهب وفضة وحص الاجماع المتيقن بعض الاعداد منهما وبعض الازمان فلم تجب الزكوٰة فيهما الا فى عدد اوجبه نص او اجماع وفى زمان اوجبه نص او اجماع ولم يجز تخصيص شيء منهما اذ قد عمهما النص فوجب ان لا يفرق بين احوال الذهب بغير نص ولا اجماع وصح يقيناً بلا خلاف ان رسول الله كان يوجب الزكوٰة فى الذهب والفضة كل عام وحلى الفضة او الذهب فلا يجوز ان يقال الا الحلى بغير نص فى ذالك ولا اجماع وبالله التوفيق.

المسئله الثالثه : ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں جاندار کی تصاویر ہو:

الصلوٰة الى التصاوير ذوات الارواح :

اس مسئلہ کے متعلق امام المحدثین بخاریؒ نے اپنی صحیح میں تین ابواب لکھے ہیں جن کے ذکر کرنے سے مسئلہ واضح ہو جاتا ہے قال رحمه الله تعالیٰ صفحه ٥٤ ج١ ـ بَابُ اِنْ صَلَّى فِى ثَوبٍ مُصَلَّبٍ اَوْ تَصَاوِيرَ هَلْ تَفْسُدُ صَلوٰتُهُ؟ ، وَمَا يَنْهى مَن ذَالِكَ؟ حد ثنا ابو معمر عبدالله بن عمرو قال حدثنا عبد الوارث قال حدثنا عبد العزيز بن صهيب عن انس قال كَانَ قِرَامٌ لِعَائِشَةَ سَتَرَتْ بِهِ جَانِبَ بَيتِهَا فَقَال النَّبى ﷺ اَمِيطِىْ عَنَّا قِرَامَكِ هَذَا فَانَّهُ لَا تَزَالُ تَصَاوِيْر تَعرضُ فِىْ صَلَاتِى وقال صفحه ٦١ـ٦٢ ج١ مع المطالع ـ باب مَنْ صَلَّى وَقُدَّامُهُ تَنُورٌ اَوْنَار اَوْشَئٌ مِمَا يُعَبْدُ فَاَرَادَ بِهِ وَجهُ اللهِ عَزوجل وقال الزهرى اَخبرنى انَس بن مالك قال قال النبىُّ ﷺ عُرِضَتْ عُلَّى النَّارُ وَاَنَا اُصَلِىْ حدثنا عبدالله بن مَسلمة عن مالك وعن زيد بن اسلم عن عطاء بن يسار عن عبدالله بن عباس قال انخَسَفَتِ الشَمْسُ فَصَلَّى رَسُولِ اللهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ اُرايتُ النَّار فَلَم اَرَ مَنظرا كَاليَومِ قطُّ اَفْظَعُ وقال صفحه ٦٢ ج١ ـ باب الصلوٰة فِى البِيعةِ وَقَال عُمرؓ انّا لا نَدخُلُ كَنَائِسَكُمْ مِنْ اَجْلِ التَماثِيل التّى فيها الصُورَ وَكَانَ ابنُ عَبّاسٍ يُصَلِى فِى البيعة لا بيعة فِيهَا تَماثِيل حدثنا مُحَمّد بن سلام قال اخبرنا عَبَدةُ عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة ان ام سلمة ذَكَرَتْ لِرسُولِ الله ﷺ كنيسة بارضِ الحَبَشَةِ يقالُ لهَا مَارِيه فَذَكَرَتْ لَهٗ مَا رأت فِيهَا مِن الصَور فَقَالَ رَسُولُ الله ﷺ اُولَئِكَ قَومٌ اِذَا مَاتَ فِيهِم العَبْد الصَالح اَوِ الرَجُلُ الصالِحُ بَنَوا على قَبرِهِ مَسْجداً وَ صَورُوا فيه تِلكَ الصُور اُولَئِكَ شَرَارُ الخَلقِ عِنْدَ اللهِ.

ان ابواب اور روایات کا حاصل یہ ہے کہ ذی روح کی تصویر آگے رکھ کر نماز پڑھنا ممنوع ہے، تبھی تو

رسول اللہ ﷺ نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو تصاویر والی چادر کو ہٹانے کا حکم فرمایا اور اگر نماز پڑھی گئی تو فاسد نہیں ہوگی اس لیے کہ آپ نے لوٹائی نہیں قال فی فتح الباری صفحه ۳۰ ج ۲ ۔ (فی شرح باب الاول) ودل الحديث على ان الصلوٰة لا تضر بذا لك لانه صلى الله عليه وسلم لم يقطعها ولم يعد ها ، وهكذا فى معالم السنن شرح ابى داؤد للخطابی صفحه ۲۱۷ ج ۱ وعمدة القارى للعينى صفحه ٩٦ ج ٤ ۔ وشرح البخاری للكر مانی صفحه ۳۸ ج ٤ وشرح عمدة الا حكام (ابن دقيق العيد صفحه ۹۲ ج ۱ ۔ والبدر التمام شرح بلوغ المرام للحسين بن محمد المعزنى (قلمى) وسبل السلام صفحه ۱۵۱ ج ۲ ۔ وغيرها من الكتب . اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ان کنائس میں نماز نہ پڑھنا جن میں تصاویر موجود ہوں اس کو مزید تائید دیتا ہے کہ ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہیے وفى البخارى صفحه ٦١٤ ج ۲ ۔ باب اين ركز النبى ﷺ رايه يوم الفتح ؟ حدثنا اسحٰق قال حدثنا عبدالصمد قال حدثنا ابى قال حدثنا ايوب عن عكرمة عن ابن عباسؓ اَنَّ رَسولَ اللهِ ﷺ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ اَبى اَن يَدخُلَ البيت وَفيهِ الالِهَهْ فَاَمَرَ بِهَا فَاخْرَجَتْ فَأُخرِجَ صَورَةُ اِبرَاهِيمَ وَاِسْمَاعِيلَ فى ايد يهما الا زلام فَقَالَ النَّبى ﷺ قَاتَلَهُمُ الله لَقَدْعَلمُوا مَا استقسَمَا بِهَا قَطُّ ثُمّ دخل البَيْتَ فَكَبَّر فى نَوَاحِى البَيتِ وَخَرَجَ وَلَم يُصَلِّ فِيهِ ۔ اگر چہ اس روایت میں نماز کی نفی ہے مگر دیگر احادیث صحاح میں نماز فی البیت کا اثبات ہے وهو الصحيح عند المحد ثين لان المثبت مقدم على النافى وقد بسطه فى الفتح صفحه ٢١٤ ج ٤ ۔ باب من كبر فى نواحى البيت ، من كتاب الحج پس نبی کریم ﷺ کا بیت اللہ میں داخل ہونے سے انکار کرنا اور تصاویر نکال دینے کے بعد اندر داخل ہونا اور نماز پڑھنا یہ خود تصریح ہے کہ تصویر والی جگہ پر نماز نہیں پڑھنی چاہیے ، لیکن اگر پڑھی گئی ہو تو اعادہ کی ضرورت نہیں ہے اور عمداً کرنے والا گنہگار ہوگا وبه بجمع بين الاحاديث .

نیز تصاویر رکھنا ، کھچوانا اور بنانا سب حرمات میں سے ہیں اور اہل علم اس کو کبائر میں شمار کرتے ہیں حافظ ذہبیؒ نے کبائر پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے جو کہ کتاب الکبائر کے نام سے مشہور ہے ، چنانچہ ۱۷۶ ۔ پر عنوان لکھتے ہیں کہ الكبيرة الثامنة والاربعون التصوير فى الثياب والحيطان والحجر والدراهم وسائر الاشياء سواء كانت من شمع اوعجين او حديد او نحاس او صوف او غير ذالك والامر باتلافها . پھر چند مشہور احادیث نقل کرتے ہیں جن میں عذاب اور فرشتوں کے نہ آنے کا ذکر ہے پھر تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ واما الصور نهى كل

مـصـور مـن ذوات الا رواح سواء كانت لها اشخاص مغتصبة او كانت منقو شة فى سقف او جدار او موضوعة فى نمط او منسوجة فى ثوب او ماكان فان قضية العموم تاتى عليه فليجتنب وبالله التوفيق ۔ وهكذا قاله الخطابى فى المالم صفحه ۷۵ ج ۱ وفـى الـنيل صفحه ۱۰۵ ج ۲ قال النووى قال اصحابنا وغير هم من العلماء تصوير صورة الـحيـوان حـرام شديد التحريم وهو من الكبائر لا نه ، متو عد عليه بالوعيد الشـديـد الـمذكور فى الأحاديث وهكذا فى العمدة على شرح العمدة صفحه ۲۵۵ ج ۳ ۔ الامير اسمٰعيل البخارى الصنعانى وهو فى ذيل شرح عمدة الاحكام لابن دقيق العيد وفيه (الصفحة المذكورة) ولقد ابعد غاية البعد من قال ان ذالك محمول عـلـى الـكراهة وان التشديد كان فى ذالك الزمان لقرب عهد الناس بعبادة الا وثان وهـذا الـزمـان حيـث انتشر الاسلام وتمهدت قواعده لا يساويه فى هذاا لمعنىٰ فلا يسـاويـه فى هٰذا التشديد هٰذا او معناه وهٰذ االقول عند نا باطل قطعاً لانه قد ورد فى الاحـاديث الاخبار عن امر الآخرة بعذاب الصورين وانهم يقال لهم احيوا ماخلقتم وهٰـذه عـلة مـخـالـفة كـمـا قـاله هٰذا القائل وقد صرح بذالك فى قولہٖ عليه السلام الـمشبهـون بـخـلـق الـلـه وهذه علة عامة مستقله مناسبة لا تخص زمانا دون زمان وليـس لـنـا ان نتـصرف فى النصوص المتضافره بمعنىٰ خيا لى يمكن ان يكون هو الـمـراد مع اقتضاء اللفظ التعليل بغيرہٖ وهو التشبة بخلق الله ، *پس ایسی چیزوں کو گھر میں رکھنا بھی گناہ ہے چہ جائیکہ ایسی جگہ پر رکھنا جہاں نماز ادا کی جاتی ہو۔* والـلـه اعـلـم وعـلـمـه اتم وحكمه ، احكم .

المسئلة الرابعة : سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ میں کیا فرق ہے؟

(تقسيم السنة الى المؤكدة وغير المؤكدة) (*خط فریق اول ۲۔ وثانی ۲*)

سنت کی تعریف بیان ہوچکی ہے اور مزید سنیے۔ قـال الشو كانى فى ارشاد الفحول صفحه ۳۳ ۔ وامـا مـعناها شرعاً اى فى اصطلاح الشرع فهٰذا قول النبى ﷺ وفـعله وتقرير وتـطـلـق بالمعنىٰ العام على الواجب وغيره فى عرف اهل اللغة والحديث واما فى عـرف اهـل الـفقه فانما يطلقو نها على ما ليس بواجب وتطلق على ما يقابل البدعة كـقـو لهـم فلان من اهل السنة وهكذ فى حصول المامون للنواب صفحه ۳۸ . *پس جو نفل رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو وہ سنت ہے بشرطیکہ اس کے وجوب پر کوئی دلیل نہ ہو اسی کو فقہاء*

مؤکدہ کہتے ہیں۔ کیونکہ آپ کی اتباع کا ہمیں حکم ہے اس سے بڑھ کر کیا تاکید ہوسکتی ہے کہ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب : ۲۱) ہاں البتہ جن کاموں پر مواظبت ودوام ثابت ہے وہ فضیلت وثواب مین ان سے زیادہ اہم ہیں جن پر دوام ثابت نہیں علیٰ ھذا القیاس اور جن مندوبات کے لیے امر وارد ہوا ہے مثلاً صلوا قبل المغرب ؟ وغیرہ وہ اور زیادہ اہم ہیں قدماء میں آج کل والی تقسیم نہیں تھی البتہ جس کام کے لیے احادیث سے زیادہ اہمیت معلوم ہوتی تھی اس کو زیادہ اہم جانتے تھے اور بس والله اعلم واحکم۔

المسئلة الخامسة : کیا مروان بن حکم کو مدینہ سے نکالا گیا؟

(اخراج مروان بن الحکم من المدینه) (خط فریق اول ۳۔ وثانی ۳)

ایسا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا ہو اس کے باپ الحکم بن ابی العاص کو طائف کی طرف نکالا گیا تھا اور یہ بچہ اس کے ساتھ تھا قال الحافظ ابن حجرؒ فی الاصابة صفحه ٤٥٥ ج ٣۔ اخرج ابوه الی الطائف وهو معه وفی اسد الغابة لابن الاثير صفحه ٣٤٨ ج ٤۔ خراج الی الطائف طفلاً لا یعقل لما نفی النبی ﷺ اباه الحکم۔ اور بعض کا خیال ہے کہ اس کی ولادت ہی وہاں طائف میں ہوئی تھی کما فی اسد الغابة صفحه ٣٤ ج ٢۔ والاستيعاب لابن عبدالبر صفحه ٢٦٣ ج ١۔ اور رجال مشکوٰۃ کے صحیح نسخہ میں یہ ہے کہ نفی اباه الی الطائف ایضا یہ بات عقلاً بھی محال ہے کیونکہ یہ بچہ تھا اور اس کی ولادت ہجرت سے دو سال بعد ہوئی تھی اور نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر آٹھ سال کی تھی. کما فی الاستیعاب والا صابة وغیر هما پس جب یہ مکلّف ہی نہیں تھا بلکہ مرفوع القلم تھا تو پھر کس جرم میں ان کو نکالا گیا تھا. بلکہ اس کے باپ کو نکالا گیا تھا، ﴿وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ (الانعام ع ۲۰ پ۸)

تنبیہ: ...... بلکہ اس کے خلاف خواہ مخواہ کی باتیں اڑائی جاتی ہیں اور فی الواقع صحابہؓ اس کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے خود نبی کریم ﷺ کے نواسے امام حسن اور امام حسینؓ بھی اس اقتداء میں نماز پڑھتے رہے فقد اخرج البخاری فی تاریخه الصغیر صفحه ١٠٨ (قلمی) فی ذکر من کان بعد الخمسین الی الستین قال حدثنا ابو نعیم قال حدثنا عبدالرحیم بن عبد ربه قال حدثنی شرحیل ابو سعد قال رایت الحسن والحسین یصلیان خلف مروان وقال الشافعی انبانا حاتم بن اسماعیل عن جعفر بن محمد عن ابیه ان الحسن والحسین کانا یصلیان خلف مروان لا یعید انها ویقتدان بها کذا فی البدایة والنهایة لا بن کثیر

صفحہ ۲۵۵ ج ۸۔

المسئلة السادسة : کیا مروان بن حکم کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے؟

(هل له صحبة ام لا)

مروان بن الحکم کے لیے صحابی ہونا ثابت نہیں ہے حافظ ابن حجر نے کتاب الاصابۃ کے قسم دوم میں اس کا ترجمہ ذکر کیا ہے دیکھو صفحہ ۴۵۵ ج ۳۔ وقال فی المقدمة القسم الثانی فیمن ذکر فی الصحابة من الا طفال الذین ولدوا فی عهد النبی ﷺ لبعض الصحابة من النساء والرجال ممن مات النبی ﷺ وهو دون سن التمیز اذ ذکر اولئك فی الصحابة انما هو علیٰ سبیل الا لحاق لغلبة الظن علیٰ انه صلی الله علیه وسلم رآهم لتوفردوا عی اصحابه علیٰ احضار هم اولادهم عنده عند ولا دتهم لیحنکهم ویسمیهم ویبرك علیهم والا خبار فی ذالك كثیرة مشهور ...... لكن احادیث هٰولاء عنه من قبیل المرا سیل عند المحققین من اهل العلم بالحدیث ولذالك افرد تهم عن القسم الاول۔ وقال فی التهذیب صفحه ۹۱ ج ۱۰ ۔فی ترجمة روی عن النبی ﷺ مرسلاً ولا یصح له منه سماع۔ وفی التقریب صفحه ۲۳۹ ج ۸۔مصری ، والهندی لا یثبت له صحبة اور امام ابن سعد اپنے کتاب الطبقات الکبریٰ صفحه ۳۵ ج ۵ ۔ میں اس کو تابعین میں شمار کیا ہے نیز بقول اہل فن اس کو رؤیت بھی حاصل نہیں ہے۔ فقال الامام البخاری لم یری النبی ﷺ كما فی التهذیب (الصفحة المذكورة) وهكذا فی الاستیعاب صفحه ۲۶۳ ج ۲۔ واسد الغابة صفحه ۳۴۸ ج ۴۔ وتجرید اسماء الصحابة للذهبی صفحه ۲۵ ج ۲۔ ورجال المشکوٰة صفحه ۱۱۸ ۔ والله اعلم .

المسئلة السابعة : علم منطق اور فلسفہ پڑھنا جائز ہے؟

(المنطق والفلسفة) (خط فریق اول ۴)

منطق کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ آله قانونیه تعصم مراعا تها الذهن ان یزل فکره منطق ایسا قانون ہے جس کے پڑھنے سے ذہن بگڑنے سے بچ جاتا ہے مگر شیخ الاسلام ابن تیمیہ کتاب الرد علی المنطقیین صفحه ۱۸۰ میں اس کو اکذب الدعاء بتاتے ہیں اس میں بعض فوائد ہیں جن کی بنا پر مناظرہ اور مجادلہ میں مدد ملتی ہے لیکن اس سے فائدہ اٹھانا ہر ایک کا کام نہیں ہے امام ابن حزم التقریب منطق کی تعریف میں لکھتے ہیں صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں کہ " وكذا لك هذهٖ الكتب اذا تناولها ذو العقل الذكی والفهم القوی لم بعد م این تقلب وكیف تصرف منها نفعاً جلیلاً وهدیا منیرا

بیانا لا ئحاً وتنجیحا فی کل علم تنا وله ، وخیر عم فی حینه ودیناه وان اخذها ذو العقل السخیف ابطله وذو الفهم القلیل بلدته وحیر ته فلیتناول کل امرا حسب طاقته وما تو فیقنا الا بالله عزوجل اس فن کے متعلق بعض نے افراط کیا ہے اور بعض نے تفریط بعض مفرطین نے تو اس کو فرض کفایہ تک کہہ دیا یا اس لیے اس کے رد میں امام ابن تیمیہؒ نے الرد علیٰ المنطقین میں مستقل کتاب تحریر کی ہے وہ صفحہ ۱۷۹ میں تحریر کرتے ہیں:" و من قال من المتا خرین ان تعلم المنطق فرض علی الکفایة فانه یدل علیٰ جهلهٖ بالشرع وجهلهٖ بفائدة المنطق وفساد هٰذا القول معلوم بالاضطرار من دین السلام واجهل منه من قال انه ، فرض علی الاعیان مع ان کثیرا من هٰولاء لیسوا مقرین با یجاب ماوجبه الله ورسوله وتحریم ما حرمه الله ورسوله ومعلوم ان افضل هذهٖ الامة من الصحابة والتابعین لهم باحسان وائمة المسلمین عرفوا ما یجب علیهم وکل علمهم والمانهم قبل ان یعرف منطق الیونان فکیف یقال انه لا یوثق بالعلم ان لم یوزن بهٖ او یقال ان فطر بنی آدم فی الغالب لا یستقیم الا بهٖ فان قالوا نحن لا نقول ان الناس یحتا جون الی اصطلاح المنطق بل الی المعانی التی تو زن بها العلوم قیل لا ریب ان المجهولات لا تعرف الا بالمعلومات والناس یحتاجون الی ان یزنوا ما جهلوه بما علموه وهٰذا من الموازین التی انزلها الله حیث قال الله الذی انزل الکتاب والمیزان وقال لقد ارسلنا رسلنا بالبنیات وانزلنا معهم الکتاب والمیزان وهٰذا موجود عند امتنا وغیر امتنا عمن لم یسمع قط بمنطق الیونان فعلم ان الا مة غیر محتاجة الیه ۔ اور اصحاب تفریط نے اس کو پڑھنا اور سمجھنا خلاف شرع قرار دیا ہے حالانکہ منطق کو سب سے زیادہ رد کرنے والے امام ابن تیمیہؒ ہے جن کی دو مشہور کتابیں ہیں (۱) الرد علی المنطیقین (۲) نقض المنطق ۔ مگر مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بذات خود منطق کے ماہر اور عالم تھے جب ہی تو اھل منطق کی غلطیوں کی نشاندھی کی ہے امام ابن حزم التقریب صفحہ ۳۔ میں لکھتے ہیں کہ ـــ" فان قال جاهل فهل تکلم اخذ من السلف الصالح فی هذا قیل له ان هذا العلم مستقر فی نفس کل ذی لب فالذهن الذکی واصل بها مکنه الله تعالیٰ فیه من معة الفهم الی فوائد هذا العلم والجاهل منکسع کا لا عمیٰ حتی ینبه علیه وهکذ سائر العلوم فما تکلم احد من السلف الصالح فی مسائل النحو لکن لما فشا جهل الناس باختلاف الحرکات التی باختلا فها اختلف المعانی فی اللغة العربیة وضع العلماء کتب النحو فرفعوا اشکالا عظیما وکان

ذالك معينا على االفهم لكلام الله عزوجل فكلام نبيه صلى الله عليه وسلم وكان من جهل ذالك ناقصالفهم عن ربهٖ تعالیٰ فكان هٰذا من فعل العلماء حسنا وموجباً لهم اجر وكذا لك القول فى تواليف كتب العلماء فى اللغة والفقه فان السلف الصالح غنوا عن ذالك كله بما اتا هم الله به من الفضل ومشاهدة النبوة وكان من بعد هم فقراء الى ذالك كله يرىٰ ذالك حسناً ويلم نقص من لم يطا لع هذه العلوم ولم يقرا هذهٖ الكتب وانه قريب النسبة من البها ئم وكذا العلم فان من جهله خفى عليه بناء كلا م الله عزوجل مع كلام نبيه صلى الله عليه وسلم وجا ز عليه من الشعيب جوا زا لا يفرق بنيه وبين الحق ولم يعلم دينه الا تقليد والتقليدمذموم.

پس اسلم طریقہ یہ ہے کہ ایسے تکلفات سے گریز کیا جائے البتہ عالم تبحر ان سے فائدہ حاصل کرسکتا ہے جبکہ قوائد واصطلاحات صحیح نہیں ہیں امام ابن تیمیہ ؒ نے اپنی کتب میں ان کی غلط باتوں کوخوب واضح کیا ہے اور امام ابن حزم ؒ نے بھی التقریب میں ان کی کافی غلطیاں بیان کی ہیں اور بنسبت دیگر کتب کے عالم تبحر کے لیے بھی کتاب مفید ہے، نیز مناظرہ میں بھی اس کو فائدہ ملے گا جو کہ ان کے غلط قوائد سے واقف ہوگا ورنہ ہمیشہ خطا کھا جائے گا قال الامام ابن تیمیہؒ فى نقض المنطق صفحه ۸۵۵۔ بل الواقع قديما حديثا انك لا تجد من يلزم نفسه ان ينظر فى علومه بهٖ ويناظر بهٖ الا وهو فاسد النظر والمناظره كثير العجزعن تحقيق علم وبيانه.

اور اسی طرح فلسفہ کو سمجھیں لیکن فلسفہ اور علم کلام نے اہل اسلام کے عقائد میں تزلزل پیدا کیا ہے جس کی بنا پر کئی فرقہ باطلہ پیدا ہوئے جیسے جھمیہ، خوارج، معتزلہ، قدریہ وغیرھم یہ سب اسی بنا پر اہل السنہ سے لڑتے رہے اور ذات باری تعالیٰ ملائکہ وانبیاء وکتب سماویہ وغیرہ کے متعلق ان کے عقائد کفریہ ہیں جن کو شیخ الاسلام نے کتاب الردعلی المنطقین میں واضح فرمایا ہے صفات الھیہ کا تعطیل وانکار پھر تشبیہ تاویل، اسی طرح قرآن کو مخلوق کہنا اور وحدۃ الوجود جیسا ناپاک عقیدہ رکھنا اور توسل وغیرہ ان سب کا موجد فلاسفروں کی تعلیم ہے بلکہ ابن سینا نے جو کتاب الشفا لکھی اس نے کافی علماء کو اس مرض میں مبتلا کر دیا چنانچہ علامہ ابن العربی کے اشعار مشہور ہیں۔

برئنا الى الله من معشر
بهم مرض من كتاب الشفاء
وكم قلت يا قوم انتم على
شفا جرف من كتاب الشفاء

فـلـمـا استهـا نـوابتيبهـنـا
رجـعـنـا الـى الـلـه حتـى كـفـىٰ
فـمـا تـو اعـلـى ديـن اسـطـائـس
وعشـنـا عـلـىٰ مـلة الـمـصـطـفـى

(الرد علىٰ المنطقين صفحه ٥١٠)

اور ابن سینا خود اپنی خبر دیتا ہے کہ ان کا خاندان ملحد تھا اور اسی وجہ سے وہ ان علوم میں مشغول ہوئے (الـرد علـى المنطقين صفحه ١٤٣) امام غزالی بھی اس کا شکار ہوئے اور کئی ایسی لغویات اور کلمات بدعیہ ان کی تصانیف میں صادر ہوئیں بالاخر سخت حیران و پریشان ہوا وراس کو بے فائدہ اور مضر جان کر ترک کر دیا اور آخر میں مسلک اہل حدیث کو اختیار کر لیا اور ایک کتاب بنام (الـجـام الـعـوام عـن عـلـم الكلام) تصنیف کی، اسی طرح فخر الدین الرازی جنہوں نے عمر اس فن میں گذاردی اور ان کی تصانیف ان اشیا سے بھری پڑی ہیں آخر میں انہوں نے بھی توجہ کی اور ایک کتاب بنام، اقسام لذات لکھی اور اس میں صاف لکھا ہے کہ لقد تا ملت الطرق الكلاميه والمناهج الفلسفه فما را تها ليشفى عليلا ولا تروى غليلا ورايت اقرب الطريق طريقه القرآن اقرا فى الاثبات ، الرحمن على الـعـرش استوىٰ اليه يصعد الكلم الطيب والعمل الصالح يرفعه واقرء فى النفى ليس كـمثلـه شى وَلاَ يحيطون بهٖ علما وهل تعلم له سميعا .اسی طرح ہتھیار ڈالتے ہوئے کہتے ہیں کہ ومن جرب مثل تجر بتى عرف مثل معرفتى اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

نـهـايـه اقـدام الـعـقـول عـقـال
واكثـر سـعـى الـغـالـيـن ضـلال
وارواحـنـا فـى وحشـه مـن جسـومـنـا
وحـاصـل ديـنـا نـا اذى ووبـال
ولـم نستـفـد مـن بـحثـنـا طول عـمـرنـا
سـوى ان جـمـعـنـا بيـن قيـل وقـالـو

نیز امام الحرمین ابو محمد الجوینی نے بھی سب باتیں ترک کر کے مذہب سلف اختیار کیا اور کہا کرتے تھے کہ "يـا اصـحـابـنا لا تشتغلوا بالكلام فلو انى عر فت ان ا لكلام يبلغ الىٰ ما بلغ ما اشتـغلت به اور جب مرنے کا وقت آیا تو کہا کہ "لـقـد خـفـت البحر الحفم وخليت اهل الاسلام علومهم ودخلت عما نهى عنه والان ان لم يداركنى ربى برحمتهٖ فالويل لا

بـن الـجوینی " اسی طرح علامہ شہرستانی کو بھی ان علوم سے بدون حیرانی اور پریشانی کے کچھ ہاتھ نہیں آیا اوران کے اشعار ہیں ۔لعمری لقد طفت المعاهد کلها ۔ وسیرت طرفی بین تلك المعالم فـلم ارالا و صفا کف حائر علی ذقن او قارعاً سن نادم (نقض المنطق ٦٠ تا ٦٢ اور رازی کا تلمیذ خسروشاہی المتکلم اخیر بھی میں کہنے لگا واللہ ما ادری ما اعتقد (الرد علی المنطقین صـفـحـه ٣٢٧) اسی طرح خود فلاسفہ بھی حیران ہیں اور کسی نتیجہ پر نہیں پہنچے بلکہ اہل حدیث کا مسلک نہایت اوسط واسلم ہے وہی آیت کریمہ ﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾ (البقرہ: ١٤٣) کے مصداق ہیں ۔ ان تکلفات کے دور رہنے کے باوجود وہ ہر مناظرہ ومقابلہ میں فائز وغالب رہے ۔ چنانچہ شیخ الاسلام نقض المنطق صفحہ ٨ ۔ میں ان کی شان یوں بیان کرتے ہیں قـال ۔ فهـم اکـمـل الناس عقلاً واعدلهم قیاسا واصدبهم رایا واستدهم کلا مآو اصحهم نظراً ء واهدا هم استد لال واقـوهـم جـدالا ء واتهم فراسةً واصدقهم الهاما واحدهم اجراً وکاشفة واصوبهم سـمـعـاً ومـخاطبةً واعظهم واحسنهم وجداً وذوقاً وهذا هو المسلمین بالنسبة الیٰ سـائـر الام ولا هـل السنة والحدیث الی سائر الملل اللهم ثبتنا علیٰ الملة الحنیفیة السمحة السهلة البیضاء المطهرة من ادران الا لحاد والا قسیه والا راء ۔ التی سلکها اهـل الـحدیث من الصحابة والتابعین لهم بالا حسان والا قتداء انت ولینا فی الدنیا وآخرة تو فنا علی الاسلام ولایمان ولحقنابادلاء ۔

المسئلة الثامنة : کیا ضعیف حدیث فضائل اعمال میں قابل حجت ہے یا نہیں؟

(الحدیث الضعیف واقسامة وهل یعمل بهٖ فی الفضائل ام لا) (خط فریق ثانی ا)

اس کے متعلق مختصر اور جامع عبارت ابن کثیر کی ہے قـال فـی اختـصـار عـلـوم الحدیث ۔ صـفـحـه ٤٤ ۔ الـحـدیـث الـضعیف قال (یعنی ابن الصلاح) وهو مالم یجتمع فیه صـفـات الـصـحـیـح ولا صـفات الحسن المذکورة فیما تقدم ثم تکلم علیٰ تعدادهٖ وتـنـویعه باعتبار فقده واحدة من صفات الصحة او اکثر او جمیعها فیقسم جنسه الی الموضوع والمقلوب والشاذ والمغلل والمضطرب والمرسل والمنقطع والمعضل وغیـر ذالك وقـال الشیـخ جـمال الدین القاسمی فی قواعد التحدیث صفحه ١٠٩ ویـتـفاوت ضعفه بحسب شدة ضعف رواٰه وصفته کصحة الصحیح فمنه اوهیٰ کما ان فـی الـصـحـیح أصح اور فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے قـال الـخـطـیب فی الـکـفـایـه صفحه ١٣٣ ۔ فی باب التشدد فی أحادیث الأحکام والتجوز فی فضائل

الاعمال قد ورد عن غير واحد من السلف انه لا يجوز حمل الا حاديث المتعلقة بالتحليل والتحريم الا عمن كان بريئاً من التهمة بعيدا من الطعقه واما احاديث الترغيب والمواعظ ونحو ذالك فانه يجوز كتبها عن سائر الشيوخ ثم اسند ذالك عن ائمة الحديث سفيان الثورى وسفيان بن عينه واحمد بن حنبل وابى زكريا العنبرى . لیکن اس کے قبول کرنے کے لیے شرائط ہیں:

(۱)...... یہ کہ ضعیف شدید نہ ہو اور راوی کذاب یا متھم یا فاحش الغلط نہ ہو۔ ونقل العلائى الا تفاق عليه .

(۲)...... یہ کہ وہ کام پہلے کسی ایسے اصل عام کے تحت ہو جو کہ معمول بہ ہو۔

(۳)...... یہ کہ اس پر عمل اس بنا پر نہ ہو کہ حدیث سے ثابت ہے بلکہ احتیاط کا عقیدہ رکھتا ہو (۴) چوتھا یہ کہ وہ روایتیں قصص مواعظ اور فضائل اعمال اور ترغیب وترہیب سے تعلق رکھتی ہوں نہ کہ صفات الٰہیہ یا عقاید یا احکام یا حلال یا حرام یا تفسیر القرآن کے متعلق ہوں۔ كذا فى تدريب الراوى للسيوطى صفحه ۱۰۸ ـ والباعث الحثيث صفحه ۹۱ ـ قواعد التحديث صفحه ۱۱۶ ومنهج ذوى النظر وغير ها من كتب هذا الشان .

تنبيه:...... حديث مبحوث فيه يعنى فمن احب ان يجلس الخطبة فليجلس . احکام کی احادیث میں سے ہے لا من الفضائل ونحو ها ايضاً ۔ احتیاط کا تو کوئی سوال ہی نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

المسئلة التاسعة : دوران نماز آیات کے جواب دینے کا حکم کس پر لازم ہے قاری یا سامع پر؟

(جواب الآيات للقارى والسامع) (خط فریق ثانی ۱)

اس کے متعلق جو بھی روایات آتی ہیں ان سب میں صرف قاری کے لیے جواب دینے کا ذکر ہے فقط سورۂ رحمٰن کی آیت ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ کا جواب سامع کو بھی دینا ہے قال الترمذى فى سننه صفحه ۱۶۱ ج ۲ حدثنا عبدالرحمن بن واقد ابو مسلم نا الوليد بن مسلم عن زهير بن محمد عن محمد بن المنكدر عن جابر قال خرج رسول الله ﷺ علىٰ اصحابه فقرا عليهم سورة الرحمن من اولها الىٰ آخر ها فسكتو ا فقال لقد قرأتها على الجن ليلة الجن فكانو ا احسن مر دود ا منكم كنت كلما اتيت على قوله فباى الآء ربكما تكذبان " قالوا ''لا بشىء من نعمك ربنا نكذب فلك الحمد هٰذا حديث

غـريـب لا نـعرفه الا من حديث الوليد بن مسلم عن زهير بن محمد قال احمد ابن حـنبـل كان زهير بن محمد الذى وقع بالشام ليس هو الذى يروى عنه بالعراق كانه رجـل آخـر قـلبـوا " سـمـه " يـعـنـى لما يرون عنه من المنا كير وسمعت محمد بن اسـمـاعـيـل يقول اهل الشام يروون عن زهير بن محمد منا كير واهل العراق يروون عـنـه احاديث مقاربه ، وله شاهد من حديث ابن عمر قال الى الحافظ ابن جرير فى التفسير صفحه ۱۲۳ ج۲۷ ۔ حدثنا محمد بن عبا د وعمر و بن مالك البصرى قالاثنا يحيىٰ بن سليمان الطائفى عن اسماعيل بن امية عن نافع عن ابن عمر قال ان رسول الله ﷺ قرأ سورة الرحمن او قرأت عنده فقال مالى اسمع الجن احسن جوابا لر بها مـنـكـم قالوا ماذا يا رسول الله ﷺ قـال مـا اتيت على قول الله ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ الا قـالـت الـجـن لا شىء من نعمك ربنا نكذب واخرجه البزار ايضاً قال صـاحـب مـجـمع الزوائد صفحه ۱۱۷ ج۷۔رواه البزار عن شيخه عمر و بن مالك الـراسبـى وثقه ، ابن حبان وضعفه غير ه وبقية رجاله ، رجال صحيح ، والراسبى هـو البـصـرى وهـو ضـعـيف كـما فى التقريب صفحه ۷۷ج۲ ۔ مصرى ۔ والهندى صـفـحـه ۱۹٦ ۔ ولـكـنه ، تابعه عند ابى جرير شيخ آخر كما عرفت فى السند وقد صـحـح السيـوطـى اسناده كما ذكره الشو كانى فى تفسيره فتح القدير صفحه ۱۲۷ ج ۵ ۔ نـاقـل احوال الحديث بسنده انه حسن واحد الطريقين يتقوى بالآخر ۔ پس اس آیت کا جواب سامع کو بھی دینا ہے باقی آیات کا جواب صرف قاری کو دینا ہے سامع کے لیے کوئی دلیل نہیں۔ فمن ادعیٰ خلاف ذالك فعليه البيان والله المستعان وعليه التكلان .

المسئله العاشرة : کیا ایسا شخص جو ایک صاع ادا نہیں کر سکتا تو وہ نصف صاع فطرہ نکال سکتا ہے؟

(اخرج نصف الصاع لمن عجز عن تمام الصاع)

اس کے متعلق دستور المتقی کی اصل عبارت جو کہ خط میں پیش کی گئی وہ حسب ذیل ہے صحیح حدیثوں کی رو سے آدمی پیچھے ایک صاع یعنی ڈھائی سیر ڈھائی چھٹانگ انگریزی تول سے گندم یا جو یا پنیر صدقہ فطر میں دینا واجب ہے اگر کسی سے اس قدر نہ ہو سکے تو سوا سیر سوا چھٹانگ گندم صدقہ دے دے۔

(دستور المنتقیٰ صفحہ ۲۱۸۔ مطبوعہ مسلم پریس کراچی)

اس پر فریق ثانی کا مطالبہ ہے کہ یہ کس حدیث میں آیا ہے خط ۔ا۔

جواباً یہ عرض ہے کہ اس طرح کسی حدیث میں نظر نہیں آتا ہے کہ پورے صاع کی طاقت نہ رکھتا ہے وہ نصف صاع ادا کرے کتب حدیث کی پوری چھان بین کی مگر ایسی بات نہیں ملی ۔ البتہ قمح (گیہوں) کے متعلق جس روایت میں نصف صاع کا ذکر ہے وہ بجمیع طرق معلول ہے۔ علله الحافظ فی التلخیص والدرایة وغیره ۔صحابہ میں بھی یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے کما فی الفتح (صفحہ ۱۱۷ ج ۴) ۔اور بوقت اختلاف حکم ہے کہ ﴿فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ﴾ (النساء : ٥٩) اور مرفوع حدیث صحیح میں صرف صاع کا ذکر ہے ولهٰذا قال امام الكبير المحدث الشهير ابو محمد عبدالله بن عبدالرحمن الدارمی فی سننه صفحه ٣٣٠ ج١ مصری والهندی صفحه ٢٠٩ ۔ بعد ذکر اختلاف معاویه وابی سعيد الخدریؓ اری صاعاً من كل شیء لیکن یہ اختلاف استطاعت وعدم استطاعت کی بنا پر ہے ۔ قال الامام ابن حزم فی المحلیٰ صفحه ١٤٠ ج٦ ۔ فان لم يقدر الا علیٰ بعض صاع اداه ولا بد لقول الله تعالیٰ لا يكلف نفسا الا وسعها ولقول رسول الله ﷺ اذا امرتكم بامر فا تو ا منه ما استطعتم وهو واسع لبعض الصاع فهو مكلف اياه وليس واسعًا لبعضهٖ فلم يكلفه وهذا الصلوٰة يعجز عن بعضها ويقدر علیٰ بعضها ومثل الدين يقدر على بعضهٖ ولا يقدر على سائره؟وليس هذا مثل الصوم يعجز فيه عن تمام اليوم او تمام الشهرين المتتابعين ولا مثل الرقبة ، الواجبة الا طعام الواجب فی الكفارات والهدی الواجب يقدر على البعض من كل ذالك ولا يقدر سائرهٖ فلا يجز ئه شی منه لان من افترض عليه صاع فی زكوٰة الفطر فلا خلاف فی انه جائز له ان يخرج بعضه ثم بعضه ولا يجوز تفريق اليوم ولا يسمى من لم يتم صوم اليوم صائم الا حيث جاء به النص فيجر ئه حينئذٍ وامابعض الرقبة فان الله تعالیٰ نص بتعويض الصيام من الرقبه اذا لم توجد فلم يجر تعدی النص وكان معتق بعض الرقبة مخالفا لما امر به وافترض عليه من رقبة التامة او من الاطعام المعوض منها او الصيام المعوض منها واما بعض الشهر ين فمن بعضها وافرقهما فلم يات بما امر بهٖ متتا بعا فهو عليه او عوضه حيث جا ء النص بالتعويض منه واما الهدی فان بعض الهدی مع بعض هدی آخر لا سمى هديا فلم يات بما امر به فهو دين عليه حتى يقدر عليه؟ واما الا طعام فيجز ئه ما وجد منه حتى يجد باقيه لانه لم يات مر تبطا بوقت محدود الاخر وبالله للتوفيق ۔ اور المغنی لموفق الدين ابن قدامه صفحه ٦٨٢ ج٢ ۔ مع الشرح للكبير میں ہے کہ فان لم يفضل بعض صاع فهل يلزمه اخراجه

علی روايتين احدا هما لا يلزمه اختار ها ابن عقيل لا نها طهرة فلا تجب من لا يملك جميعها كالكفارة ولثانيه يلزم اخرجه لقول النبى ﷺ اذا امرتكم فاتوا منه ما استطعتم ولا نها طهرة فوجب منها ما قدر عليه كا لطهارة بالماء ولان الجزء الصاع يخرج عن العبد المشترك فجا ز ان يخرج عن غيرہ كا لصاع اور شرح المهذب للنووى صفحہ ۱۱۱ ج ٦ ۔ میں ہے وان فضل بعض الصاع فوجهان مشهور ان ذكر هما المضف بدليلها ، احد هما عنه الاصحاب يلزمه ابى هريرة لقوله صلى الله عليه وسلم اذا امر تكم بامر فاتوا بہٖ ما استطعتم ۔ رواه البخارى من رواية ابى هريرة واتفق الاصحاب على تصحيح هذا الوجه ونقله صاحب الحاوى عن نص الشافعى قال والوجه الآخر قائل بانه لا يلزم ، قياسا علىٰ بعض الرقبة غلط لما ذكر ناه من الحديث والقياس والفرق بينه وبين الكفارة وجهين احدهما ان لها بدلاً والثانى ان بعض الرقبة لا يومر باخراجہٖ فى موضع من مواضع وبعض الصاع وجب بالا تفاق علىٰ من يملك نصف عبد ونصفه لمعسر والله اعلم ۔ اور یہ حدیث مذکورہ بالا بخاری شریف کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ میں مروی ہے اور امام نووی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ هذا من جوامع الكلم وقواعد الاسلام ويوخذ فيه كثير من الاحكام كا لصلوة لمن عجز عن ركن منها او شرط فياتى بالمقدور وكذا الوضوء وستر العورة وحفظه بعضى الفاتحه واخراج بعض زكوٰة الفطر لمن لم يقدر على الكل والا مساك فى رمضان لمن افطر بالعذر ثم قدر فى اثناء النهار الىٰ غير ذالك من المسائل التى يطول شرحها ۔ ذكره فى الفتح صفحه ٢٢ ج ٧ ۔ الحلبى وهكذا قال الحافظ ابن رجب فى جامع العلوم والحكم فى شرح خمسين حديثا من جوا مع الكلم صفحه ٨٤ ۔ تحت الحديث المذكور وفى قولہٖ صلى الله عليه وسلم دليل على ان من عجز عن فعل المأمور به كله وقد بعضه فانه ياتى بما امكن منه وهذا مطرد فى المسائل (فذ كر الا مثله) ثم قال ومنها زكوٰة الفطر فان قدر على اخراج بعض صاع لزمه ذالك على الصحيح ، الفرض نصف صاع کی شرط صحیح نہیں ہے بلکہ جو شخص پورے صاع ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا وہ جتنی بھی طاقت رکھتا ہے تو ادا کرنا ضروری ہے، وهو الحق الحقيق بالقبول فلا ينبغى عنه العدول وبالله تعالىٰ التوفيق وبه نعتصم ونجول .

المسئله الحادية عشرة : وہ شخص کون تھا جس نے خطبہ کو عیدین کی نماز سے قبل شروع کیا؟

(اول من قدم الخطبه على الصلوٰة فى العيدين) (خط فریق ثانی ۲۔)

اس کے متعلق حافظ صاحب کی عبارت مختصر اور جامع ہے قال فی الفتح صفحه ١٠٤ ج ٣ ۔ واختلف اول من غير ذالك فرواية طارق بن شهاب عن ابى سعيد عند مسلم صريحة فى ان مروان كما تقدم فى الباب قبله .

وقيل بل سبقه الى ذالك عثمان وروى ابن المنذر باسناد صحيح الى الحسن البصرى قال اول من خطب قبل الصلوٰة عثمان صلى بالناس ثم ـ خطبهم يعنى على العادة فراى ناسا لم يدركوا لصلوٰة ففعل ذالك ... صاريخطب قبل الصلوٰة ...... ويحتمل ان يكون عثمان فعل ذالك احيا نا بخلاف مروان فواظب عليه لذالك نسب اليه وقد روى عن عمر مثل فعل عثمان وقال عياض ومن تبعه لا يصح عنه وفيما قاله نظر لان عبدالرزاق وابن ابى شيبة روياه جميعا عن ابن عينيه عن يحيىٰ بن سعيد الانصارى عن يوسف بن عبدالله بن سلام وهذا اسناد صحيح لكن يعارضه حديث ابن عباس المذكور فى الباب الذى بعده وكذا حديث ابن عمر فان جمع بوقوع ذلك منه نادرا والا فما فى الصحيحين اصح وقد اخرج الشافعى عن عبدالله بن يزيد نحو حديث ابن عباس وزاد حتى قدم معاوية فقد م الخطبة فهٰذايشير الى ان مروان انما فعل ذالك تبعا لمعاوية لانه كان امير المدينه من جمعته وروى عبدالرزاق عن ابن جرير عن الزهرى قال اول من احدث الخطبة قبل صلوة العيد معاويه وروى ابن المنذر عن ابن سيرين ان اول من فعل ذالك زياد بالبصرة قال عياض ولامخالفة بين هٰذين الاثرين واثر مروان لان كلامن مروان وزياد كان عاملاً لمعاوية فيحمل انه ابتدا ذالك وتبعه عما له والله اعلم وهكذا ذكر الشو كانى فى نيل الاوطار صفحه ٣٣٣ج٣وبالله التوفيق وهو حسبى ونعم الرفيق ـ

المسئله الثانية عشرة : کیا نبی ﷺ کے تمام افعال ہمارے لیے وجوب کا درجہ رکھتے ہیں؟

(افعال النبى ﷺ هل تدل علىٰ الوجوب ام لا) (خط فریق ثانی ۳)

افعال علی التحقیق ندب کے لیے ہیں وجوب کے لیے نہیں جب تک کوئی دلیل وجوب کی مقتضی نہ ہو مثلاً امر وغیرہ اس مسئلہ کے متعلق امام ابن حزم نے الاحکام صفحہ ۴۲۲ الباب التاسع عشر (۴/۳۹) میں ایک مستقل

باب رکھا ہے وہ لکھتے ہیں کہ وقال سائر الشافعيين وجميع اصحاب الظاهر: ليس شیء من افعاله عليه السلام واجبا وانما ند بنا الى ان نتاسى به عليه السلام فيها فقط وان لانتركها على معنى الرغبة عنها ولنا تر كها على غير معنى الرغبة عنها ولكن كما نترك سائر ما ندبنا اليه مما ان فعلناه اجر نا وان تر كناه لم ناثم ولم نوجر الا ماكان من افعاله بيا نا للامر او تنفيذلحكم فهى حينئذ فرض لان الا مر قد تقد مها فهى تفسير الامر قال على وهذاا لقول هو الصحيح الذى لا يجوز غيره۔ ثم المسئلة بالادلة والبراهين واختصرها فى كتابه الندب وقد ذكر فى المحلىٰ صفحه ۱۱۰ ج۱ ۔ ايضا فقال وافعال النبى ﷺ ليست فرضا الا ما كان منها بيانا لامر فهو حينيذا امر لكن الا شاء به السلام فيها حسن وبرهان ذالك هذا لخبر الذى ذكرناه انفا من انه لا يلزمنا شى الاما امر نا به اونهانا عنه وان ما سكت عنه فعفو سا قط عناوقال عزوجل، ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ اور امام شوکانی فی ارشاد الفحول صفحہ ۳۸۔ اور نواب صاحب نے حصول الما مول صفحہ ۴۲۔ میں یہی صحیح مسلک بتایا ہے۔ والله اعلم بالصواب ومنه الوصول الى طريق الصواب

المسئلة الثالثه عشر: کیا نبی ﷺ پر اپنی بیویوں کی تقسیم واجب تھی یا نہیں؟

(هل كان التقسيم للا زواج واجبا على النبى ﷺ ام لا ؟) (خط فریق ثانی ۳)

قال الله تعالى ﴿تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُئْوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ﴾، الخ الاحزاب ......

......اکثر مفسرین اس آیت سے یہ دلیل لیتے ہیں کہ تقسیم آپ ﷺ پر واجب نہیں تھی قال الشوكانى فى فتح القدير صفحة ۲۸۳ ج ٤۔ المعنىٰ ان الله وسع على رسوله وجعل الخيار اليه فى نسائه فيوخرمن يشاء ويوخر نوبتها ويتر كها ولا ياتها من غير طلاق ويضم اليه من اشاء منهن وجيضا جها ويسيت عنده قد كان القسم واجبا عليه حتى نزلت هذه الآيت فاتفع الوجوب وصار الخيار لله ...... وهذا قول جمهور المفسرين فى معنىٰ الآيت وهو الذى دلت عليه الادلة الثانيه فى الصحيح وغيره قال القر طبى فى تفسيره صفحه ۲۱۵ ج ١٤ نقله عن ابن العربى فى احكام القرآن صفحه ۱۵۵٦ ج۳۔ والمعنىٰ المراد هوان النبى ﷺ كان مخيرا فى ازواجه ان شاء ان يتسم قسم وان شاء ان يترك القسم ترك فخص النبى ﷺ بان جعل الامر اليه فيه لكنته كان يقسم من قبل نفسه دون ان يفرض ذالك عليه قطيبا لنفو سهن وصو نا

لهن عن اقوال الغيرة التى تو دى الى ما لا ينبغى وقيل كان القسم واجبا على النبى ﷺ ثم نسخ الوجوب بهذا الايته قال ابن الجوزى فى تفسيرہ زاد المسير صفحه ٤٠٧ ج٦ ۔ واكثر العلماء على ان هذہ الاية نزلت مبيحة لرسول ﷺ من جملة نسائه كيف شاء غير ايجاب السمه عليه والتوية بينهن غير انه كان يسوى بينهن اس آیت کے شان نزول میں دو اور معنیٰ بتائے گئے ہیں لیکن آیت سب کو متضمن وشامل ہے۔ قال الحافظ ابن كثير فى تفسيره صفحه ٥٠١ ج٣۔ ذهب طائفة من العلماء من الشافعيه وغير هم الىٰ انه ، لم يكن القسم واجباً عليه ﷺ واحتجو ابهذہ الآية الكريمه ...... واختار ابن جرير ان الآية عامة فى الواهبات وال ى عنده انه مخير فيمن ان شاء قسم وان شاء لم يقسم وهذا الذى اختاره حسن جيد قوى عليه جمع بين الاحاديث ولهٰذا قال الله تعالىٰ ﴿ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ﴾ اى اذا علمن ان الله قد وضع عنك الحرج فى القسم فان شئت قسمت وان شئت لم تقسيم لا جناح عليك فى اى ذالك فعلت تم مع هذا ان تقسم لهن اختيارا منك لا انه على سبيل الوجوب فرحن بذالك واستبشرن به وحملن جميلك فى ذالك واعترفن بمنتك عليهن فى قسمتك لهن وتسويتك بينهن وانصافك لهن وعد لك فيهن ۔ الحاصل آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات سب کو باری دیتے تھے لیکن على سبيل الاختيار لا على سبل الوجوب ، لیکن آپ کے علاوہ سب پر تقسیم واجب ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ قال الامام ابن حزم فى مراتب الاجماع صفحه ٦٥ ۔ واجمعوا على ان العدل فى القسمة بين الزوجات واجب ولم يتعقب له ، فى ذالك شيخ الاسلام ابن تيميه فى نقد مراتب الاجماع نیز شعرانی نے بھی، الميزان الكبرى صفحه ١١٨ ج٢ میں اس پر اتفاق نقل کیا ہے، والله اعلم بالصواب واليه المرجع والماب .

المسئله الرابعة عشرة : بدعتی آدمی کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم؟

(الصلوٰة خلف اهل البدع) (خط فریق ثانی ۳)

قال البخارى فى صحيحہ صفحه ٩٦ ج١ ۔ باب امامة المفتون والمبتدع وقال الحسن صل وعليه بدعته قال ابو عبدالله وقال لنا محمد بن يوسف حدثنا الاوزاعى حدثنا الزهرى عن حميد بن عبدالرحمن عن عبدالله عدى بن خيا ر انه

دخل علیٰ عثمان بن عفانؓ وهو محصور فقال انك امام عامة ونزل بك مانرى ويصلى لناامام فتنة ونتحرج فقال الصلاة احسن ما يعمل الناس فاذا احسن الناس فاحسن معهم واذا اساؤ فاجتنب اساء تهم ۔ اہل بدع کے پیچھے نماز میں اختلاف ہے قال العينى فى العمدة صفحة ٢٣٢ج٢ ۔ تحت الباب اختلف العلماء فيه فا جازت طائفة منهم ابن عمر اذا صلى خلف الحجاج وكذا لك ابن ابى ليلىٰ وسعيد بن جبير ثم خرجناعليه وقال النخعى كا نوا يصلون ورا ء الامراء ماكانوا وكان ابو وائل يجمع مع المختاربن عبيد وسئل ميمون بن مهران عن الصلوٰت خلف رجل يذكر انه من الخوارج فقال انت لا تصلى له انما تصلى الله عزوجل قد كنا نصلى خلف الحجاج وكان حروريا ازراقيا وروى اشهب عن مالك لا احب الصلوٰة خلف الاباضية والواصلية ولا السكنى معهم فى بلد وقال ابن القاسم ادى الاعادة فى الوقت على من صلى خلف اهل البدع وقال اصبغ يعيد ابدا وقال الثورى فى القدرى لا تقدم وقال احمد ابن حنبل لا يصل خلف احد من اهل الا هوا ء اذا كان داعيا الى هواه ومن صل خلف الجهمية والرافضية والقدرية يعيد وقال اصحابنا تكراه الصلوٰة خلف صاحب هوى وبد عة ولا تجوز خلف الرافى والجهمى لا نهم يعتقدون ان الله لا يعلم الشى قبل حدوثهٖ وهو كفر والمشبهة ومن يقول بخلق القرآن وكان ابو حنيفة لا يرى الصلوٰة خلف المبتدع ومثلهٖ عن ابى يوسف اوراعدل الاقول امام احمد کا

قول ہے وخير الامور اوساطها اوراسی طرح سب اقوال میں تطبیق اورتوفیق ہوجاتی ہے چنانچہ امام ابوداؤد السجستانی مسائل احمد بن حنبل صفحہ۴۳۔ میں فرماتے ہیں کہ قلت لا حمد اصلى خلف المرجئى قال اذا كان داعيًا فلا يصلى خلفه اور امام عبدالله بن احمد بن حنبل كتاب السنة صفحه ١٠٦ ج١ میں فرماتے ہیں کہ سالت ابى مرة عن صلواة خلف القدرى فقال ان كان يخاصم فيه ويد عوا اليه فلا يصلى خلفه وفى المغنى صفحه ٢١ ج٢ ۔ قال الا ثرم قلت لا بى عبدالله الرافضة الذين يتكلمون بما تعرف فقال نعم آمره ان يعيد قيل لا بى عبد الله وهكذا لاهل البدع كلهم قال لا منهم من يسكت ولا يتكلم وقال لا تصل خلف احد من اهل الاهواء اذا كان داعية الىٰ هواه وقال لا تصل خلف المرجئى اذا كان داعيا ۔ پس امام بخاری نے جو جواز کا باب باندھا ہے وہ

مطلق نہیں بلکہ اس کے لیے شروط ہیں اول یہ کہ داعی الی البدعۃ نہ ہوں والثانی اس کی نماز صحیح طریقہ پر ہو اور نبوی نماز کے موافق ہو فاخرج احمد فی مسندہٖ صفحہ ١٤٦ ج٣ ۔ قال حدثنا ھارون بن معروف حدثنا ابن وھب قال حدثنی ابن ابی ذئب عن موھوب بن عبدالرحمن بن ازھر عن انس بن مالك انه كان يخالف عمر بن عبدالعزيز فقال له عمر ما يحملك على هذا فقال انى رايت رسول الله ﷺ يصلى صلوٰة متى تو افقها اصلى معك ومتى تخالفها اصلى وانقلب الى اهلى ، قال الهيثمي فى مجمع الزوائد صفحه ٦٨ ج٢ ۔ رجاله ثقات صدق رحم الله فكلهم مذكورون فى التهذيب وموصوفون بالثقة والصدق سوىٰ موهب بن عبدالرحمن بن ازهر وقد ذكره ابن حبان فى الثقات صفحه ٣٣٧ ج٢ ۔ قلمى واورده الحافظ فى تعجيل المنفعة واخرج الطبرانى فى معجمهٖ الكبير عن ابى ايوب انه كان يخالف مروان بن الحكم فى صلوٰتهٖ فقال له ، مروان ما يحملك علىٰ هذا قال انى رايت رسول الله ﷺ يصلى صلوٰة ان وافقته وافقتك وان خالفته صليت وانقلبت الى اهلهٖ وقال المجمع (الصفحة المذكوة) رجاله ثقات وقد عقب على الحديثين بباب فى الامام يسئى الصلوٰة .

تنبیه: ......صحیح بخاری (صفحہ٩٦ ج١) میں ہے باب اذا لم يتم الامام واتم من خلفه حدثنا الفضل بن سهل قال حدثنا الحسن بن موسیٰ الاشيب قال حدثنا عبدالرحمن بن عبدالله بن دينار عن زيد بن اسلم عن عطاء بن يسار عن ابى هريرة ان رسول الله ﷺ قال يصلون لكم فان اصا بوا فلكم ولهم وان اخطؤا فلكم وعليهم قال الحافظ فى الفتح تحت الحديث عن البغوى ، ومحل الخلاف فى الامور الاجتهادية كمن يصل خلفه من لا يرى قرائه البسملة ولا انها من اركان القرآء ة ولا انها اية من الفاتحه ، بل يرى ان الفاتحه تجزى بدونها قال فان صلوٰة الماموم تصنع اذا قرا هو البسملة لا ن غاية حال الامام فى هذهٖ الحالة ان يكون اخطاء وقد دل الحديث على ان خطا الامام لا يو ثر فى صحة صلوٰة الماموم اذا اصاب ، پس اگر اختلاف اجتہاد ہے تو اقتدیٰ درست ہے نہ کہ تقلیداً اختلاف ہو فاعتبر الفرق بينهما .

تنبیہ آخر! صاحب مجمع الزوائد نے باب مذکور میں تیسری روایت ذکر کی ہے قال وعن ابی علی المصری قال سافر نا مع عقبة بن عامر الجهنى فحضر تنا الصلوٰة فاردنا ان يتقد منا

قال انی سمعت رسول الله ﷺ یقول من ام قوما فاتم فله التما م ولهم التمام وان لم یتم فلهم التمام وعليه الا ثم رواه احمد والطبرانی ورجاه ثقات ، یہاں عدم الاتمام علی سبیل التعمد ہے تب ہی تو علیہ الا ثم ،فرمایا لیکن یہ ضروری نہیں کے مقتدی یہ جان بوجھ کر بھی اس کو آگے کریں گے کہ وہ عمداً عدم اتمام کا ارتکاب کرے۔ اس میں صرف تنبیہ ہے کہ امام کو حتی الامکان نماز کے اتمام کا خیال کرنا چاہیے اور عملاً کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے نماز میں خلل واقع ہو مگر خطاء اجتہادی معاف ہے وقد اخرج الا مام احمد فی مسنده صفحه ۳۹۹ ج ۱ قال ثنا محمد بن الصباح ثنا اسماعيل بن زكريا عن عبدالله بن عثمان بن خيثم عن القاسم بن عبدالرحمن عن ابيه عن عبدالله قال قال رسول الله ﷺ انه سيأتی امر كم من بعدی رجال يطفئون السنة ويحدثون بدعة ويو خرون الصلوٰه عن مواقيتها قال ابن مسعودؓ يا رسول الله كيف اذا ادركتهم قال ليس يا ابن ام عبد طاعة لمن عصی الله قالها ثلاث مرات ، ورراة الخبر موثقون فی التهذيب والتقريب والخلاصة .

الشرط الثالث کسی ایسے عقیدے کا معتقد نہ ہو جس سے کفر یا شرک لازم آتا ہو کیونکہ ایسے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کے ناجائز ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

الحاصل، ایسے بدعتی کے پیچھے نماز جائز ہے جو کہ داعی الی البدعۃ نہ ہو اور نہ کفریہ یا شرکیہ عقیدہ یا عمل کا مرتکب ہو اور نہ ہی بدون خطا اجتھادی طریقہ نبوی کے خلاف نماز پڑھتا ہو وبہ تجمع بین الاقوال اور اس تقریر سے یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ مسائل کا اختلاف ایک دوسرے کی اقتدا سے مانع نہیں ہے شرطیکہ اختلاف کی بنا اجتہاد ہو نہ کہ تقلید والحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات وهو الله لا اله الا هو له الحمد فی الاولیٰ وفی الآخره له الحكم واليه ترجعون .

المسئله الخامسة عشره : رخصت کا کیا مطلب ہے؟

(معنیٰ الرخصة وحكمها) (خط فریق ثانی ۴)

قال الجرجانی فی التعريفات صفحه ٦٠ الرخصة فی اللغة اليسر والسهولة وفی الشريعة اسم لما شرع متعلقا بالعوارض ای بما اتبع بعزد مع قيام الدليل المحرم وقيل هی ما بنی علی اعذار العباد وهكذا فی المستصفی للغزالی صفحه ۹۸ ج ۱ ۔ واصول البزدوی صفحه ۱۳۵ ۔ وغير ها من كتب الفن وفی حديث ابی سعيد قال سافرنا مع رسول الله ﷺ الی مكة ونحن صيام قال فنزلنا منزلا فقال رسول الله ﷺ انكم قد دنوتم من عدوكم والفطر اقوی لكم فكانت رخصة فمنا

من صام ومنا من افطر ثم نزلنا منزلا آخر فقال انکم تصبحوا عدوکم والفطر اقوی لکم فا فطروا وفکانت عزمة فافطرنا ثم لقد رائینا نصوم بعد ذالك مع رسول الله ﷺ فی السفر اراه احمد ، مسلم ، ابو داؤد ، کذافی المنتقی للشیخ ابن تیمیه صفحه ۱۴۰ ط هند باب الفطر والصوم فی السفر یہ حدیث رخصت اور عزیمت کے درمیان نہایت واضح طور پر فرق کو ظاہر کرتی ہے نیز اس حدیث سے دونوں کا حکم بھی ظاہر ہو گیا یعنی رخصت پر عمل جائز ہے بشرطیکہ اس کے تاکید کی یا وجوب کی کوئی دلیل نہ ہو نیز اس سے اعراض وتنزہ نہ ہو فقد اخرج الشیخان ، عن عائشه قالت صنع رسول الله ﷺ شیئا فرخص فیه فتنزه عنها قوم فبلغ ذلك رسول الله ﷺ فخطب فحمد الله ثم قال ما بال اقوام یتنزهون عن الشیء اصنعه فوالله انی لا علمهم بالله واشد هم له خشیة (المشکوٰة صفحه ۲۷) پس مرخص اشیاء کا ترک تنزہ کی بنا پر صحیح نہیں قال الحافظ فی الفتح صفحه ۳۸ ج۱۷ ۔ بمصر تحت الحدیث ، المراد منه هنا ان الخیر فی الاتباع سواء کان ذالك فی العزیمة او الرخصة وان استعمال الرخصة بقصدالا تباع فی المحل الذی وردت اولی من استعمال العزیمة بل ربما کان استعمال العزیمة حیئذ مر جو حا کما فی اتمام الصلوة فی السفر وربما کان مذ مومًا اذا کان رغبة عن السنة کترك المسح علی الخفین ...... ونقل ابن التین عن الدادی ان التنزه عما ترخص فیه النبی ﷺ من اعظم الذنوب لا نه یری نفسه اتقی لله من رسولهٖ وهذا الحاد(قلت) لا شك فی الحاد من اعتقد ذالك ولکن الذی اعتل به من اشیر الیهم فی الحدیث انه غفر له ما تقدم وما تا خر ای فا ذا ترخص فی شیء لم یکن مثل غیرهٖ ممن لم یغفر له ذالك فی فیحتاج الذی لم یغفر له ، الی الاخذ بالعزیمة والشدة لینجو ا فا علمهم النبی ﷺ انه وان کان غفر الله له ولکنه ، مع ذالك اخشی الناس لله واتقاهم فمهما فعله صلی الله علیه وسلم من عزیمة و رخصة فهو فیه غایة التقویٰ والخشیة لم یحمله التفضل بالمغفرة علی ترك الجد فی العمل قیا ما بالشکر ومهما ترخص فیه فانما هو للاعانة علی الغر یمة لیعملها بالنشاط ، یہی مطلب اس حدیث کا ہے کہ ان الله یحب ان توتی رخصه کما یحب ان تو تی عزائمه وهو مروی من حدیث ابن عمر اخرجه احمد ورجاله رجال الصحیح والبزار والطبرانی فی الاوسط اسناده حسن ومن حدیث ابن عباس اخرجه الطبرانی فی الکبیر والبزار ورجاله ثقات ومن حدیث ابن مسعود

اخـرجة الـطبرانی فی الکبیر والاوسط وفیه معقر بن عبدالله الانصاری قال العقیلی لا یتـا بع علیٰ حدیثهٖ ومن حدیث ابی الدرداء واثلة بن الاسقع وابی امامة وانس بن مـالك اخرجه ایضا فی الکبیر والاوسط وفیه عبدالله بن یزید ضعفه ، احمد وغیره مـن حـدیـث عـائشه اخرجه ، ایضا فی الاوسط وفیه عمر بن عبید صاحب الخمر وهـو ضـعیف کـذا فـی مـجـمع الزوائد صفحه ١٦٢ ـ ١٦٣ ج ٣ ـ والله تعالیٰ اعلم وعلمه ، اتم .

المسئلة السادسة عشرة : کس عمل کا آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہونا اس کے لیے دلیل کی ضرورت ہے؟

(الخصوصیة له ﷺ هل نحتاج الیٰ الدلیل ام لا) (خط فریق ثانی:۴)

نبی کریم ﷺ کی اطاعت ہم پر فرض ہے اور ہر بات میں آپ کی اطاعت کرنا ہے قـال الـلـه تعالیٰ: ﴿قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ﴾ (آل عمران :۳۱) وقال ﴿لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب : ۲۱) اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر بات میں آپ کی اطاعت کرتے تھے اور کبھی یہ خیال نہیں کیا کہ یہ کام آپ کے لیے خاص ہے بلکہ حسب استطاعت پیروی کرتے رہے الا یہ کہ جس کام کے متعلق آپ نہیں فرماتے یا بیان فرماتے کہ یہ کام میرے لیے خاص ہے تمہارے لیے نہیں ہے قال الهیثمی فی المجمع صفحه ١٧٤ ج ١ ـ بـاب اتبـاعـهٖ فی کل شیء عن مجاهد قال کنا مع ابن عمرؓ فی سفر فمر بمکان فحاد عنه فسئل لم: فَعَلْتَ قَالَ: رأیتُ رسولَ الله ﷺ فَعَلَ هَذافَفَعَلْتُ رو اه حمد والبزار ورجاله موثقون وعن انـس بن سیرین قال کنت مع ابن عمرؓ بعرفات فلما کان حین راح رحت معته حتی اتـی الامـام فـصـلـی مـعه الا ولیٰ والعصر ثم وقف وانا واصحاب لی حتی افاض الامـام فـافـضـنـا مـعة حتـی انتهیٰ الی المضیق دون الماز مین فاناخ فانخنا ونحن نـحسـب انـه یر ید انْ یصلی فقال غلامه الذی یمسك راحلته: انه لیس یرید الصلوٰة ولکنه ذکران النبی ﷺ لـما انتهی الی هذا المکان قضیٰ حاجته فهو یحب ان یقضی حـاجتـه رواه احمد ورجاله رجال الصحیح وعن ابن عمر: انه کان یا تی شجرة بین مکة والمدینة فیقیل تحتها ویخبر ان النبی ﷺ کان یفعل ذالك رواه البزار ، ورجاله مـوثـقـون وعن زید بن اسلم قال رایت ابن عمر محلول الازرار وقال رایت رسول الله ﷺ محلول الذار رواه البزار وابو یعلیٰ وفیه عمرو بن مالك ذکره ابن حبان فی

الثقات وكال يغرب ويخطى ، وفى سنن ابى داؤد صفحه ٥٦٤ ـ حدثنا النفيلى واحمد بن يونس قالا نا زهير ، حدثنا عروة بن عبدالله قال ابن نفيل ابن قشير ابو مهمل الجعفى نا معاوية بن قرة نا ابى قال اتيت رسول الله ﷺ فى رهط من مزينة فبايعناه وان قميصه لمطلق الا زرار قال فبا يعنه ثم ادخلت يدى فى جيب قميصه فميست الخاتم قال عروة فما رايت معاوية ولا ابنه الا مطلقى ازرارهما فى شتاء ولاحر ولا يزر ران ازرا رهما ابداً وفى كتاب التقبيل لا بن الاعرابى صفحه ٤ حدثنا على بن عبدالعزيز حدثنا ابن الاصبهانى حدثنا شريك عن ابن عون عن عمير بن اسحاق قال كنت اسير مع الحسن بن علیؓ فى بعض طرق المدينه فلقيه ابوهريرة فقال جعلنى الله فداك اكشف لى عن بطنك حتى اقبل الموضع الذى رايت رسول الله ﷺ يقبله فكشف عن بطنه فقبل سرته ، والحديث اخرجه احمد فى مسنده صفحه ٢٥٥ ج٢ ـ قال لنا محمد بن ابى عدى عن ابن عون عن عمير بن اسحٰق فذكره واخرجة ابن حبان فى صحيحه قال اخبرنا الحسن بن سفيان حدثنا ابو بكر بن ابى شيبة عن ابن عون عن عمير بن اسحاق فذكره كذا فى موارد الظمان الىٰ زوائد ابن حبان للهيثمى صفحه ٥٥٣ ـ فى باب ماجاء فى الحسن والحسينؓ من كتاب المناقب ـ اس طرح کے اور بھی آ ثار ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلافؒ آپ ﷺ کے ہر فعل کو قابل اتباع سمجھتے تھے اور صحيح مسلم صفحه ٣٥٣ـ٣٥٤ ج١ ـ مع النووى میں ہے کہ " حدثنا هارون بن سعيد الا يلى حدثنا ابن وهب اخبرنى عمرو وهو ابن الحارث عن عبد ربه بن سعيدعن عبد الله بن كعب الحميرى عن عمرو بن ابى سلمه انه سال رسول الله صلى الله عليه وسلم ايقبل الصائم ففال له رسول الله ﷺ سل هذه لام سلمة فاخبرته ان رسول الله ﷺ يصنع ذلك فقال يا رسول الله قد غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تا خر فقال له رسول الله ﷺ اما والله انى لا تقاكم لله واخشا كم له ، قال النووى ، سبب قول القائل انه من الخصائص فانكر عليه صلى الله عليه وسلم هذا وقال انا اتقا كم لله تعالىٰ واشد كم خشية فكيف تظنون بى او تجوزون على ارتكاب منهى عنه ، مختصرا وقال مسلم حدثنا يحى بن ايوب وقتيبه وابن حجر قال ابن ايوب حدثنا اسماعيل بن جعفر اخبرنى عبدالله بن عبدالرحمن وهو ابن معمر بن حزم الانصارى ابو طواله ان ابا يونس مولىٰ عائشة

اخبره عن عائشةؓ ان رجلاً جاء الى النبی ﷺ یستفتیه وهی تسمع من وراء الباب فقال یا رسول الله تدرکنی الصلوٰة وانا جنب فا صوم فقال لست مثلنا یا رسول الله ﷺ غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تا خر فقال والله انی لا رجوا ان اکون اخشا کم لله واعلمکم بما اتقی ان احادیث سے ثابت ہوا کہ جب تک خصوصیت کی دلیل نہ ہو آپ کے کسی فعل پر ایسا گمان نہیں کرنا چاہیے بلکہ سب لوگ اس میں شامل ہیں اس طرح وصال الصوم کی حدیث بھی اس پر دال ہے۔ وقال الحافظ فی الفتح صفحه ۱۰۸ ج ۵۔ فی باب الوصال من کتاب الصوم ، وفی احادیث الباب من الفوائد استواء المکلفین فی الاحکام ولان کل حکم اثبت فی حق النبی ﷺ ثبت فی حق امتہٖ الا مایستثی بدلیل ...... وفیه ان الصحابة کا نوا یر جعون الی فعلہٖ المعلوم صفت ، ویباد رون الی الا تئتساء به الا فیما نهاهم عنه مختصراً بلکہ صحابہ صرف آپ کی حرکات وسکنات کو دیکھتے تھے فا خرج ابو داؤد فی سننہٖ صفحه ۹۵ قال حدثنا موسیٰ بن اسماعیل السعدی عن ابی نضرة العبدی عن ابی سعید الخدری قال بینما رسول الله ﷺ یصلی با صحابہٖ اذ خلع نعلیه فو ضعهما عن یسارہٖ فلما رای القوم ذالكٖ القو نعا لهم فلما قضیٰ رسول الله ﷺ صلوٰته قال قال ما حملکم علیٰ القائکم نعا لکم؟ قالوا رایناك القیت نعلیك فا لقینا نعالنا فقال رسول الله ﷺ ان جبرئیلؑ اتانی فاخبرنی ان فیهما قذرا او قال اذی وقال اذا جاء احد کم المسجد فلینظر فان رای فی نعلیه قذرا او اذی فلیمسحه ولیصل فیهما والحدیث اخرج ابن حبان فی صحیحہٖ عبد بن حمید واسحٰق بن راهویه وابو یعلیٰ فی مسانید هم بنحوه کذا فی نصب الرایه للزیلعی صفحه ۲۰۸ ج ۱۔ یہاں آپ ﷺ نے ان کی اس اتباع پر انکار نہیں کیا بلکہ جو بات ان پر مخفی تھی وہ ظاہر کر دی اور نعلین کے اتارنے کی علت بیان فرمائی ثابت ہوا کہ ہر فعل قابل اتباع ہے اور خصوصیت محتاج دلیل ہے قال ابن حزم فی الاحکام صفحه ۴۳۳ ۔ ولا یجوز ان یقال فی شی من فعله علیه السلام انه خصوص له الا بنص فی ذالك لا نه ، علیه السلام قد غضب علی من قال ذالك وکل شی اغضب رسول الله ﷺ فهو حرام وذالك مذکور فی حدیث الانصاری الذی ساله عن قبلة الصائم فاخبره انه یفعل ذلك فقال له الا نصاری یا رسول الله انك لست مثلنا قد غفر الله ما تقدم من ذنبك وما تا خر فغضب رسول الله ﷺ فقال والله انی اتقاکم لله واعلمکم بما اتی وها اذرا و کما قال علیه السلام فلا یحل لا

حد بعد هذا ان يقول فى شىء فعله عليه السلام انه خصوص له الا بنص مثل النص الوارد فى الموهبة لقوله تعالىٰ ، خالصة لك من دون المومنين ، ومثل وصاله عليه السلام فى الصوم وقوله نا هيا لهم انى لست كهيئكم ومثل نو مه وصلاته دون تجديد وضوء فسئل عليه السلام عن ذالك فقال عيناى تنا مان ولا ينام قلبى ، فما جاء فى بيان كما ذكرنا فهو خصوص وما لم يات فيه نص كما قلنا فلنا ان نتا سى عليه السلام و لنا فى ذالك الا جر الجزيل ولنا ان نترك غير راغبين عن ذالك فلا ناثم ولا نوجر پس خصوصیت کا دعویٰ محتاج دلیل ہے،وبدونه لا تقبل وهكذا قاله الفقهاء قال ابو اسحاق الشيرازى فى اللمع صفحه ٣٧ فصل اذا فعل رسول الله ﷺ شيئا وعرف انه فعله على وجه الوجوب او على وجه الندب كان ذالك شرعا لنا الا ان يدل الدليل على تخصيصه بذلك وقال ابو بكر الدقاق لا يكون ذلك شرعاً لنا الا بدليل والدليل علىٰ فساد ذالك قوله عزوجل ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ ولا ن الصحابة كانو ا ير جعون فيما اشكل عليهم الى افعاله فيقتدون به فيها فدل علىٰ انه شرع فى حق الجميع ، وقال الشو كانى فى الا رشاد صفحه ٣٦ فان علمت صفته فى حقه من وجوب او ندب او ابا حة فاختلفوا فى ذالك علىٰ اقوال الاول ان امته مثلهٗ فى ذالك الفعل الاان يدل دليل على اختصاصه وهٰذا هوالحق وهكذا فى حصول الما مول للنواب صفحه ٤١ ۔ اسی طرح فقہاء حنفیہ نے بھی لکھا ہے کابن الهمام فى التحرير صفحه ٣٥٤ ۔ والا مير بادشاه فى شرحه التيسير صفحه ١٢٠ ج٣ ۔ والبزدوى فى كنز الوصول الى معرفة الا صول صفحه ٢٢٨ وغيرهم وبالله تعالىٰ التوفيق ومنه الهداية الىٰ سواء الطريق .

المسئلة السابعة عشرة: کسی عمل پر ہمیشگی کیا وہ وجوب کا درجہ رکھتی ہے یا نہیں؟

(المواظبة هل تدل على الوجوب ام لا) (خط فریق ثانی ۴)

ضمنی مسائل میں سے مسئلہ (۱۲) میں بیان کر آئے ہیں کہ افعال ندب واستحباب کے لیے ہیں وجوب کے لیے نہیں ہیں نیز ابتدائی مسائل میں سے مسئلہ (۲) میں بھی واضح کر آئے ہیں کہ مجرد دوام وجوب کی دلیل نہیں جبکہ اس کے لیے کوئی اور دلیل نہ ہو نیز ہم نے وہاں سید علی الجرجانی کی عبارت نقل کی ہے جس سے صاف معلوم ہوا کہ صرف دوام وجوب کے لیے نہیں ہے فارجع البصر هل ترىٰ من فطور والله اعلم واحكم .

المسئلة الثامنه عشره : کیا تراویح واجب اور ضروری ہے؟

(وجوب التراويح وعدمه) (خط فریق ثانی ۴)

اس کے متعلق بھی وضاحت کے ساتھ بیان ہو چکا ہے کہ فرائضہ خمسہ کے علاوہ باقی سب نمازیں تطوع ونفل ہیں اور امام ابن حزم کتاب مراتب الاجماع صفحہ ۳۲ میں فرماتے ہیں کہ 'واتفقوا علیٰ ان صلوٰة العيدين وكسوف الشمس وقيام ليالي رمضان ليست فرضاً وكذا لك التهجد على غير رسول الله ﷺ اور امام نووی شرح المهذب صفحه ۳۱ ج ٤۔ میں فرماتے ہیں کہ امام حكم المسئلة فصلوة التراويح سنة با جماع العلماء اور علامہ ابن رشد بدایۃ المجتہد صفحہ ۲۰۹ ج ۱ میں فرماتے ہیں واجمعوا علیٰ ان قيام شهر رمضان مرغب فيه اكثر من سائر شهر ، وفى نيل الاوطار صفحه ٥٤ ج ٣۔ " قال النووی اتفق العلماء على استحبابها ، " اس کے متعلق صحیحین وغیرہ کی مشہور حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ تیسری یا چوتھی رات کو نہیں نکلے تھے اور فرمایا کہ ما زال بكم الذى رايت من صنعكم حتى خشيت ان يكتب عليكم ولو كتب عليكم ما قمتم بهٖ فصلوا ايها الناس فى بيوتكم ان افضل صلوٰة المراء فى بيتهٖ الا الصلوٰة المكتوبه (المشكواة صفحه ١١٤) وفى المؤطا صفحه ٤٠ مالك عن ابن شهاب عن ابى سلمة بن عبدالرحمن بن عوف عن ابى هريره ان رسول الله ﷺ كان يرغب فى قيام رمضان من غيران يا مر بعزيمة الحديث قال الباجى فى المنتقٰى شرح الموطا صفحه ٢٠٦ ج ١ ـ يعنى من غير ان يوجب بل امر ندب وتر غيب وفسر ه بصيغة تقتضى التر غيب والندب دون الايجاب وهكذا فى تنوير الحوالك شرح مؤ طا للا مام مالك للسيوطى صفحه ١٠٣ نقلا عن النووى والله اعلم بالصواب واليه المرجع والماب .

المسئلة التاسعة عشرة : اقامت کتنے کلمات پر مشتمل ہے؟

(ثبوت الاقامة باحدى عشرة كلمة من البخارى) (خط فریق ثانی ۴)

دستور المنتقیٰ کی عبارت ملاحظہ ہو۔ تکبیر کے الفاظ یہ ہیں: الله اكبر الله اكبر اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان محمدًا رسول الله حى على الصلوٰة حى على الفلاح قد قامت الصلوٰة قد قا مت الصلوٰة الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله .

پھر حاشیہ پر لکھا ہے:

یہ تکبیر حضور اکرم ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو سکھائی تھی۔ (بحوالہ صحیح بخاری، دستور المتقی صفحہ ۱۰۲، طبع مسلم،

پریس کراچی) اس پر فریق ثانی نے مطالبہ کیا ہے کہ بخاری سے گیارہ الفاظ کی تکبیر نکال کر بتایئے خط ۴۔

دراصل یہ مطالبہ صحیح نہیں ہے کیونکہ مصنف دستور المنتقیٰ نے یہ نہیں کہا ہے کہ بعینہٖ یہ الفاظ بخاری شریف میں ہیں بلکہ اس کا ظاہر کلام یہ ہے کہ اس نے بخاری کی حدیث سے اس طرح اقامۃ کا استنباط کیا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں "باب الاقامة واحده الا قوله قد قامت الصلوٰة حدثنا علی بن عبدالله قال حدثنا اسماعيل بن ابراهيم قال حدثنا خالد الحذاء عن ابی قلابة عن انس قال امر بلال ان يشفع الاذان وان يوتر الا قامه" (بخاری صفحہ ۸۵ ج۱) اس حدیث سے مصنف نے یہ لیا ہے کہ اکہری اقامت رسول اللہ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو سکھائی لان الا مر هو صلی الله عليه وسلم كما تقرر فی اصول اور مصنف نے اکہری اقامت کے کلمات بتلائے ہیں کہ اس طرح ادا کیے جائیں یہی اس کی عبارت کا حاصل ہے اس پر اعتراض کرنا درست نہیں ہے (والله اعلم وعلمه اتم واحکم)

المسئلة الموفية للعشرين: جنت اور جہنم کہاں ہیں دلیل سے ثابت کریں؟

(این الجنة والنار وثبوت ذالك من النص) (خط فریق ثانی ۴)

دستور المتقیٰ صفحہ ۱۸ پر یہ عبارت ہے۔

کسی نص سے صراحتاً یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ جنت وجہنم کہاں ہیں؟ اگر چہ جنت کو آسمان پر اور جہنم کو زمین پر بتایا گیا ہے، فریق ثانی کا کہنا ہے کہ جنت ساتویں آسمان پر ہے کیونکہ قرآن کریم کا ارشاد ہے ﴿عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى﴾ (النجم: ۱۴ تا ۱۵) اور معراج کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سدرة المنتهیٰ کا ساتویں آسمان پر حوالہ دیا ہے پس جنت بھی وہاں ہے۔

اقول! یہ آیت وحدیث اس مسئلہ پر نص صریح ہے اور سب اہل عقائد واہل تفسیر اس آیت کا بھی یہی مطلب لیتے ہیں حافظ ابن القیمؒ نے کتاب حادی الارواح صفحہ ۴۳۔ میں اس مسئلہ کے لیے مستقل عنوان رکھا ہے الباب الثالث عشر فی مکان الجنة واین هی" اور اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں وهكذا الا مام ابن حزم فی الفصل صفحه ۸۲ ج ۴۔ میں نیز دوسری آیت سے بھی استدلال کیا گیا ہے قال الله تعالى ﴿وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ﴾ (الذاریات: ۲۲) قال ابن جرير فی تفسیرہ صفحه ۲۰۶ ج۲۶ ۔ حدثنی الحارث قال ثنا ورقاء عن ابن نحيج عن مجاهد وفی السماء رزقکم وما توعدون يقول الجنة فی السماء وما تو عدون من خيرٍ او شرِ ، وقال حدثنا ابن حميد قال ثنا مهران عن سفيان وما تو عدون من الجنة اور معراج کی جتنی حدیثیں ہیں یہی بتاتی ہیں کہ جنت آسمان پر ہے ہاں انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں

سدرۃ المنتھیٰ کا ذکر ساتویں آسمان پر آیا ہے کما ذکرہ الفریق الثانی اور اکثر روایتیں اس طرح ہیں لیکن ابن مسعودؓ کی حدیث میں چھٹے آسمان پر ہونے کا ذکر ہے فاخرج احمد وعبد بن حمید ومسلم والترمذی وابن جریر وابن المنذر وابن مردویة والبیھقی فی الدلائل ، عن ابن مسعود قال کما اسری بر سول الله ﷺ انتھیٰ بہٖ الی سدرة المنتھیٰ وھی فی السماء السادسة الیھا ینتھی ما یعرج من الارواح فیقبض منھا والیھا ینتھی ما یھبط من فوقھا فیقبض منھا " الحدیث کذا فی الدر ر المنثور صفحه ۱۲۵ ج۶۔ مگر دراصل یہ اختلاف نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ سدرة المنتھیٰ کا اصل چھٹے آسمان پر ہے اور باقی سارا درخت ساتویں آسمان پر ہے قال النووی فی شرح المسلم صفحه ۹۷ ج۱۔ قال القاضی کونھا فی السماء السابعة ھو الاصح وھو قول الا کثرین وھو الذی یقتضیه المعنیٰ وتسمیه بالمنتھیٰ قلت ویمکن ان یجمع بینھما فیکون اصلھا فی السادسة ومعظمھا فی السابعه فقد علم انھا فی نھایة من العظم وقال الخلیلؒ ھی سدرة فی السماء السابعة قد اظلت السماوات والجنة" وھکذا فی الفتح صفحه ۲۱۲ ج۸ ۔عصر فقال یحمل علی ان اصلھا فی السماء السادسة واغصانھا وفر عوھا فی السماء السابعة ولیس فی السادسة منھا الا اصل ساقھا " اسی طرح دوسری روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے ففی حدیث البخاری صفحه ۳۹۱ ج۱ ۔ باب درجات المجاھدین فی سبیل الله من کتاب الجھاد من حدیث ابی ھریرہ وفیه ان الجنة مائة درجه اعد ھا الله للمجاھدین فی سبیل مابین الدرجتین کما بین السماء والارض فاذا سالتم الله فاسئلوا الفردوس فانه اوسط الجنة واعلی الجنة اراہ قال وفوقهُ عرش الرحمن ومنه تفجر انھار الجنة واخرجه الترمذی صفحه ۷۶ج۲ عن معاذ بن جبل وعبادة بن الصامتؓ اور مصنف دستور المتقیٰ نے بھی آسمان پر ہونے کا انکار نہیں کیا ہے لیکن جگہ کی تعین متعین کی ہو وہ بھی بحمد للہ ہوگئی۔

تنبیه: ......فریق ثانی نے جھنم کے متعلق کچھ نہیں کہا ہے مگر مصنف دستور المتقی نے اس کو زمین پر بتایا ہے۔" وروی ابو نعیم من طریق محمد بن فصیل ثنا محمد بن عطیه عن ابن عباسؓ انه قال فی الجنة فوق السماء السابعه ویجعلھا الله حیث شاء یوم القیامة وجھنم فی الارض السابعة واخرج ابن مندة قال حدثنا احمد بن اسحٰق ثنا ابو احمد الزمیری ثنا محمد بن عبید الله عن سلمه بن کھیل عن ابی الزعراء عن عبدالله قال الجنة فی

السماء الرابعة فاذا كان يوم القيامة جعلها الله حيت يشاء والنار فى الارض السابعة جعلها الله حيث يشاء فاذا كان يوم القيامة واخرج ايضاً عن احمد بن اسحاق عن الزبيرى عن اسرائيل عن ابن ابى يحيىٰ عن مجاهد قال قلت لابن عباس اين الجنة قال فوق سبع سماوات قلت فاين النار قال تحت سبعة ابحر مطبقة كذا فى حاوى الارواح صفحه ٤٣ـ٤٤ ـ والله اعلم بالصواب ـ وعنده ام الكتاب ومنه الوصول الى طريق للصواب

المسئله الحادية والعشرون : اگر کوئی امام عید میں کسی بدعت کو فروغ دے تو اس کے ہمراہ عید کی نماز اداء کی جائے یا نہیں؟

(اذا احدث الامام بدعة فى العيد هل يصلى معه ام لا) (خط فریق ثانی ۴ـ)

مسئلہ (۱۴) میں اسی مسئلہ کو اچھی طرح واضح کیا گیا ہے وہاں رجوع کرنا چاہیے اگر امام میں ایسی بدعت نہیں جس سے کفر لازم آئے یا طریقہ نبوی کے خلاف نہیں پڑھاتا ہو تو پھر علیحدگی درست نہیں کما بیناہ ـ بلکہ خود ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے خطبہ عید نماز سے پہلے کرنے پر اعتراض بھی کیا مگر علیحدہ نماز نہیں پڑھی اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عید گاہ کے میدان میں منبر لانے پر بھی اعتراض تھا لیکن علیحدہ جماعت نہیں کی کیونکہ اگر چہ یہ کام تو خلاف سنت تھے مگر نفس دو رکعت نماز صحیح تھی ہاں اگر تنبیھا ایسا کرے تو اور بات ہے لیکن وہ بھی اس وقت جب وہ یہ پختہ یقین کر لے کہ ایسا کرنے سے امام راہ راست پر آ جائے گا فافهم ولا تعجل وبالله تعالى التوفيق وهو الرفيق ونعم الرفيق.

المسئلة الثانية والعشرون :

قوله تعالىٰ ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ.... الآية﴾ (خط فریق ثانی ۴)

اس سے فریق ثانی کا یہ استدلال ہے کہ۔

"بیان کر دیا کہ کوئی بھی نماز ہو چاہے جمعہ کی ہو یا عیدین کی سلام پھیرتے ہی مقتدی کو حق ہے کہ وہ جائے یا بیٹھا رہے (خط فریق ثانی ۴ـ۱۲) حافظ ابن جریر اپنی تفسیر صفحہ ۱۰۲ ج ۲۸ میں فرماتے ہیں کہ يقول تعالىٰ ذكره فاذاقضيت صلوٰة الجمعة يوم الجمعة فانتشروا فى الارض ان شئتم ذالك رخصة من الله لكم فى ذالك وينحو الذى قلنا فى ذالك قال اهل التا ويل ذكر من قال ذالك حدثنى يعقوب بن ابراهيم قال حدثنا هشيم قال اخبر نا حصين عن

مجاهد انه قال هي رخصة يعني قوله فاذا قضيت الصلوٰة فانتشروا في الارض حدثت عن الحسين قال سمعت ابا معاذ يقول ثنا عبيد قال سمعت الضحاك يقول في قوله فا ذا قضيت الصلوٰة فانتشرو ا في الارض قال هذا اذن من الله فمن شاء خرج ومن شاء جلس حدثني يونس قال اخبرنا ابن وهب قال قال ابن زيد اذن الله لهم اذا فرغوا من الصلوٰة فاذا قضيت الصلوٰة فانتشروا في الارض وابتغوا من فضل الله فقد احللته لكم اور یہ امر اباحت کے لیے ہے جیسا کہ ابن جریر کی عبارت اور آثار سے ظاہر ہوا اور خود فریق ثانی کی عبارت کا بھی ماحصل یہی ہے نیز اور مفسرین نے بھی تصریح کی ہے کما فی القرطبی صفحہ ۱۰۸ ج ۱۸۔ وابن کثیر صفحہ ۳۶۷ ج ۴۔ والنسفی صفحہ ۲۵۶ ج ۴۔ والخازن مع البغوی صفحہ ۷۸۔۷۹ ج ۷۔ والجمل صفحہ ۳۴۴ ج ۴۔ اب یہاں دو امر قابل غور ہیں

(۱)......انتشار کا حکم نماز کو پورا کرنے تک انتظار کرنے کو مستلزم ہے کیونکہ جملہ شرط ہے 'فاذا قضيت الصلوٰه فانتشرو افي الارض لہٰذا قضاء الصلوٰۃ کا وجود انتشار فی الارض کے لیے شرط ہے گویا کہ یہ امر تمام نماز کے پوری کرنے کے امر کو متضمن ہے اور نماز فرض وتطوع دونوں لفظ الصلوٰۃ میں داخل ہیں یعنی مکمل نماز مع الرواتب پوری کر کے پھر جائیں اور فرض نماز کے لیے امر فرض ہے اور غیر فرض کے لیے امر ندب ہے جیسا کہ حدیث ہے، من نام عن الصلوٰة او نسيها فليصلها اذا ذكر ها قال الامام ابن حزم في المحلىٰ صفحه ۱۰۳ ج ۳ ـ هذا عموم يد خل فيه كل صلوٰة فرض ونافلة فهو بالفرض امر فرض وبالنافلة امر ندب وحض لان النا فلة لا تكون فرضاً پس اس آیت میں من وجہ وجیہ سنن ورواتب کے لیے ترغیب وتخصیص ہے۔

(۲)......اگر فرض نماز ہے تو بھی انتشار فی الارض کا امر مراد اباحۃ کے لیے ہے کما مر اور سنن ورواتب کی فضیلۃ وتاکید سے کسی کو انکار نہیں بلکہ اھل الخیر فضیلۃ، وترغیب کو یقیناً اباحت پر ترجیح دیں گے۔ الغرض جس طرح یہاں اجازت معلوم ہوتی ہے اس طرح اس سے مسنون فعل کے لیے ٹھہرنا بھی افضل ثابت ہوتا ہے۔

تنبیہ: ......فریق ثانی نے عیدین کا بھی ذکر کیا ہے اور آیۃ کریمہ جمعہ کے لیے نص ہے لہٰذا یہ قیاس ہے منصوص نہیں۔ بلکہ سیوطی الاکیل فی استنباط التنزیل صفحہ ۲۱۰۔ میں آیۃ بالا کے تحت لکھتا ہے کہ " ابـاح الانتشار عقيب الصلوٰة فيستفاد منه تقديم الخطبة عليها " اور عیدین میں خطبہ نماز کے بعد ہوتا ہے لہٰذا یہ اس میں داخل نہیں کیا جا سکتا اس سے خطبہ عیدین کے ترک پر استدلال کرنا درست نہیں البتہ

ترک السنن والنوافل پر ہوسکتا ہے لیکن جس طرح کہ ہم نے بیان کیا ہے اور مؤکد ومرغب ہونے کو منافی نہیں بلکہ من وجہ مؤید ہے۔ وباللّٰہ التوفیق ومنہ الوصول الی الحق الحقیق۔

المسئله الثالثه والعشرون : امام مالک کے قول کی وضاحت؟

(قول الا مام مالك ومفهومه ومعناه) (خط فریق اول۔۴)

موطا مالک صفحہ ۶۴۵ پر یہ عبارت ہے۔

"قال يحى سئل مالك عن رجل صلى مع الامام يوم الفطر هل له ان ينصرف قبل ان يسمع الخطبة فقال لا ينصرف حتى ينصرف الامام اور المدونه كبرى صفحه ١٦٨ ج١۔ میں ہے" قال فقلنا لمالك فمن شهد العيد من النساء والعبيد ممن لا يجب عليهم الخروج فلما صلوا مع الا مام ارادو الانصراف قبل الخطبة يتعجلون لحاجات ساداتهم والمصلحة بيو تهم قال لا ادرى ان ينصر فوا الا بانصراف الا مام اس عبارت سے مراد تاکید وترغیب ہے نہ کہ وجوب وفرضیۃ بلکہ استحباب وسنت کو نہ چھوڑنے کی تاکید ہے کما ذکرنا من كلام ابى الوليد الباجى فى المسئلة الاولىٰ وقال الزرقانى فى شرح الموطا صفحه ٣٦٩ ج١۔ قال يحيىٰ سئل مالك عن رجل صلى مع الامام هل له ان ينصرف قبل ان يسمع الخطبة قال لا ينصرف حتى ينصرف الامام اى يكره ذالك لمخالفة السنة وقال الشيخ ابو عبيد الله محمد بن خلفه الوتستانى۔ لابى المالكى فى '' اكمال اكمال المعلم شرح صحيح مسلم صفحه ٣٨ ج٣۔ " الخطبة سنة كما تقدم ...... ولا ينصرف احد قبلها الا لعذر مختصرا ثابت ہوا کہ امام ممدوح کے قول سے مراد تاکید ہے وجوب نہیں۔ والله اعلم بالصواب وعنده علم الكتاب۔

المسئلة الرابعة والعشرون : کتاب دستور المتقیٰ کا مصنف کون ہے؟

(مصنف دستور المنتقىٰ) (خط .... الفریقین)

اس کتاب کا پرانہ نسخہ ہم نے دیکھا ہے جو کہ ۱۳۰۹ھ۔ میں باہتمام جناب سید محمد معظم صاحب مالک مطبع فاروقی دہلی میں طبع ہوا ہے اس کے سرورق پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

جس کو احقر العباد طالب افعال سنن احمد حسین ...... دیوانی مہتمم مدرسہ حقانی چھاونی نصیر آباد راجپوتانہ ضلع اجمیر واسطے، فائدہ ...... بچوں اہل اسلام کا کتب احادیث صحاح مترجمہ حضرت والا جاہ امام المسلمین مجد الدین آقاء نا مدار جناب مولانا نواب سید محمد صدیق حسن خان صاحب بہادر مرحوم نوراللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ سے اقتباس بتصیح جناب متبع احادیث رسول رحمانی مدرس اول مدرسہ حقانی عالم کتاب اللہ الکریم مولانا وشیخنا محمد

عبدالحکیم صاحب دام فیضہم نے مرتب کیا۔

اس عبارت سے واضح ہوا کہ کتاب کا اصل مصنف مولانا احمد حسن صاحب ہیں جو کہ علامہ عبدالحکیم صاحب نصیر آبادی کے تلمیذ ہیں اور چھاونی نصیر آباد کے مدرسہ حقانی کے مہتمم بھی رہ چکے ہیں تغمده الله برحمته الواسطه وبه وصلنا الى الخاتمه ، والحمدلله على التمام وحسن الختام كسلك النظام وسبحة العقائق نحمده اولاً واخرا وظاهراً وباطناً حق حمده بعدد خلقه والخلائق ونشكره على آلائه حق شكره بقدر السنوات والشهور والا سابيع والا يام والساع والدقائق .

ونثنى عليه كما هو اهله ، حيث سهل لناما اشكل واحكل والتميز بين الباطل والحقائق ونمجده وهو اهل التمجيد على ما وفقنا للتحقيق بالفلق فى الخلاقيات والتوفيق بين الجما عات والو سائق ونذ كره كما علمنا مالم نكن نعلم وانزله الينا فى الكتب الوثائق ندعوه خيفة وخيفة فى السر والعلن ونستانس به فى الحضر ونتزو ده فى السفر كالو ثائق .

ونعبده مخلصين له ، الدين حنفاء ونركع ونسجد واليه نحفد فى الرخاء والرغد والشظف والحوالق ونستعينه فى الشدائد والكربات والصفائن .

ونومن به ايما ن من لا يرتاب ولا يزل ولا يزلق ما دامت الحياة بين الترائب والترائق ونتوكل عليه فى الكثير واليسير والقليل والجليل والعظائم والصلائق ونستهديه لطريقة القديم وهذه المستقيم المسلوك لا هل الا حسان واتباع اثار هم والسلائق .

ونستعينذه من زوال نعمته ، فجأة نقمنه وتحول عافيته وجيع انواع العذاب والبوائق .

ونلتجأ لديه من مكاره الاعمال ومساوى الا خلاق وشر ور الا نفس والبوالق ونستو فقه لما لى العادات ومكا رم العبادات وما يحبه ويرضاه من الحسنات العقائق ونستعصم به عن الخطاء والخبل والزلق والزلل والعوائق ونسا له ، راجنى راغبينى ان يد خلنا جنة الفر دوس ونعما ئها من الانهار والحدائق ونتضرع عند بابه مشفقين خاشعين ان يزحزحنا من النار وما فيها من الا لام والد دائق .

ونرجوا من جنابه ان ير فعنا درجات ولا ينزلنا دركات بالفوز والفلاح وللود

والا صلاح والعلائق ونصلی ونسلم امثالاً لامره علی رسولہٖ الکریم الی کافة الناس من اهل البلاد والقریٰ والنتائق ما دامت الملٰئکة تسبح بحمد ربهم وتقدس له والنجوم تسبح فی السماوات والطرائق وما بقی الذکر والشکر والرکوع والسجود والقیام والقعود والدراسة وتلاوة الکتب والبطائق .

وانا العبد الفقیر الراجی الی رحمة ربه القول ابو محمد بدیع الدین شاه عفی الله عنه

ہم دونوں ذیل میں دستخط کنندگان کو اس فیصلہ کی نقل موصول ہوئی بتاریخ ۸ رجب المرجب سنہ ۱۳۸۹ھ بمطابق ۲۸ ستمبر ۱۹۶۹ ع.

محمد عتیق سلیم خود
۲۰/۹/۶۹

فیصلہ کی کاپی جو کہ ۲۸ ورق پر مشتمل ہے وصول پائی
محمد یوسف کلکتہ والے ۔ ۲۱/۹/۶۹

المقالة الثالثة

رفع الیدین کے بارے میں چند شبہات کا ازالہ

علماء احناف کے سرخیل مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی صاحب نے ایک رسالہ بنام ”کشف الرین عن مسئلة رفع الیدین“ تحریر کیا جس میں انھوں نے رکوع میں جاتے ہوئے رکوع سے سر اُٹھاتے ہوئے اور دوسری رکعت کے بعد تیسری رکعت کے لیے اُٹھتے ہوئے رفع الیدین کا عدم ثبوت پیش کیا تھا تو سیّد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ نے اس کا جواب عربی زبان میں ”عین الشین بترك رفع الیدین“ کے نام سے دیا جس کا جواب ابھی تک علماء احناف پر قرض ہے اس کا اُردو ترجمہ بلتستان کے ساتھی نے کیا ہم دونوں زبانوں میں یہاں یہ مقالہ پیش کر رہے ہیں۔“

(الازہری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدلله الذى اظهر الزين ، وابرز الشين ، وميز احدهما عن الآخر ، ولم يذرهما بين وبين؛ لئلا يتحير الطالب ، فيقول: اين؟ فاين؟ ووزن جميع المسائل بلسان العين ، ومن جملتها ، مسئلة رفع اليدين .

والصلوة والسلام على رسوله صاحب العلم والعين محمد العربى العزيز اللين ، الذى كان له فى الصلوة قرة للعين ، فصلى امام الثقلين مع الخضوع والكين ، كما جاء بها الروح الامين ، الطاهر من المين ، واخبر: ان كما اصلى هى الاسوة؛ لاما يحدثه القين ، ومن اطاعنى فله الغين ، ومن عصانى فهو فى الحين ، مع آله وصحبه. والعين ما صبح اللسان بين اللوزتين ، وسبح الجنان بين اللوحتين .

اما بعد: فهذا تنقيد رسالة المخدوم محمد هاشم -الشهير منذ القرنين-التى جمعها فى اثبات: عدم الرفع عند الذهاب الى الركوع ، والقين ، والقيام الى الثالثة من الاثنتين ، وشمر ذيله ، والقى ما فى يديه ، والجيبين مع ان اثبات العدم ليس بالهين ، ولومع التعب ، الاين وان سماها بكشف الرين عن مسئلة رفع اليدين؛ ولكنها فى الحقيقة كالجيم مع الدنس والوين بل كاللوف واللوب مع الغين فالواجب: انقاء ما هوالحق من الامرين . شرعت فيه مسميا له "بعين الشين بترك رفع اليدين" والمسؤل من الله اصلاح ذات البين . بالتوفيق؛ لاعمال الحق؛ وللباطل بالطين۔

قوله:فمما ينبغى ان يعلم:ان الاحاديث ثابتة فى كل الطرفين الخ.

اقول: قال الشيخ الكبير ، ابو الحسن السندى فى (حاشية النسائى - ج۱ ص۱۵۸ ، وفتح الودود شرح ابى داود): " فالسنة هى الرفع ، لا الترك"۔ وقال شيخ الاسلام ابن تيمية فى (فتاواه - ج۱ ص۸۸) بعد ذكر الاحاديث "فهذه احاديث صحيحة ، ثابتة ، مع مافى ذلك من الآثار - وليس لها: ما يصلح ان يكون معارضا ، ومقاوما:فضلا ان يكون راجحا والله اعلم" <اھ> .

وهكذا: قال تلميذه الشهير الحافظ ابن القيم ففى كتابه (زاد المعاد - ج اص۵۷) <نظامى كانبور > "وروى رفع اليدين عنه فى هذه المواطن الثلاثة: نحوا من ثلاثين نفسا واتفق على روايتها العشرة ولم يثبت عنه:خلاف ذالك البتة؛ بل كان ذلك هديه دائما الى ان فارق الدنيا" . <اھ> .

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

الحمد لله الذی اظهر الزین ، وابرز الشین ، ومیز أحدهما عن الآخر ولم یذرهما بین بین لئلا یتحیر الطالب فیقول فأین؟ ووزن جمیع المسائل بلسان العین من جملتها مسئلة رفع الیدین . والصلاة والسلام علیٰ رسوله صاحب العلم والعین محمد العربی العزیز اللین ، الذی کان له فی الصلاة قرة العین ، فصلی امام الثقلین مع الخضوع والکین ، کما جاء بها الروح الأمین الطاهر من المین ، واخبر ان کما اصلی هی الاسوة لا ما یحدثه القین ومن اطاعنی فله الغین ومن عصانی فهو فی الحین ، مع اله واصحابه والعین ما صبح اللسان بین للوزتین ، وسبح الجنان بین اللوحتین .

امابعد!

یہ رسالہ مخدوم محمد ہاشم صاحب کے رسالہ پر تنقید ہے جو تقریباً دو صدیوں سے مشہور معروف چلا آ رہا ہے۔ جن میں موصوف نے رکوع میں جاتے ہوئے رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے اور دوسری رکعت کے بعد تیسری رکعت کے لیے اٹھتے ہوئے رفع الیدین کا عدم ثبوت پیش کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اس کام کے لیے انہوں نے دامن سمیٹ کر، پائنچے اٹھا کر، اپنے پاس جو کچھ تھا سب پیش کر ڈالا مگر عدم رفع الیدین کو ثابت نہ کر سکے اس لیے کہ یہ کوئی آسان کام نہیں ہے اگر چہ اس میں کتنی ہی مشقت، تھکن اور درماندگی برداشت کر کے کوشش کی جائے (یعنی یہ ایک ناممکن کام ہے)۔

انہوں نے اپنے رسالہ کا نام ''کشف الرین عن مسئلة رفع الیدین'' رکھا ہے جبکہ حقیقتاً میلا کچیلا ہونے میں یہ کالے انگور سے بھی زیادہ سیاہ ہے بلکہ کوئلے کی مانند ہے۔

لہٰذا ضروری ہوا کہ ان دونوں معاملات میں سے جو حق ہے اس کو ظاہر اور واضح کیا جائے چنانچہ میں نے یہ رسالہ ''عین الشین بترك رفع الیدین'' کے نام سے تحریر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اصلاح ذات البین اور حق کو ماننے اور باطل کو چھوڑنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔

(اُن کا کہنا ہے):...... یہ جان لینا لازمی وضروری ہے، کہ احادیث دونوں جانب ثابت ہیں یعنی

وقال سيد المحدثين ابو عبد الله البخارى: فى جزء ه (ص ١٦ طبع ملتان) "ولم يثبت عند اهل النظر، ممن ادركنا من اهل الحجاز واهل العراق منهم: عبدالله بن الزبير (١)، وعلى بن عبدالله جعفر ويحى بن معين، واحمد بن حنبل، واسحاق بن راهويه، هولأ اهل العلم من بين اهل زمانهم. فلم يثبت عند احد منهم: علم فى ترك رفع الايدى عن النبى ﷺ ولاعن احد من اصحاب النبى ﷺ انه لم يرفع يديه".

فهذه العبارات كلها: ترد على ما ادعاه المصنف وهذا لاينكره الا المتعسف لاسيما اتفاق محدثى الحجاز والعراق. كما نص عليه البخارى، الذى اتفق الناس على جلالته فى الشان، ولاتنازع فى صحة تنقيده اثنان، كما صرح به العينى فى مقدمة (العمدة) واين مقدار كلامه مع اولاء ؟! ولا غرو. فانه لكل فن رجال: فرجال للحرب، وللقصية رجال.

قوله: اما الاحاديث فمنها حديث ابن مسعود رَضَى اللهُ عَنهُ الخ.

اقول: رحى اسانيد هذا الخبر تدور على عاصم بن كليب، وهو وان وثق. كما ذكره المصنف عند توثيق رجال السند. ولكن ليس ممن يكون تفرده حجة. فقد نص الامام ابن المدينى "انه لايحتج به اذا انفرد". كما فى (الميزان للذهبى ج ٢ ص ٥ والتهذيب ج ٥ ص٥٦). وكذا قاله: عنه، يعقوب بن شيبة فى مسند عمر.

وهذا: مما تفرد به؛ فلا ينتهض حجة. وما ذكر المصنف من سند الدار قطنى، ومسانيد الامام ابى حنيفة: فلا تصلح للمتابعة فضلا عن الاحتجاج به. كما سياتى الكلام عليه فى موضعه؛ ولهذا قال الامام عبدالله بن المبارك "لم يثبت حديث ابن مسعود عن النبى ﷺ لم يرفع الا اول مرة". رواه: عنه الترمذى فى (السنن - ج١ ص٢٥). وابن المبارك؛ من تلامذه الامام ابى حنيفة؛ فتنصيصه غاية فى المرام، وليس هو بمنفرد، بل من مضعفى الخبر: الامام، احمد -المعتدل فى الشان- كما فى (الرفع والتكميل - ص ١٩) للكهنوى. نقلا عن السخاوى، وهو عن الذهبى؛ ثم شيخه؛ يحى بن آدم والبخارى. وابو حاتم، ثم ابنه، وابو داود، والدار قطنى وقال ابن حبان: "هذا احسن خبر روى لأهل الكوفة فى نفى رفع اليدين فى الصلوة عند الركوع وعند الرفع منه؛ وهو فى الحقيقة اضعف شئ يعول عليه لان له عللا (١) تبطله".

حالتِ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اُٹھتے وقت رفع الیدین کرنا، اور دونوں مذکورہ حالتوں میں رفع الیدین نہ کرنا......الخ۔

(میں کہتا ہوں): ...... شیخ الکبیر ابوالحسن السندی (حاشیہ نسائی ج۱ص۵۸) اور فتح الودود شرح ابی داوٗد میں کہتے ہیں: " فالسنة هی الرفع لا الترك " یعنی سنت رفع الیدین کرنا ہے نہ کہ چھوڑ دینا۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب فتاویٰ (ج۱ص۸۸) میں ان احادیث کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ:

"فهذه احاديث صحيحة ، ثابتة ، مع ما فی ذلك من الآثار ۔ وليس لها ما يصلح ان يكون معارضا ، ومقاوما ، فضلا ان يكون راجحًا۔ والله أعلم . "

یعنی " یہ احادیث صحیح اور ثابت ہیں اس کے ساتھ اس بارے میں آثار بھی ہیں اور یہ کہ ان کے مقابلے میں کوئی ایسی حدیث نہیں جو ان کے معارض یا مخالف ہو چہ جائیکہ وہ (ان احادیث کے مقابلے میں) راجح ہو۔ واللہ اعلم۔"

اسی طرح ان (شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ) کے مشہور شاگرد حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب زادالمعاد (ج۱ص۵۷) طبع نظامی کانپور۔ میں لکھا ہے کہ:

"وروى رفع اليدين عنه فی هذه المواطن الثلاثة نحوا من ثلا ثين نفسا واتفق على رواياتها العشرة ولم يثبت عنه خلاف ذلك البتة بل كان ذلك هديه دائما الى ان فارق الدنيا . "

"یعنی آپ ﷺ کا ان تین مواقع پر رفع الیدین کرنا تقریباً تیس آدمیوں نے روایت کیا ہے۔ اس کو روایت کرنے میں عشرہ مبشرہ متفق ہیں اور آپ ﷺ سے اس کے برخلاف بالکل بھی ثابت نہیں ہے بلکہ یہی (رفع الیدین کرنا) آپ ﷺ کا دنیا سے انتقال فرمانے تک معمول اور طریقہ کار رہا ہے۔"

سید المحدثین ابوعبداللہ البخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب جزء رفع الیدین (ص۱۶) طبع ملتان میں لکھا ہے:

"ولم يثبت عند اهل النظر ممن أدر كنا من اهل الحجاز واهل العراق منهم عبدالله بن الزبير وعلى بن عبدالله وجعفر ويحيىٰ بن معين واحمد بن حنبل واسحاق بن راهويه ، هؤلاء اهل العلم من بين اهل زمانهم ، فلم يثبت عند احدهم منهم علم فی ترك رفع يديه . "

"یعنی اہل حجاز اور اہل عراق میں سے جن اہل نظر کو ہم نے پایا ان کے نزدیک ترک رفع الیدین

كـذا فـى (التـلـخيص الحبير - ج١ ص٨٣) للحافظ ابن حجر العسقلانى، وضعفه: ايـضـا الـحـافـظ ابـن عبـد البر فى (التمهيد) ونقل عن البزار (١) انه قال: "لا يثبت ولايحتج بمثله" <اهه>.

فـاذا تـظـافـرت فـى تضعيفه اقوال اهل الشأن؛ فكيف يقاوم الاخبار الصحاح التى وردت فـى جـانـب الاثبات، حتى يصح قول المخدوم "ان الاحاديث ثابتة فى كل الـطـرفيـن". وايـضـا فزيادة "ثم لم يعد" ونحوها؛ اتفق الحفاظ على خطأها كما فى (عـلـل الـحـديـث) لابـن ابـى حـاتـم، وكتاب (رفع اليدين) للمروزى و (الوهم والايهام) لابن القطان؛ وقال البخارى فى جزءه (ص١٣) "قال احمد بن حنبل عن يـحى بن آدم: نظرت فى كتاب عبدالله بن ادريس عن عاصم بن كليب وليس فيه ثم "لـم يعد" فهذا اصح. لان الكتاب احفظ عند اهل العلم؛ لان الرجل يحدث بشئ، ثم يرجع الى الكتاب، فيكون كما فى الكتاب. حدثنا ابن ربيع ثنا ابن ادريس، عن عـاصـم بـن كليب، عن عبدالرحمن بن الاسود، ثنا علقمة: ان عبدالله قال: علمنا رسـول الله ﷺ الصلاة، فقام فكبر ورفع يديه، ثم ركع فطبق بين يديه، فجعل بين ركبتيـه، فبـلـغ ذلك سـعـداً. فـقـال: صـدق اخـى؛ الا بل كنا نفعل ذلك فى اول الاسـلام، ثـم امرنا بهذا. قال البخارى: وهذا المحفوظ عند اهل النظر من حديث عبدالله بن مسعود" <اهه>. فهذا صريح فى ان الخبر شاذ، بل مقلوب بل قد ثبت من خبر ابن ادريس: ان ابن مسعود ممن يروى: اثبات الرفع؛ لان قوله: فكبر، ورفع يـديـه، ثـم ركـع، مبيـن فـى ذلك۔وقـد ادخـل ابـوداؤد: هـذا الخبر، فى (سننه ج١ ص١٤٩) فى ابواب رفع اليدين. ولو سلم انهما خبران فعلى تقدير الصحة هذا خبـر نـاسـخ؛ لـمـا ذكـره الـمـصـنف؛ لان سعد بن ابى وقاص بين ان هذا فى اول الاسـلام. فـان قـلـت: انهـمـا واحد ثبت ما قلناه من القلب والشذوذ. وايضا ففيه تسـليـم من سعد للرفع عند الركوع؛ لانه انما انكر التطبييق فقط. فدل على بقائه، وقال البيهـقى فى (سننه - ج٢ ص٧٩) "فان كان الحديث: على ما رواه ابن ادريس؛ فقد يكون عـاد لرفعهما فلم يحكه: وان كان: على ما رواه الثورى، ففى حديث ابن ادريس: دلالة عـلـى ان ذلك كـان فـى صـدر الاسـلام، ثـم سـنـت بعده السنن، وشرعت بعده الشرائع، حفظها من حفظها، وادها؛ فوجب المصير اليه - وبالله التوفيق" <اهـ>.

ثابت نہیں ہے۔ ان میں سے عبداللہ بن زبیر (یعنی امام حمیدی) علی بن عبداللہ (علی بن مدینی) جعفر، یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ وغیرہ ہیں یہ اپنے زمانے کے اہل علم ہیں ان میں سے کسی کے نزدیک بھی نبی کریم ﷺ سے ترک رفع الیدین کے بارے میں کوئی علم ثابت نہیں ہے اور نہ ہی آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ میں سے کسی سے ترک رفع الیدین ثابت ہے یعنی کہ اس نے رفع الیدین نہ کیا ہو۔''

یہ تمام عبارات مصنف کے دعوے کی تردید کرتی ہیں اور ان کا صرف متعصب قسم کا بے راہ رو ہی انکار کرسکتا ہے۔ خصوصاً جب اس پر حجاز اور عراق کے محدثین کا اتفاق ہو جس طرح کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے۔ اور امام بخاری کی جلالت شان پر تو سب لوگوں کا اتفاق ہے۔ اور پھر ان کی تنقید کے درست ہونے میں کوئی بھی تنازع اور اختلاف نہیں کرسکتا جس طرح امام عینی نے عمدۃ القاری کے مقدمہ میں صحتاً بیان کیا ہے۔ اب ان کے کلام اور اس کے کلام کا کیا جوڑ؟ اس میں کیا تعجب ہر فن کے الگ آدمی ہوتے ہیں کچھ لوگ لڑنے والے اور کچھ لوگ کھانے والے۔

عاصم بن کلیب کی روایت:

(ان کا کہنا ہے): ...... ان احادیث میں سے ایک ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کو ابو داؤد، ترمذی، نسائی (ابن ماجہ) ابن ابی شیبہ، دارقطنی، طحاوی اور اصحاب امام ابو حنیفہ ودیگر حضرات نے اپنی مصنفات ومؤلفات اور مسانید میں روایت کیا ہے۔

ابو داؤد کے الفاظ یہ ہیں: عثمان بن ابی شیبہ، وکیع، سفیان، عاصم یعنی ابن کلیب عبدالرحمٰن بن الاسود، علقمہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ''کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی سی نماز نہ پڑھاؤں؟'' پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھ ایک مرتبہ کے علاوہ نہیں اٹھائے ...... الخ

(میں کہتا ہوں): ...... اس خبر کی اسانید عاصم بن کلیب کے گرد گھومتی ہیں اور وہ اگر ثقہ ہو بھی جائے جس طرح مصنف نے سند کے رجال کی توثیق کرتے وقت ذکر کیا ہے لیکن پھر بھی اس کا تفرد حجت نہیں ہے۔ امام ابن المدینی نے اس کی صراحت کی ہے جو کہ

"انه لا يحتج به اذا انفرد" (میزان الاعتدال ذہبی ج ۲ ص ۵ التہذیب ج ۵ ص ۵۶)

''یعنی جب وہ اکیلا روایت کرے تو اس کی روایت سے حجت لینا درست نہیں ہے۔''

اسی طرح ان کے بارے میں یعقوب بن شیبہ نے مسند عمر میں کہا ہے کہ: " هذا مما تفرد به فلا ينتهض حجة " یعنی یہ وہ ہے جس میں وہ (عاصم بن کلیب) اکیلا ہے لہٰذا یہ حجت کے قابل نہیں ہے۔

قوله:ثم قال الترمذی " فی الباب عن البراء بن عازب، وحديث ابن مسعود " الخ.

اقول: تحسينه لايقبل فی جنب جماعة النقاد مع تساهله ، قال الذهبی: فی (الميزان - ج۳ص۳۰۹) "لايغتر بتحسين الترمذی فعند المحاقة غالبها ضعاف" <اهـ> . وقال فی (ج۳ص۳۵۷)"لايعتمد العلماء علی تحسين الترمذی" <اهـ> .

وقال الحافظ فی (النكت) " ان الحديث اذا وصفه الترمذی بالحسن لايلزم ان يحتج به" <اهـ> .

وقال الزيلعی فی (نصب الراية - ج۲ص۳۰۰) "روی الترمذی من حديث المنهال بن خليفة ...... قال: حديث حسن ، وانكرعليه" <اهـ> . ايضا؛ فالمراد منه حسن الاسناد كما بينه فی علله ، الملحق بآخر (السنن - ج۲ص۲٤۱) . ومعلوم ان تصحيح السند غير متضمن لتصحيح المتن . وقد مر انه معلول ايضا ، وايضا؛ قد اقر الترمذی: ابن المبارك فی قوله: لم يثبت . فصح انه مع تحسينه؛ لايراه حجة .

قوله:واما الدار قطنی فلفظه هكذا:ثنا ابوعثمان سعيد بن محمد بن احمد الخياط – الخ.

اقول: هذا الخبر أدخله ابن الجوزی فی (الموضوعات) واقره عليه الحافظ فی (التلخيص - ج۱ص۳۸) . والكلام عليه من وجوه، قال الدار قطنی: فی (سننه - ج۱ص۱۱۱) " تفرد به محمد بن جابر؛ وكان ضعيفا - عن حماد ، عن ابراهيم وغيره حماد: يرويه عن ابراهيم ، عن عبدالله ، من فعله غير مرفوع الی النبی ﷺ وهو الصواب" <اهـ> .

فهذه ثلاثه وجوه:-

الاول: ضعف محمد بن جابر ، وقد ضعفه ايضا: ابن معين ، والنسانی ، وابن مهدی ، ويعقوب بن سفيان ، والعجلی وقال عمرو بن علی: كثير الوهم ، متروك الحديث . وقال ابوزرعة: ساقط الحديث عند اهل العلم . وقال البخاری: ليس بالقوی ، يتكلمون فيه ، روی مناكير ، وقال ابوداود ليس بشئ كما فی (التهذيب - ج۹ص۸۹ـ۹۰) .

والثانی: كونه مرسلًا بدون واسطة علقمة بين ابراهيم ، وعبدالله علی وجه الصواب ، فهذا يدل علی كون الشذوذ فی السند؛ بل قد رواه حماد نفسه كذلك . فقال البيهقی فی (سننه - ج۲ص۸۰) " وكذلك رواه حماد بن سلمة ، عن حماد بن

اور جو مصنف نے دارقطنی اور مسانید ابی حنیفہ کی سند سے ذکر کیا ہے وہ قابل حجت ہونا تو دور کی بات ہے متابعت کے قابل بھی نہیں ہے۔ اس پر آگے تفصیل سے بات ہوگی۔ ان شاء اللہ۔ اسی لیے امام ابن المبارک نے کہا ہے:

" لم یثبت حدیث ابن مسعود عن النبی ﷺ لم یرفع الا اول مرة . "

یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت جس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پہلی مرتبہ کے علاوہ رفع الیدین نہیں کیا ثابت نہیں ہے۔ اس کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی سنن (ج ۱ ص ۲۵) میں ذکر کیا ہے اور امام ابن المبارک امام ابوحنیفہ کے شاگردوں میں سے ہے چنانچہ آپ کا یہ بیان کرنا انتہائی کا آمد اور مفید ہے۔ اور پھر یہ کہ وہ اکیلے بھی نہیں ہیں بلکہ اس خبر کو ضعیف قرار دینے والوں میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی ہیں جو کہ اس فن میں معتدل ہیں جیسا کہ لکھنوی نے کتاب " الرفع والتکمیل " کے (صفحہ ۱۹) پر امام سخاوی سے نقل کیا ہے۔ وہ امام ذہبی سے پھر اس کا استاد یحییٰ بن آدم اور بخاری ابو حاتم، پھر اس کا بیٹا ابو داؤد دارقطنی اور ابن حبان رحمہم اللہ نے کہا کہ:

" هذا احسن خبر روی لاهل الکوفة فی نفی رفع الیدین فی الصلاة عند الرکوع وعند الرفع منه ، وهو فی الحقیقة اضعف شیء یمول علیه لان له عللا تبطله " .

(شاہ صاحب نے یہ علتیں اپنی تعلیقات جزء رفع الیدین میں نقل کی ہیں۔ مترجم)

یعنی یہ اہل کوفہ کے لیے سب سے بہترین روایت ہے جو نماز میں رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کی نفی میں بیان کی گئی ہے جبکہ حقیقتاً یہ سب سے کمزور اور ضعیف ترین چیز ہے جس پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ اس میں بہت سی علتیں ہیں جو اس کو باطل قرار دیتی ہیں۔

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب تلخیص الحبیر (ج ۱ ص ۸۳) میں بھی ہے اور امام ابن عبدالبر نے " التمهید " میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور بزار سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں " لا یثبت ولا یحتج بمثله " یعنی نہ یہ ثابت ہے اور نہ ہی اس جیسی روایت سے حجت لی جاسکتی ہے۔

اب جب کہ اس کو ضعیف کہنے میں اس فن (حدیث) کے ماہرین کے اقوال باہم موافق اور مددگار ثابت ہو رہے ہیں تو یہ ان صحیح احادیث کے مقابلے میں کیسے پیش کی جاسکتی ہے؟ جو رفع الیدین کے اثبات میں وارد ہوئی ہیں۔ اور یہ کہ مخدوم صاحب کی یہ بات کیسے درست ہوسکتی ہے کہ دونوں جانب حدیثیں ثابت ہیں؟

اسی طرح لفظ " ثم لم یعد " کی زیادتی وغیرہ کی بارے میں بھی حفاظ حدیث کا اتفاق ہے کہ یہ بھی

ابی سلیمان، عن ابراهیم عن ابن مسعود مرسلا موقوفا" <اهـ>.

والثالث:کونه موقوفا على الصواب . وهكذا اخرجه محمد فی (موطاه - ص٨٤)

وهنا وجوه اخر:-

فالرابع: ان محمد بن جابر؛ مع ضعفه، متغير الحفظ كما فى (التقريب - ص٤٨٣) وفى (الميزان - ج٣ص٣٤). "قال ابوحاتم: ساء حفظه فى الأخر، وذهبت كتبه. قلت: واضر. وقال احمد: لايحدث عنه الاشر منه. وقال ابن حبان: كان اعمى، يلحق فى كتبه ما ليس من حديثه، ويسرق، وما ذكر به؛ فيحدث به!"

والخامس:انّ فى حديثه عن حماد اضطرابا. كما فى (التهذيب نقلا عن ابى حاتم. وهذا صريح فى الرواية، فانه يرويها عن حماد عن ابراهيم عن علقمة عن عبدالله تارة، وعن حماد عن ابراهيم عن عبدالله تارة اخرى. السارس: أن حمادًا أيضاً متكلم فيه كما فى الفعفاء القعيلى. وقال ابو حاتم: لايحتج به كمافى الميزان (٣/ ٢٧٩).

واسابو: ان فى الخبر انقطاعا؛ لانه يرويه ابراهيم النخعى عن عبدالله، كما صوبه الدارقطنى، وليس له سماع عن احد من الصحابة. فقال ابن المدينى، وابو حاتم: لم يلق احدا من الصحابة. كما فى (التهذيب - ج١ص١٨٧)، وفى (الميزان - ج١ص٣٥) "لم يصح له سماع من صحابى" <اهـ>.

بل قد مات ابن مسعود قبل مولده بثمان عشر سنة، فانه ولد سنة خمسين كما فى (الثقات لابن حبان - ج٢ص٣ق) وتوفى ابن مسعود سنة اثنتين وثلاثين، اوفى التى بعدها كما فى (التقريب - ص٢٨٨)

فان قلت: مراسيله عنه محمولة على السماع؛ فانه قال للاعمش: اذا قلت لك قال عبدالله. فلم اقل ذلك؛ حتى حدثنيه جماعة عن عبدالله. واذا قلت: حدثنيه فلان؛ فهو الذى حدثنى.

قلنا: يرويه عنه الطحاوى فى (معانى الاثار - ج١ص١٣٣) بهذا السند " حدثنا ابراهيم بن مرزوق ثنا وهب او بشربن عمر - شك ابو جعفر -عن شعبة عن الاعمش، انه قال له: اذا حدثتنى فاسند. فقال: اذا قلت لك". الخ. وابرهيم هذا! قال فى (التقريب -ص٢٧) "عمى قبل موته، فكان يخطئ ولايرجع' <اهـ>.

غلط ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم کی کتاب " علل الحدیث " مروزی کی کتاب '' رفع الیدین '' اور ابن القطان کی کتاب " الوهم والا بهام " میں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب جزء رفع الیدین (ص۱۳) پر کہا ہے: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے یحییٰ بن آدم سے بیان کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن ادریس کی کتاب میں عاصم بن کلیب کے بارے میں دیکھا اس میں لفظ "ثم لم یعد" نہیں ہے اور یہ زیادہ صحیح ہے اس لیے کہ کتاب اہل علم کے نزدیک زیادہ محفوظ شے ہے اسی وجہ سے آدمی پہلے اپنے حافظہ سے بیان کرتا ہے پھر کتاب کی طرف رجوع کرتا ہے (تاکہ جو حافظہ سے بیان کیا ہے اس کی صحت کے بارے میں تصدیق ہو جائے) پھر وہ ویسا ہی پاتا ہے جس طرح کتاب میں ہوتا ہے۔ (اصل کتاب میں اسی طرح ہے)

"حدثنا ابن ربیع ثنا ابن ادریس عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود ثنا علقمة ان عبدالله قال: علمنا رسول الله ﷺ الصلاة فقام فكبر و رفع يديه ثم ركع فطبق يديه ، فجعل بين ركبتيه فبلغ ذلك سعدا ، فقال: صدق اخى ، الا بل كنا نفعل ذلك فى اول الاسلام ثم امر نا بهذا ."

''یعنی ہم سے ابن ربیع نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن ادریس نے بیان کیا اس نے عاصم بن کلیب سے اس نے عبدالرحمٰن بن اسود سے وہ کہتا ہے کہ ہم سے علقمہ نے بیان کیا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز سکھائی، پھر کھڑے ہو گئے اور رفع الیدین کیا، پھر رکوع کیا اور دنوں ہاتھوں کو جمع کر کے دونوں گھٹنوں کے درمیان میں رکھا۔ یہ بات جناب سعد رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا کہ میرے بھائی (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) نے سچ کہا ہے مگر ہم شروع اسلام میں ایسا کیا کرتے تھے اس کے بعد ہمیں اس (ہاتھ گھٹنوں پر رکھنے) کا حکم دیا گیا۔ (یعنی ہاتھوں کو جمع کر کے گھٹنوں کے درمیان میں رکھنے کا عمل شروع اسلام کا ہے بعد میں یہ منسوخ ہو گیا اور ہاتھوں کو گھٹنے پر رکھنے کا حکم دیا گیا)''

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل نظر کے نزدیک عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی احادیث میں سے یہ حدیث محفوظ ہے۔

اس سے صراحتاً ثابت ہوا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت (جس میں لم یعد ہے) شاذ ہے، بلکہ مقلوب ہے بلکہ ابن ادریس کی روایت سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابن مسعود ان میں سے ہیں جو اثبات رفع الیدین کو بیان کرنے والے ہیں اس لیے کہ ان کا قول " فكبر و رفع يديه ثم ركع " اس کی وضاحت کرتا ہے اور امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی سنن (ج۱ص۱۴۹) میں رفع الیدین کے ابواب میں داخل کیا ہے۔

وكذا نقله فى (الميزان - ج١ ص٣١) عن الدار قطنى . فكيف يحتج بخيره؟ ثم فى السند، وهب، او بشر بن عمر، فلما لم يتعين احدهما كيف يقبل الخبر؟ لان بشرا ثقة . ولكن وهب بن عمر لايدرى من هو؟ نعم . ذكر الحافظ فى (التقريب - ص٥٨٤): وهب ابن عمرو، بالواو . وقال: هو وهيب، يأتى . وقال فى ترجمة وهيب بن عمرو: مستور . فهذا الشك يوهن الخبر جدا . وقال فى (الميزان) فى ترجمة النخعى 'استقر الامر على ...... انه اذا ارسل عن ابن مسعود وغيره فليس ذلك بحسن" <اهه> .

ويكفى لبطلان الخبر: انه قد ثبت الرفع فى اخبار صحاح وايضا: ففيه ذكر الشيخين . وقد ثبت عنهما: الرفع عملاً، فروايةً . اما حديث ابى بكر: ففى (البيهقى - ج٢ ص٧٣) "اخبرنا ابو عبدالله الحافظ، ثنا ابوعبدالله محمد بن عبدالله الصفار، الزاهد . املاء من اصل كتابه . قال: قال ابو اسماعيل السلمى: صليت خلف ابى النعمان محمد بن الفضل . فرفع يديه حين افتتح الصلوة، وحين ركع، وحين رفع رأسه من الركوع . فسألته عن ذلك؟ فقال: صليت خلف حماد بن زيد . فرفع يديه حين افتتح الصلوة، وحين ركع، وحين رفع رأسه من الركوع . فسألته عن ذلك؟ فقال: صليت خلف ايوب السختيانى فكان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة، واذا ركع، واذا رفع رأسه من الركوع، فسألته . فقال: رايت عطاء بن ابى رباح . ير فع يديه اذا افتتح الصلٰوة، واذا ركع، واذا رفع رأسه من الركوع فسألته فقال: صليت خلف عبدالله بن الزبير . فكان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة، واذا ركع، واذا رفع راسه من الركوع فسألته فقال عبدالله بن الزبير: صليت خلف ابى بكر الصديقؓ وكان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة، واذا ركع، واذا رفع رأسه من الركوع . وقال ابوبكر: صليت خلف رسول الله ﷺ فكان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة، واذا ركع، واذا رفع رأسه من الركوع . رواته ثقات" <اهـ> .

والأمر كما قال؛ فان شيخ البيهقى هو الامام الحاكم محمد بن عبدالله ابن البيع، صاحب المستدرك، والتصانيف الكثيرة . وثقه خليل بن عبدالله الحافظ، والخطيب، وابن طاهر، وقال ابو حازم العبدى: كان امام اهل الحديث فى عصره . له ترجمة فى (تذكرة الحفاظ للذهبى - ج٢ ص٢٢٧)، وفى مقدمة علوم

اور پھر اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ وہ دو الگ الگ حدیثیں ہیں اور پھر بالفرض اس کو صحیح بھی مان لیا جائے تب بھی یہ حدیث مصنف کی بیان کردہ حدیث کی ناسخ ہے، اس لیے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے واضح طور پر بیان کیا ہے کہ یہ شروع اسلام میں تھا (اب منسوخ ہو چکا ہے) اور اگر آپ یہ کہیں کہ یہ دونوں ایک ہی حدیث ہے تو پھر بھی ہم نے جو کہا کہ وہ ثابت ہو گیا ہے یعنی قلب اور شاذ۔ اور اس میں سعد رضی اللہ عنہ کی طرف سے رفع الیدین کو تسلیم کرنے کا بھی ثبوت ہے اس لیے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے صرف تطبیق (گھٹنوں کے درمیان ہاتھوں کو رکھنا) کا انکار کیا، رفع الیدین کا نہیں۔ لہٰذا رفع الیدین اپنی جگہ برقرار رہا۔

امام بیہقی سنن (ج۲ص۷۹) میں لکھتے ہیں:

"فقال کان الحدیث علی ماروا ہ ابن ادریس فقد یکون عاد لر فعهما فلم یحکه ، ان کان علی ماروا ہ الثوری ، ففی حدیث ابن ادریس دلالة علی ان ذلك کان فی صدر الا سلام ، ثم سنت بعده السنن ، وشرعت بعده الشرائع ، فحفظها ، وادها فوجب المصیر الیه ۔ و بالله التوفیق ۔ (اھـ) . "

''اگر حدیث اس کے مطابق ہو جو ابن ادریس نے روایت کیا ہے تو اس میں یہ ہے کہ آپ نے دوبارہ رفع الیدین کیا ہے مگر اس کو بیان نہیں کیا گیا، اور اگر حدیث اس کے مطابق ہے جو ثوری نے بیان کیا ہے تو ابن ادریس کی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ شروع اسلام میں تھا اس کے بعد بہت سی سنتیں اور شریعتیں جاری ہوئی ہیں اور جس نے ان کو یاد رکھا انہوں نے یاد رکھا اور ادا کیا، پس ضرورت اس امر کی ہے کہ اس طرف رجوع کیا جائے۔''

(ان کا کہنا ہے):...... پھر ترمذی کہتے ہیں اس بارے میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے......الخ

(میں کہتا ہوں):...... امام ترمذی کے تساہل کی وجہ سے ناقدین کی ایک جماعت کے مقابلے میں ان کی تحسین قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ امام ذہبی میزان (ج۳ص۳۰۹) میں لکھتے ہیں:

"لا یغتربتحسین الترمذی فعند المحاقة غالبها ضعاف . "

''یعنی امام ترمذی رحمہ اللہ کی تحسین سے دھوکہ نہ کھائے اس لیے کہ محققین کے نزدیک ان میں سے اکثر ضعیف ہوتی ہیں۔''

اسی طرح (ج۳ص۳۵۷) میں لکھتے ہیں:

"لا یعتمد العلماء علی تحسین الترمذی . "

الحديث "كان اماما، جليلا، حافظا، عارفا، ثقة، واسع العلم، اتفق الناس على امامته، وجلالته، وعظمة قدره، ورحل اليه؛ لسعة علمه، ودرايته. واتفق العلماء: على انه من اعلم الائمة الذين حفظ الله بهم هذا الدين" <اهه>.

واما شيخه الصفار: فروى له الحاكم فى عدة مواضع من مستدركه، وصحح الاحاديث، واقره على ذلك الذهبى. وقال ابونعيم: فى (تاريخه)"احد العباد"، وقال ابو الشيخ: فى (طبقاته) "صحيح السماع"، وقال السمعانى: فى الانساب "كان زاهدا، حسن السيرة، ورعا كثير الخير" وقال ابن العمادى: فى (شذرات الذهب - ج٢ ص٣٤٩) "كان من اكثر الحفاظ حديثا، قال الحاكم: هو محدث عصره، مجاب الدعوة، لم يرفع رأسه الى السماء نيفا واربعين سنة" <اهـ>.

وسلم -توثيقه- ابن التركمانى فى (الجوهر النقى) - الملحق مع البيهقى - وبقية رجاله موثقون فى (التقريب، والتهذيب).

فان قلت:"قال ابن التركمانى: السلمى، تكلم فيه ابوحاتم.

قال الدار قطنى: وقال ابن ابى حاتم: تكلموا فيه. ومحمد بن فضل عارم، تغير بآخره. قال ابن حبان: تغير حتى كان لايدرى ما يحدث به؛فوقع فى حديثه المناكير الكثيرة؛ فيجب التنكيب عن حديثه فيما رواه المتأخرون، فاذا لم يعلم هذا من هذا؛ ترك الكل، ولايحتج بشئ منها" <اهـ>.

قلنا: هذا كله مدفوع. فاما السلمى، فكلام ابى حاتم فيه غير متضح، وقد وثقه الائمة كافة، ففى (التقريب - ص ٣٣٦) "ثقة، حافظ، لم يتضح كلام ابى حاتم فيه". وقد وثقه النسائى، وابن حبان، ومسلمة، وابو الفضل بن اسحاق. وقال ابو بكر الخلال "رجل معروف، ثقة، كثير العلم، متفقه. وقال عمر بن ابراهيم: صدوق، ومشهور بالطلب. وقال الخطيب كان فهما، متقنا، مشهورا بمذهب السنة. وقال الدار قطنى - وهو الناقل عن ابن ابى حاتم -: ثقة، صدوق. وقال الحاكم: ثقة، مأمون. كذا فى (التهذيب - ج٩ ص٦٢). هذا صريح ان الدار قطنى بنفسه، لم يعبأ بكلام ابى حاتم. واما عارم، فقد نص الدار قطنى: بانه ما ظهر له بعد اختلاطه حديث منكر - كما فى (التهذيب - ج٩ ص٤٠٤). وصوب ذلك الحافظ: فى (مقدمة الفتح) وقال: فى (التهذيب) بعد قول ابن حبان "قرأت بخط

حافظ نے " النکت" میں لکھا ہے:

" ان الحديث اذا وصفه الترمذی بالحسن لا يلزم ان يحتج به . "

''یعنی جب کسی حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ حسن قرار دے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس سے حجت بھی لی جائے۔''

امام زیلعی نصب الرایۃ (ج۲ص۳۰۰) میں رقمطراز ہیں:

"روى الترمذی من حديث المنهال بن خليفة ...... قال: حديث حسن، وانكر عليه . "

''امام ترمذی رحمہ اللہ نے منہال بن خلیفہ کی حدیث نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے جبکہ اس پر انکار اور رد کیا گیا ہے۔''

اور یہ بھی ہے کہ امام ترمذی کے نزدیک حسن مراد اسناد کا حسن ہونا ہے جس طرح انہوں نے خود اپنی ''علل'' میں سنن کے آخر میں (ج۲ص۲۴۱) میں اس کی وضاحت کی ہے اور یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ سند کی تصحیح متن کی تصحیح کا متضمن نہیں ہوتی۔ اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ یہ روایت معلول ہے۔ اور خود امام ترمذی نے امام ابن المبارک کے قول "لم يثبت" (ثابت نہیں) کو قرار رکھتے ہوئے اقرار کیا ہے۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ وہ خود اس کی تحسین کے باوجود اس کو قابل حجت نہیں سمجھتے تھے۔

دارقطنی کی روایت:

(اُن کا کہنا ہے) :...... لیکن امام دارقطنی کے الفاظ اس طرح ہیں: ابوعثمان سعید بن محمد بن احمد الخیاط عبدالوہاب بن عیسیٰ بن ابی حیہ، اسحاق بن ابی اسرائیل، محمد بن جابر، حماد، ابراہیم، علقمہ، عبداللہ سے روایت ہے: ''میں نے نبی ﷺ، ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی، انہوں نے نماز شروع کرتے وقت تکبیر اولیٰ کے علاوہ ہاتھ نہیں اٹھائے'' ...... الخ

(میں کہتا ہوں) :...... اس حدیث کو ابن الجوزی نے موضوعات میں شامل کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر (ج۱ص۳۸) میں اس کو برقرار رکھا ہے۔ اور اس پر کئی طرح سے کلام کیا گیا ہے۔

امام دارقطنی اپنی سنن (ج۱ص۱۱۱) میں لکھتے ہیں:

"تفرد به محمد بن جابر وكان ضعيفا، عن حماد عن ابراهيم، وغير حماد يرويه عن ابراهيم، عن عبدالله، من فعله غير مرفوع الى النبى ﷺ وهو الصواب ".

الـذهبی . لم يقدر ابن حبان ان يسوق له حديثا منكراً والقول فيه ما قال الدار قطنی“ وهكذا فی (الميزان - ج٣ص١٢١) . بل بالغ: فی الرد علی ابن حبان، واثبت قول الـدار قطنی، ونقل: عن العقيلی ”قال جدی: ما رأيت بالبصرة شيخاً، احسن صلوة مـن عـارم. كـانـوا يـقولون: اخذ الصلوة عن حماد بن زيد، واخذها عن ايوب“.
وهذا تثبيت للحديث من العقيلی، وهو من ائمة الفن، ثم عن الذهبی ايضا.
وان قلت: قال ابن التركمانی ايضا: ”والصفار لم يصرح بالتحديث عن السلمی“.
قلنا: فـكان ماذا! لان الصفار ثقة، وليس بمدلس. وقد قال ابن التركمانی نفسه: فی (الجوهر النقی - ج١ص١٧١) <ای فی ذيل سنن البيهقی>”جمهور اهل الحديث عـلـى من ادرك شخصا فروی عنه كانت روايته محمولة علی الاتصال - سواء كان بـلـفـظ قـال، او عـن، او غير هما“. والصفار ممن سمع من السلمی فقد وقع فی روايـاتـه عـنـه بـصيغة التصريح كاخبرنا، ونحو ذلك. كما فی مستدرك الحاكم. وايـضـا هـذه الشبهة انـمـا تقع ان سلمنا فی المتاخرين، كما ذكره ابن الصلاح فی مـختـصره وليس كذلك فيما نحن فيه، فان الصفار - شيخ للحاكم، وهو ايضا من شيـوخ الـدار قـطنی. كما ذكره الذهبی فی (التذكرة) فی ترجمة الحاكم. وقد عد الـحـافـظ: مـن المتقدمين، الدار قطنی. فی (شرح النخبة -ص٣٨). فلا شك فی كـون الصفار منهم (١). فالخبر - سالم من جميع العلل. تداوله امام عن امام. ثم يـروی عـارم ابـو النعمان عن حماد بن زيد، وهو عن ايوب السختيانی. وهما من كبـار اهـل البصرة، وفقهائهم. وايوب يروی عن عطاء، وهو من فضلاء اهل مكة وعـلـمـا ئهـم، ومن شيوخ الامام ابی حنيفة. وقال فی شأنه ” مارأيت فيمن لقيت افـضـل مـنـه“. كـذا فی (العمدة للعينی - ج٢ص٧٥٠) فثبت ان خبر (١) ابی بكر صحيح، ثابت۔
وله خبر آخر عند البيهقی، من طريق عبدالرزاق، عن ابن جريج عن عطاء، عن ابن الزبير عنه.
وامـا حـديـث عمر، فـقـال البيـهـقـی ايـضـا (ج٢ص٧٤) ”اخبرنا محمد بن عبدالله الـحافظ، ثنا ابو جعفر احمد بن عبيد الحافظ، وابوالقاسم عبدالرحمد بن الحسن القاضی، الاسديان، بهمدان.

''یعنی محمد بن جابر جو کہ ضعیف ہے حماد سے روایت کرنے میں متفرد ہے، وہ ابراہیم سے روایت کرتا ہے، حماد کے علاوہ دوسرے ابراہیم سے، وہ عبداللہ سے ان کا فعل بیان کرتے ہیں نبی ﷺ کی طرف مرفوع روایت بیان نہیں کرتے۔ اور یہی صحیح ہے۔''

اس کی تین وجوہات ہیں۔

(۱) محمد بن جابر کا ضعیف ہونا:...... اس کو ابن معین، نسائی، ابن مہدی، یعقوب بن سفیان اور عجلی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ عمرو بن علی کہتے ہیں: محمد بن جابر کثیر الوہم اور متروک الحدیث ہے۔ ابو زرعہ کہتے ہیں: اہل علم کے نزدیک اس کی حدیث ساقط اور نا قابل اعتبار ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں: قوی نہیں ہے، اس کے بارے میں علماء حدیث کلام کرتے ہیں، اس نے بہت سی منکر روایتیں بیان کی ہیں۔ ابو داؤد کہتے ہیں "لیس بشیء" یہ کسی درجے میں نہیں ہے۔ (التہذیب ج۸ ص۸۹-۹۰)

(۲) مرسل ہونا:...... صحیح قول کے مطابق ابراہیم نخعی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے درمیان علقمہ کے واسطے کے بغیر اس کی روایت مرسل ہے۔ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی سند میں شذوذ واقع ہوئے ہیں۔ بلکہ حماد نے خود بھی اس کو اسی طرح روایت کیا ہے، امام بیہقی اپنی سنن (ج۲ ص۸۰) لکھتے ہیں:

"وكذلك رواه حماد بن سلمة ، عن حماد بن ابى سليمان ، عن ابراهيم عن ابن مسعود مرسلا وموقوفا ."

''یعنی اسی طرح حماد بن سلمہ نے حماد بن ابی سلیمان سے انہوں نے ابراہیم سے انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسے مرسل اور موقوف طور پر روایت کیا ہے۔''

(۳) صحیح قول کے مطابق اس کا موقوف ہونا:...... اسی طرح امام محمد نے اپنی کتاب مؤطا (ص۷۴) میں اس کا ذکر کیا ہے۔

ان کے علاوہ یہاں کچھ اور وجوہات بھی ہیں:

(۴) محمد بن جابر ضعیف ہونے کے ساتھ اس کا حافظہ بھی بگڑ گیا تھا۔ جیسا کہ تقریب (ص۴۸۳) میں ہے اسی طرح میزان (ج۳ ص۴۴۳) میں ہے.

"قال ابو حاتم : ساء حفظه فى الآخر ، ذهبت كتبه ، قلت : واضر . وقال احمد لا يحدث عنه الا شر منه ، وقال ابن حبان : كان اعمى ، يلحق فى كتبه ما ليس من حديثه ، ويسرق ، وما ذكر به ؟ فيحدث به ."

''ابو حاتم کہتے ہیں کہ آخر عمر میں ان کا حافظہ خراب ہوگیا، اس کی کتابیں ضائع ہوگئیں۔ میں کہتا ہوں اور وہ اندھا ہوگیا۔ احمد کہتے ہیں کہ اس سے وہی روایت کرتا ہے جو اس سے بھی

قـالا: ثنا ابراهيم بن الحسين بن ديزيل، الهمدانى، ثنا آدم بن ابى اياس، ثنا شعبة، ثـنـا الـحـكـم، قـال: رأيت طاؤسا. كبر فرفع يديه حذو منكبيه عند التكبير، وعند ركـوعه، وعند رفعه رأسه من الركوع. فسألت رجلا من اصحابه؟ فقال: انه يحدث بـه عـن ابـن عـمـر، عـن عمر، عن النبى ﷺ قال ابو عبدالله الحافظ: فالحديثان كـلاهـمـا محفوظان عن ابن عمر عن، عمر، عن النبى ﷺ وابن عمر، عن النبى ﷺ فـان ابن عمر رأى النبى ﷺ فعله، ورواه عن النبى ﷺ". ورجال سنده كلهم ثقات.

فشيخ البيهقى، هو الحاكم المذكور ـ وشيخا الحاكم احدهما ابو جعفر احمد بن عبيـد، وثـقـه الـخـطـيـب فـى تـاريـخـه (ج٤ص٢٦١) والذهبى فى (التذكرة - ج٣ص٨٧)؛ ونقل عن الدار قطنى "انه قال: كان ثقة، ثبتا، صنف المسند وجوده". ومتابعه مجروح، ولكن لاحاجة لنا اليه. وحسبنا رواية الثقة.

وشيخهما: ذكـره ابـن حبـان فى (الثقات) فى الطبقة الرابعة والذهبى فى (التذكرة - ج٢ص١٦٦)، ونقل عن الحاكم انه قال: "ثقة، مأمون، ثم قال: كان يضرب بكتابه الـمـثـل" ثـم ذكـر حديثا بسند وقع هو فيه، ثـم حسـنـه. وبـقـية رجاله موثقون فى (التقريب).

وشعبة: هو ابن الحجاج، الامام. **والحكم**: هوابن عتيبة ابو محمد الكندى.

ولايقال: انه مدلس؛ لانه قد قال: رأيت طاؤسا. فلا يتطرق ههنا شبهة فى التدليس.

وطاؤس: من كبار اهل اليمن، ابو عبد الرحمن بن كيسان.

فان قلت: الرجل الذى سأله الحكم مجهول.

قلنا: هذا لايضر؛ لان ظاهر السياق يدل على انه سأله بحضرة طاؤس، حين رأه يرفع يديه؛ فعدم اعتراضه دليل عل الاقرار.

فـالـخـبـر، متـصـل لاشك فيه. ولذلك صححه الحاكم، كما فى (نصب الراية - ج١ص٤٠٥)؛ وسلمه الحافظ فى (الدراية - ص٨٥).

واما قول: الـمـاردينى، نقلا عن كتاب الامام: كذا رواه آدم وابن عبدالجبار المروزى عن شعبة، ووهما فيه. والمحفوظ عن ابن عمر عن النبى ﷺ.

قلنا: لـم يحكم صاحب الامام بالوهم، بل قال كما فى (النصب - ج١ص٤١٥).

زیادہ برا ہو ۔ ابن حبان کہتے ہیں وہ اندھا تھا، اپنی کتابوں میں وہ حدیثیں بھی شامل کرتا تھا جو اس کی اپنی حدیث نہیں ہوتی اور چوری کرتا اور جو کچھ بھی بیان کیا جاتا وہ اسے (اپنی بنا کر) حدیث بیان کرتا۔"

(۵) حماد سے حدیث بیان کرنے میں اضطراب ہے۔ جیسا کہ تہذیب میں ابو حاتم سے نقل کیا گیا ہے اور یہ روایت میں نمایاں اور صریح ہے۔ کبھی اس کو حماد سے، وہ ابراہیم سے، وہ علقمہ سے، وہ عبداللہ سے بیان کرتا ہے اور کبھی حماد سے، وہ ابراہیم سے، وہ عبداللہ سے بیان کرتا ہے۔ (یعنی کبھی ابراہیم اور عبداللہ کے درمیان علقمہ کے واسطے سے بیان کرتا ہے اور کبھی علقمہ کے واسطے کے بغیر ابراہیم نخعی براہ راست عبداللہ بن مسعود سے بیان کرتا ہے اور یہ اضطراب ہے)۔

(۶) حماد بھی متکلم فیہ ہے، جیسا کہ "الضعفاء" عقیلی میں ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ "لا یحتج به" یعنی یہ قابل حجت نہیں ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۷۹)

(۷) اس روایت میں انقطاع ہے:...... ابراہیم نخعی اس کو عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتا ہے جیسا کہ دارقطنی نے اس کی تصویب کی ہے۔ اور ابراہیم کے لیے کسی بھی صحابی سے سماع ثابت نہیں ہے۔ ابن المدینی اور ابو حاتم کہتے ہیں:

"لم یلق احدا من الصحابة ." (التهذیب ج ۱ ص ۱۸۷)

"یعنی وہ (ابراہیم) کسی ایک بھی صحابی سے نہیں ملا۔"

میزان (ج ۱ ص ۳۵) میں ہے کہ:

"لم یصح له سماع من صحابی ."

"اس کا کسی ایک بھی صحابی سے سماع ثابت نہیں ہے۔"

بلکہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کی پیدائش سے اٹھارہ سال پہلے انتقال کر چکے تھے۔ ابراہیم ۵۰ھ میں پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ ابن حبان کی کتاب الثقات (ج ۲ ص ۳ ق) میں ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ ۳۲ھ میں (خلافت عثمان رضی اللہ عنہ) میں یا اس سے اگلے سال وفات پا گئے تھے یا جیسا کہ التقریب (ص ۲۸۸) میں ہے۔

اگر آپ یہ کہیں کہ ان کا اس سے مراسیل بیان کرنا سماع پر محمول کئے جائیں گے اس لیے کہ انہوں نے اعمش سے کہا تھا کہ جب میں تم سے یہ کہوں کہ "عبداللہ نے کہا" تو یہ میں تم سے ایسے ہی نہیں کہتا بلکہ اس کو مجھ سے ایک جماعت نے عبداللہ سے بیان کیا ہوا ہوتا ہے۔ اور جب میں یہ کہوں "مجھے یہ فلاں نے بیان کیا ہے" تو یہ وہی ہے جو اس نے مجھ سے بیان کیا ہے۔

ہم کہتے ہیں امام طحاوی نے اس کو معانی الآثار (ج ۱ ص ۱۳۳) میں اسی سند سے روایت کیا ہے:

وايضا: فهذه الرواية ترجع الى مجهول، وهو الذى حدث الحكم من اصحاب طاؤس. فان كان روى من وجه آخر، متصلا، عن عمر. والا فالمجهول لوتقوم به الحجة. وهو ما اخرجه البيهقى فى (الخلافيات) الخ، وشبهة الجهالة قد زالت كما مر.

وهذا الشيخ :ايضا، قد جعله مؤيدا بالخبر المتصل، وهو يأتى. فهو صريح انه يزيل الوهم عن الرواية.

وايضا :قد علم من كلام الماردينى، ان آدم ليس بمتفرد بزيادة عن عمر، بل تابعه ابن عبدالجبار، فهذه قوة فى قوة. مع ان آدم ثقة. فالزيادة من مثله مقبولة، مالم تقع المنافاة بين الخبرين، كما نحن فيه.

واما :نقل الماردينى: عن الخلال، عن احمد انه جعل المحفوظ ما روى عن ابن عمر؛

فلا يضر :لان الذى زادثقة، وليس ينافى ما يرويه رواية من لم يذكر. فلهذا حكم بكونه محفوظا، الحاكم، ثم البيهقى، ومعهما الامام البخارى ايضا. فانه قد ذكر: تلك الرواية فى جزء ه(ص١٢) ومعهم الامام الترمذى. فانه قد: عد عمر من رواة الرفع. كما اشار الى ذالك بقوله "وفى الباب عن عمر" الخ.

ولعمر :خبر آخر عند البيهقى، فى (الخلافيات) فقال "انبأ ابو عبدالله الحافظ، عن ابى احمد الحسين بن على بن محمد بن يحى، عن ابى بكر محمد بن اسحاق بن خزيمة، حدثنى احمد بن الحسن الترمذى، نا حجاج بن ابراهيم الازرق، نا عبدالله بن وهب القرشى، اخبرنى حيوة بن شريح الحضرمى، عن ابى عيسى سليمان بن كيسان المدنى، عن عبدالله بن القاسم. قال: بينما الناس يصلون فى مسجد رسول الله ﷺ اذ خرج عليهم عمر بن الخطاب. فقال: اقبلوا على بوجوهكم اصلى بكم صلوة رسول الله ﷺ التى يصلى، ويأمر بها. فقام مستقبل القبلة ورفع يديه حذو منكبيه ثم كبر، ثم ركع، وكذلك حين رفع، فقال للقوم: هكذا كان رسول الله ﷺ يصلى بنا. قال الشيخ ابن سيد الناس: فى(نفح الشذى) "رجاله موثقون"، وقال الشيخ ابن دقيق العيد: "رجال اسناده معروفون"، كما فى (نصب الراية - ج١ ص٤١٥) وهذه الرواية هى التى اشار اليه فى (الامام) كما مر.

"حدثنا ابراهيم بن مرزوق ثنا وهب او بشر بن عمر - شك ابو جعفر - عن شعبة عن الاعمش انه قال له : اذا حدثتنى فَاسنِد . فقال : اذا قلت لك ...... الخ"

''ہم سے ابراہیم بن مرزوق نے بیان کیا کہا ہم سے وہب یا بشر بن عمر نے بیان کیا (ابو جعفر کو شک ہے) وہ شعبہ سے روایت کرتا ہے وہ اعمش سے انہوں نے اس سے کہا جب آپ مجھے حدیث بیان کریں تو مسند بیان کریں اس نے کہا جب میں تم سے کہوں ....''

اور یہ جو ابراہیم ہے اس کے بارے میں تقریب (ص ۲۷) میں ہے کہ:

"عمى قبل موته فكان يخطى ولا يرجع ."

''یعنی ابراہیم مرنے سے پہلے نابینا ہوگیا تھا اور وہ غلطی کرتا تھا پھر رجوع بھی نہیں کرتا تھا۔''

اسی طرح اس کو میزان (ج۱ص۳۱) میں دارقطنی سے بھی نقل کیا ہے۔ اب اس کی روایت سے کس طرح حجت لی جاسکتی ہے؟

پھر یہ کہ اس سند میں وہب یا بشر بن عمر ہے۔ ان میں سے کوئی ایک متعین نہیں۔ جب کوئی متعین نہیں تو اس حدیث کو کس طرح قبول کیا جائے؟ اس لیے کہ بشر تو ثقہ ہے جبکہ وہب بن عمرو کون ہے؟ معلوم نہیں۔ حافظ ابن حجر نے التقریب ص ۵۸۴ میں وہب بن عمرو (واؤ کے ساتھ) کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ وہیب ہے اور وہیب بن عمرو مستور ہے۔ (مستور کی روایت قابل قبول نہیں ہوتی) اور یہ شک اس حدیث کو اور بھی زیادہ کمزور کردیتا ہے۔

میزان میں نخعی کے حالات زندگی میں لکھا ہے:

"استقر الامر على ...... انه اذا ارسل عن ابن مسعود وغيره فليس ذلك بحسن ."

''یعنی یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ ابراہیم نخعی جب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مرسل بیان کرتا ہے تو وہ حسن نہیں ہوتی۔''

ابوبکر رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین کا ثبوت:

اور اس روایت کے باطل ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ صحیح احادیث میں رفع الیدین کرنا ثابت ہے۔ اس میں شیخین (ابوبکر وعمر) کا بھی ذکر ہے کہ ان دونوں سے بھی عملاً رفع الیدین کرنا ثابت ہے۔

پس روایتاً ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حدیث بیہقی (ج۲ص۷۳) میں ہے۔

"اخبرنا ابو عبدالله الحافظ ثنا ابو عبدالله محمد بن عبد الله الصفار

وخبر آخر : اخـرجـه الدار قطني في غرائب مالك كما في (النصب - ج ١ ص٤١٦) مـن حديث خلف بن ايوب البلخي، عن مالك بن انس، عن الزهري، عن سالم، عـن ابيـه، عـن عمر. قال: رأيت رسول الله ﷺ يرفع يديه اذا كبر، واذا ركع، واذا رفـع رأسـه من الركوع. وهذه الرواية تفيد للمتابعة، فالروايات عن الشيخين ايضا تبطل ما رواه محمد بن جابر، عن حماد.

قوله :قال :قلت :لابراهيم حديث وائل، انه راى النبي ﷺ الخ.

اقول: هـذا الـخبـر له طريقان، وفي احديهما ابوبكرة اسمه بكار بن قتيبة. وان اثنى عـليـه بـعـضهم، لكن لم نقف على كلمة واحدة تدل على توثيقه. ثم فيه مؤمل بن اسماعيل: وقد بالغ في تضعيفه المخدوم، نفسه، في رسالته (دراهم الصرة).

وفي الاخرى: مـعين بن عبدالرحمن السلمي وهو قدتغير بآخره، كما في (التقريب - ص١١٥) وذكـره ابن العجمي في (الاغتباط) ونقل عن ابن ابي حاتم، والنسائي، ويزيد بن هارون.

ثـم غضب النخعي : لـيـس بشـيء فـي مقابلة ما اسند الى النبي ﷺ فان وائلا، من كبار اصـحـاب الـنبي - ﷺ - الذي بشر به قبل مجيئه، ولما جاء اجلسه معه على منبره، كما في (التهذيب - ج١١ ص١٠٢) "وهو لا ينسب الى النبي ﷺ الا ماراه".

ثم قوله :رآه مـرة يفعل - في غاية البطلان، قال البخاري: في (جزء ه - ص ٢٣) وهذا ظن منه، لقوله: فعله مرة. مع ان وائلا ذكر : انه رأى النبي - ﷺ - واصحابه غير مرة يرفعون ايديهم. ولايحتاج وائل الى الظنون؛ لان معاينته اكثر من حسبان غيره.

قـال البـخـاري: "قدبينه زائدة فقال: حدثنا عاصم، ثنا ابي ان وائل بن حجر اخيره، قال قلت: لانظرن الى صلوة رسول الله - ﷺ - كيف يصلي؟ فكبر، ورفع يديه، فلما ركـع، رفـع يـديه فلما رفع رأسه رفع يديه بمثلها، ثم رأيتهم بعد ذلك في زمان فيه بـرد، ورأيت الناس - عليهم جل الثياب - تحرك ايديهم تحت الثياب فهذا وائل بين في حديثيه انه رأى النبي - ﷺ - واصحابه يرفعون ايديهم مرة بعد مرة".

ولايقال ههنا : ان عـاصما متفرد؛ لان رواية وائل مروية من اوجه، بل قد روى من طـريـق شـعبة. فـفـي (الـجـزء - ص ١١) "حـدثنا مسلم بن ابراهيم ثنا شعبة ثنا عاصم، فذكر الحديث. وشعبة لايحمل عن مشائخه الا صحيح حديثهم". كذا

الزاهد املا من اصل كتابه ، قال قال ابو اسماعيل السلمى صليت خلف ابن ابى النعمان محمد بن الفضل فرفع يديه حين افتتح الصلوٰة ، وحين ركع ، وحين رفع راسه من الركوع . فسالته عن ذلك فقال : صليت خلف حماد بن زيد ، فرفع يديه حين افتتح الصلوٰة ، وحين ركع وحين رفع راسه من الركوع . فسالته عن ذلك فقال : صليت خلف ايوب السختيانى ، فكان يرفع يديه اذا افتتح الصلوٰة ، واذا ركع ، واذا رفع راسه من الركوع . فسالته فقال رايت عطاء بن ابى رباح : يرفع يديه اذا افتتح الصلوٰة ، واذا ركع ، واذا رفع راسه من الركوع . فسالته فقال : صليت خلف عبدالله بن الزبير ، فكان يرفع يديه اذا افتتح الصلوٰة ، واذا ركع ، واذا رفع راسه من الركوع ، فسالته فقال عبد الله بن الزبير : صليت خلف ابى بكر رضی اللہ عنہ ، وكان ير فع يديه اذا افتتح الصلوٰة ، واذا ركع ، واذا رفع راسه من من الركوع . وقال ابو بكر : صليت خلف رسول الله ﷺ ، فكان يرفع يديه اذا افتتح الصلوٰة ، واذا ركع ، واذا رفع راسه من الركوع . رواته ثقات ."

''یعنی ہم کو ابوعبد اللہ الحافظ نے خبر دی ، کہا ہم سے ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الصفار الزاہد نے بیان کیا اس نے اپنی اصل کتاب سے پڑھ کر سنایا ، کہا ابو اسماعیل السلمی رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے ابونعمان محمد بن فضل کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے جب نماز شروع کی اس وقت رفع الیدین کیا اسی طرح جب رکوع کیا اور جب رکوع سے سر اٹھایا تب بھی۔ میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے حماد بن زید رحمہ اللہ کے پیچھے نماز پڑھی اس نے نماز شروع کرتے وقت رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا میں نے ان سے اسکے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے ایوب سختیانی کے پیچھے نماز پڑھی ، وہ بھی نماز شروع کرتے وقت رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ کو دیکھا کہ وہ نماز شروع کرتے وقت رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ، وہ نماز شروع کرتے وقت رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت

فی (الفتح - ج١ ص١٥٠).
ثم حدث: عن وائل ابنه علقمة، ومنه سمع عمرو بن مرة، كما فى الطريق الثانية، فاتصل السند. والنخعى لم يلق ابن مسعود، كما مر؛ فالمنقطع لايقاوم المتصل! فكيف الترجيع؟ واين التفضيل؟ ثم وائل ليس بمتفرد، بل معه جماعة من الصحابة. فقد ذكرنا عن الشيخين، وكفى بهما رواية. وذكر صاحب الفتح (ج١ ص٤٠٤) "وذكر البخارى انه رواه سبعة عشر رجلاً من الصحابة. وذكر الحاكم، وابو القاسم بن مندة؛ ممن رواه العشرة المبشرة. وذكر شيخنا ابو الفضل الحافظ: انه تتبع من رواه من الصحابة، فبلغوا خمسين رجلا". وقال السيوطى فى (الازهار المتناثرة) "ان حديث الرفع متواتر عن النبى ﷺ اخرجه الشيخان: عن ابن عمر، ومالك بن الحويرث؛ ومسلم: عن وائل بن حجر؛ والاربعة: عن على؛ وابوداود: عن سهل بن سعد، وابن الزبير، وابن عباس، ومحمد بن مسلمة، وابى اسيد، وابى قتادة، وابى هريرة؛ وابن ماجة: عن انس، وجابر، وعمير الليثى واحمد: عن الحكم بن عمير؛ والبيهقى: عن ابى بكر، والبراء؛ والدار قطنى: عن عمر، وابى موسى، والطبرانى: عن عقبة بن عامر، ومعاذ بن جبل". ثم الصواب: عن ابن مسعود الثبوت لا الترك كما مر.

قوله: واما اصحاب مسانيد الامام ابى حنيفة، اخرجوه عن ابى حنيفة الخ.

اقول: اخرجه ابو محمد عبدالله بن محمد بن يعقوب السبذمونى، الاستاذ، البخارى من طريق رجاء بن عبدالله عن النهشلى، عن شقيق بن ابراهيم، عن الامام. ورجاء: هذا مجهول، لاذكر له فى كتب الرجال. وشيخه: منكر الحديث كما (فى الميزان ج١ ص٤٤٩)، وقال الذهبى فى (المغنى) "لايحتج به. كما فى كشف الاحوال للمدراسى - ص٥٢". ثم الاستاذ: صاحب المسند، ايضا من المشهورين بالوضع؛ فقال ابوسعيد الرواس "يتهم بوضع الحديث. وقال احمد السليمانى: كان يضع هذا الاسناد على هذا المتن، وهذا المتن على هذا الاسنادل وهذا ضرب من الوضع. وقال ابوزرعة احمد بن الحسين الرازى: ضعيف. وقال الحاكم: صاحب عجائب، وافراد عن الثقات. وقال الخطيب: كان صاحب عجائب، ومناكير، وغرائب، وليس بموضع الحجة. وقال الخليلى: لين، ضعفوه،

رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، وہ نماز شروع کرتے وقت رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔''

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت، رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ اس کے رواۃ ثقہ ہیں۔

بات بالکل ویسے ہی ہے جس طرح انہوں نے کہا ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ کے استاد امام حاکم محمد بن عبداللہ ابن البیع صاحب المستدرک ہیں وہ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کو خلیل بن عبداللہ الحافظ الخطیب اور ابن طاہر نے ثقہ قرار دیا ہے۔ ابو حازم العبدی کہتے ہیں وہ اپنے وقت کے امام الحدیث تھے۔ ان کے حالات زندگی تذکرہ الحفاظ امام ذہبی (ج۲ص۲۲۷) میں ہے۔ مقدمہ علوم الحدیث میں ہے۔

"كان اماما، جليلاً، حافظا، عارفا، ثقة، واسع العلم، اتفق الناس على امانته، وجلالته، وعظمة قدره، ورحل اليه لسعة علمه، ودراية. واتفق العلماء على انه من اعلم الائمة الذين حفظ الله بهم هذا الدين."

''یعنی وہ امام بزرگ حافظ عارف ثقہ وسیع علم رکھنے والے تھے۔ لوگوں نے ان کی امامت جلالت شان قدرومنزلت کی عظمت پر اتفاق کیا ہے۔ اور لوگ (تحصیل علم کے لیے) ان کی وسعت علمی وکشادہ درایت کی وجہ سے ان کی طرف رخت سفر باندتے تھے۔ اور علماء نے اس بات پر بھی اتفاق کیا ہے کہ آپ ان بڑے بزرگ ائمہ میں سے ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس دین حنیف کی حفاظت فرمائی ہے۔''

ان کا استاد شیخ الصفار امام حاکم نے اپنی مستدرک میں کئی مواضع پر ان سے روایت کی ہے۔ اور ان کو صحیح قرار دیا ہے جبکہ امام ذہبی نے بھی اس کو برقرار رکھا ہے (یعنی ان کی تصحیح پر کوئی کلام نہیں کیا جس طرح وہ دوسری ضعیف روایتوں پر جن کو امام حاکم اگر صحیح کہیں تو ان پر کلام کرتے ہیں) ابونعیم نے اپنی تاریخ میں کہا ہے کہ ''احد العباد'' عابدوں میں سے ایک عابد ہے۔ ابوالشیخ اپنی طبقات میں کہتے ہیں: "صحيح السماع" یعنی ان کا سماع درست ہے۔ امام سمعانی الانساب میں لکھتے ہیں "كان زاهد احسن السيرة كثير الخير" یعنی آپ زاہداً اچھی سیرت والے متقی اور بہت سے خوبیوں والے تھے۔ ابن العمادی شذرات الذہب (ج۲ص۳۴۹) میں لکھتے ہیں:

"كان من اكثر الحفاظ حديثا، قال الحاكم، هو محدث عصره، مجاب الدعوات، لم يرفع راسه الى السماء نيفا و واربعين سنة."

كـان يـدلـس". كـذا فـى (لسان الميزان - ج٣ص٣٤٩) وقال: فى (المغنى) "يأتى بـعـجـائـب واهية، كـذا فـى (كشف الـمدارسى - ص٦٣)". وقال السمعانى فى (الانسـاب) "كـان ضـعـيـفـا فـى الـرواية، غير موثق به". وذكره ابن الجوزى: فى الـضـعـفـاء. وقال ابن مندة: كان غير ثقة، وله مناكير. كذا فى (الجوهر المضية - ج١ص٢٨٩) للقرشى الحنفى. وروى الاستاذ: ايضا رواية النخعى - التى فيها ذكر لاعتراضه على وائل - من طريق: احمد بن محمد عن جعفر بن محمد عن ابيه عن عبدالله بن الزبير عن الامام. ومن طريق: احمد بن محمد عن محمود بن على بن عبيـدالله الهـروى عن ابيه عن الصلت بن الحجاج عن الامام. ومن طريق: ابراهيم بن عمرو بن محمد الهمدانى عن محمد بن عبيد عن القاسم بن الحكم عن الامام. ذكـر: تـلك الاسـانيـد - الـخوارزمى؛ فى (مسند الامام - ج١ص٣٥٨) وهى كلها مـظـلـمة. فـفـى الاولى: عبدالله بن الزبير جهله الذهبى فى (الميزان ج ٢ص٣٨) اوهـو: والد ابى الزبير. وقد ضعفه: ابونعيم الكوفى، وابوزرعة. كما فى (الميزان) ايـضـا. وفـى الثـانية: الصلت قال: ابن عدى عامة حديثه منكر. كما فى (الميزان - ج١ص٤٦٨). وفـى الثالثة: القاسم بن الحكم. قال ابوحاتم: "لايحتج به" كما فى التهـذيـب -ج٨ص٣١٢). وبـقية الرجال كلهم مجاهيل، لايدرى من هم. فهذه الاخبار فى غاية السقط، بل هى، مما صنعته يدا الاستاذ.

قوله:ورواه غير هم من المحدثين الخ.

اقول:تدور طرقها على هؤلاء؛ فالكلام عليها كالكلام عليها.

قوله: واسانيدحديث ابن مسعود، بعضها جيد۔ الخ.

اقول:هذا كله مردود؛ لما مر۔ فارجع البصر هل ترى من فطور.

قوله: وصـحـح (حـديث ابن مسعود) نظرا الى بعض اسانيده الحافظ ابن حزم، والدار قطنى، وابن القطان، وغير هم.

اقول:قد قدمنا عن الامامين؛ التضعيف له. واما ابن حزم: فتصحيحه، مبنى على انه لـم يـقف عـلـى مـا قاله ابن المدينى فى عاصم. فمن وقف حجة؛ عليه. وقال ابن عبـدالبـر: فى التمهيد "اما حديث ابن مسعود، فانفرد به عاصم بن كليب ...... وليس ممن يحتج به اذا انفرد".

''یعنی آپ حفاظ میں سب سے زیادہ حدیثوں کو یاد رکھنے والے تھے حاکم کہتے ہیں، آپ اپنے زمانے کے محدث تھے مستجاب الدعوۃ تھے تقریباً چالیس سے زیادہ سالوں سے انہوں نے اپنے سر کو آسمان کی طرف نہیں اٹھایا۔''

آپ کی توثیق کو ابن الترکمانی نے بھی الجوہرنقی میں تسلیم کیا۔ باقی تمام رجال کو التقریب والتہذیب میں ثقہ قرار دیا گیا ہے۔

اگر آپ کہیں: ابن ترکمانی نے کہا ہے کہ السلمی کے بارے میں ابو حاتم نے کلام کیا ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں کہ ابن ابو حاتم کہتے ہیں کہ محدثین نے اس کے اور محمد بن فضل عارم کے بارے میں کلام کیا ہے اور اسکا حافظہ آخری عمر میں بگڑ گیا تھا۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ آخر عمر میں ان کا حافظہ اس حد تک متغیر اور خراب تھا (یعنی حافظہ ان کا اتنا کمزور ہو گیا تھا) کہ اس کو خود پتہ نہیں چلتا تھا کہ وہ کیا بیان کر رہا ہے۔ چنانچہ اس کی روایتوں میں بہت سی منکر روایتیں بھی داخل ہو گئی ہیں۔ لہٰذا اس سے بعد میں روایت کرنے والوں کو الگ کرنا ضروری ہے۔ اور جب (ان منکر وغیر منکر) کے درمیان امتیاز نہ ہوا ور فرق معلوم نہ ہو تو سب کو چھوڑ دیا جائے گا اور ان میں سے کسی سے بھی حجت نہیں لی جائے گی۔

ہم کہتے ہی: یہ سب باتیں قابل رد و نا قابل اعتبار ہیں اس لیے کہ السلمی کے بارے میں ابو حاتم کا کلام واضح نہیں ہے اور پھر یہ کہ باقی تمام ائمہ نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ تقریب (ص۳۳۶) میں ہے ''ثقة حافظ لم يتضح كلام ابی حاتم فيه'' یعنی ثقہ حافظ ہے ان کے بارے میں ابو حاتم کا کلام واضح نہیں ہے۔ امام نسائی، ابن حبان، مسلمہ اور ابو الفضل بن اسحاق نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔

ابو بکر الخلال کہتے ہیں:

"رجل معروف، ثقة، كثير العلم، متفقه، وقال عمر بن ابراهيم، صدوق ومشهور بالطلب. وقال الخطيب كان فهما. متقنا، مشهورا بمذهب السنة وقال الدار قطنی - وهو الناقل عن ابی حاتم - ثقة، صدوق، وقال الحاكم ثقة، مامون. (كذا فی التهذيب ج۹ ص۶۲)

''یعنی معروف آدمی ہے ثقہ ہے بڑے علم والا ہے فقیہ ہے۔ عمر بن ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سچا ہے، حدیثیں طلب کرنے میں مشہور ہیں۔ خطیب رحمہ اللہ کہتے ہیں وہ سمجھدار، پختہ کار، مضبوط اور سنی المذہب ہونے میں مشہور تھے۔ دارقطنی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (ابو حاتم سے نقل کرنے والا خود ہیں) وہ ثقہ ہے، سچا ہے۔ حاکم رحمہ اللہ کہتے ہیں: ثقہ ہیں، دیانتدار وصاف کردار کے مالک ہیں۔ اسی طرح التہذیب (ج۹ ص۶۲) میں ہے۔ ''

نـعـم - الـقطان، انما صحح من حيث السند، وخطّأ الزيادة "ثم لايعود". كما فى (النصب والدراية).

ومـعلوم؛ ان صحة السند ان سلمت، لاتستلزم صحة المتن. فهذه خيانة من العالم ان ينقل عن احد تصحيحه للسند، ويغمض عن تخطائه للمتن!

قوله: ووافقهم - على ذلك التصحيح - الحافظ ابن حجر - الخ.

اقول: ليس فـى (الـدراية) حـرف واحـد يدل على ذلك؛ بل قال: فى (التلخيص - ج١ ص٨٣) - بـعـد نـقـل اقوال اهل الشأن فى تضعيفه "وهؤلاء الائمة: انما طعنوا كلهم، فى طريق عاصم بن كليب".

قوله: فمن اسانيده الصحيحة؛ سند ابى بكر بن شيبة ـ الخ.

اقول: قـد بـطـل الادعاء. ثم كتاب (ابن ابى شيبة) من الطبقة الثالثة؛ فلا يجوز لكم الـنـقـل مـنـه، الا لـلا ستشهـاد؛ لا لـلاحـتـجـاج. فـفـى (حجة الله البـالغة - ج١ ص١٣٠١ صـح الـمـطـابـع) "امـا الـطبـقة الاولـى، والثانية، فعليهما اعتماد الـمـحدثين، وحوم حماهم، مرتعهم ومسر حهم. واما الثالثة: فلا يباشرها للعمل الا الـنـحـارير، الجهابذة، الذين يحفظون اسماء الرجال؛ وعلل الا حاديث. نعم! ربما يؤخذ منها المتابعات، والشواهد. وقد جعل الله لكل شئ قدراً".

قوله: فاما الاول: فقال الحافظ ابن حجر: فى (تهذيب التهذيب) ان وكيع بن الجراح ـ الخ.

اقول: لا كـلام فـى امامة الوكيع وجلالته؛ لكن قلما يسلم الانسان من الوهم. وفى (التهـذيـب - ج١١ ص١٢٥) "عـن احمد: اخطأ وكيع فى خمسمأة حديث". وعد ابن القطان هذا الخبر من وهمه كذا قاله الزيلعى فى (النصب -ج١ ص٣٩٦).

قوله: واما الثانى: فقد قال: فى (تذكرة القارى) سفيان بن سعيد بن مسروق، الثورى ـ الخ.

اقول: الثـورى اميـر الـمـؤمنين فى الحديث، ولاشك؛ ولكن ذهب البخارى، وابو حـاتـم: انـه وهم فى هذا الخبر، كما فى (النصب - ج١ ص٣٩٦)؛ والوهم لايقدح فى امامته؛ ويتأكد ذلك بان: عبدالله بن ادريس لم ير الزيادة: "ثم لم يعد"، فى كتاب عـاصم بن كليب، كما ذكر: فى موضعه. وايضا، فالثورى: قد نسب الى التدليس؛ والائـمة: وان حـمـلـوا عـنـعـنه لكن الحنفيين: لم يقبلوها وردوا حديثه فى الجهر بالتأمين؛ لعنعنته (١) فلاينبغى لهم الاحتجاج بعنعته هذه!

یہ اس بارے میں تصریح ہے کہ امام دار قطنی رحمہ اللہ نے بذات خود ابو حاتم رحمہ اللہ کی بات کی پرواہ نہیں کی۔ لیکن عارم کے بارے میں دار قطنی رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ ان کی اختلاط کی بعد کوئی منکر روایت سامنے نہیں آئی (التھذیب ج۹ ص ٤٠٤) امام حافظ (ابن حجر رحمہ اللہ) نے اس کو مقدمۃ الفتح میں درست قرار دیا ہے۔ اور تہذیب میں ابن حبان رحمہ اللہ کے قول کے بعد لکھتے ہیں:

"قرات بخط الذهبی ، لم يقدر ابن حبان ان يسوق له حديثا منكرا ، والقول فيه ما قال الدار قطنی ." (الميزان ج٣ص١٢١)

"یعنی میں نے ذہبی کے خط سے پڑھا ہے کہ ابن حبان رحمہ اللہ ان کی ایک بھی منکر حدیث پیش نہیں کر سکے اور ان کے بارے میں بات وہی درست ہے جو دار قطنی رحمہ اللہ نے کہی ہے۔"

بلکہ اس میں ابن حبان کے قول کی اچھی طرح تردید کی ہے اور دار قطنی کے قول کو ثابت کیا ہے۔ عقیلی سے نقل کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں:

"قال جدی ما رايت بالبصرة شيخا احسن صلاة من عارم ، كانوا يقولون: اخذ الصلاة عن حماد بن زيد ، واخذها عن ايوب ."

"یعنی میرے دادا نے کہا کہ میں نے بصرہ میں عارم سے زیادہ اچھی نماز ادا کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ لوگ کہتے تھے کہ اس نے یہ نماز حماد بن زید سے اور اس نے ایوب سے سیکھی ہے۔"

اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عقیلی بھی اس حدیث کو صحیح اور ثابت سمجھتے ہیں اور وہ اس فن (حدیث) کے اماموں میں سے ہیں۔ اسی طرح امام ذہبی رحمہ اللہ کی طرف سے بھی اس کی توثیق ہوتی ہے۔

اگر آپ کہیں کہ ابن ترکمان نے یہ بھی کہا ہے کہ "والصفار لم يصرح بالتحديث عن السلمی" یعنی الصفار نے السلمی سے حدیث بیان کرنے میں صراحت نہیں کی ہے۔

ہم کہتے ہیں: پھر کیا ہوا؟ صفار ثقہ ہے، مدلس نہیں۔ ابن ترکمانی نے خود الجوہر النقی فی ذیل سنن البیہقی ج١ص١٧١ میں لکھا ہے:

"عند جمهور اهل الحديث على من ادرك شخصا فروى عنه كانت روايته محمولة على الانصال ـ سواء كان بلفظ قال ، او عن ، او غير هما ."

"یعنی جمہور محدثین کے نزدیک مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص کسی آدمی سے ملے پھر وہ اس سے روایت کرے تو اس کی روایت کو اتصال پر محمول کیا جائے گا خواہ وہ لفظ "قال" یا "عن" یا کسی اور لفظ کے ساتھ روایت کرے۔"

اور صفار ان میں سے ہے جنہوں نے سلمی سے حدیثیں سنی ہیں۔ اور اس کی ان سے روایت (کرنے

قوله: واما الثالث فقد قال: فى (تذكرة القارى) عاصم بن كليب ـ الخ.

اقول: قد مر ان تفرده ليس بحجة، فلا يفيده مجرد التوثيق فيما نحن فيه.

قوله: روى له مسلم، واصحاب السنن الاربعة، وعلقه البخارى.

اقول: لم يحتج به مسلمٌ، بل استشهد به، وهذا خارج عن النزاع واما الاربعة: فلم يشترطوا عدم اخراج رواية من لايحتج به؛ ففى كتبهم عن كثير، ممن هو دونه. واما تعليقات البخارى: فليست من الاصول عنده، كما لايخفى.

قوله: واما الرابع ـ الى ـ قاله ـ وهو من الطبقة الثانية انتهى.

اقول: اذا لم يصح السند اليه؛ فكونه ثقة جليلا لايجدى نفعا ولاتزر وازرة وزر اخرى.

قوله: فصح السند المذكور على شرط الشيخين.

اقول: هذا يستلزم ان يكونا يحتجا بمن لايجوز الاحتجاج به، او بالمنقطعات، والمعلولات، والمنكرات، والمدرجات، وهذا باطل، فبطلان اللازم، بطلان للملزوم.

قوله: وكذلك سند ابى داؤد ...... وكذلك سند الترمذى ...... وكذلك سند النسائى ـ الخ.

اقول: هذا سند واحد، وقد مر الكلام عليه. وحسبك - لبطلان ما قاله - ان مخرجيه ايضا لم يثبتهوه؛ فابوداؤد: فى (سننه) وكذا، الترمذى، نقلا عن ابن المبارك.

قوله: وكذلك سند الامام ابى حنيفة ـ الخ.

اقول: قد مر: انه لايصح السند اليه، ثم حماد: ايضا فيه ما فيه كما ذكر.

قوله: وانما روى له مسلم ـ الخ.

اقول: لكن مقرونا بغيره. ثم الشيخان: انما يخرجان عن امثاله، ما سلم من الاختلاط وشبهة التدليس، والا نقطاع، وليس ذلك لغير هما.

قوله: سيأتى الكلام بعد هذا ـ الخ.

اقول: وتذكر هناك: ما له، وما عليه.

قوله: ومنها: حديث براء بن عازب ـ رَضِىَ اللّٰهُ عَنهُ ـ واخرجه عبدالرزاق، واحمد، وابو داؤد، وابن ابى شيبة، والطحاوى، والدار قطنى، وغيرهم ـ الخ.

میں) بھی تصریحی لفظ جیسے " اخبرنا " وغیرہ کے ساتھ واقع ہیں۔ جس طرح کی متدرک حاکم میں ہے۔ اور پھر یہ شبہ بھی اس وقت واقع ہوتا ہے جب ہم اس کو متاخرین میں تسلیم کریں جس طرح کہ ابن صلاح نے اپنی کتاب مختصر میں ذکر کیا ہے۔ اور جس کے بارے میں ہم گفتگو کر رہے ہیں وہ ایسا مسئلہ نہیں ہے۔

صفار حاکم کا استاد ہے اور اسی طرح دار قطنی کے استادوں میں سے ہیں۔ جیسا کہ امام ذہبی نے تذکرہ الحفاظ میں امام حاکم کے حالات زندگی کے تحت نقل کیا ہے اور امام حافظ ابن حجر عسقلانی نے متقدمین میں دار قطنی کو بھی شمار کیا ہے۔ (شرح نخبہ ص ۳۸)

اب اس میں کوئی شک نہیں کہ صفار بھی انہیں میں سے ہیں۔

اس لیے کہ صفار دار قطنی کا استماد ہے اور دار قطنی کو متقدمیں [illegible] گیا ہے۔ جب شاگرد کا شمار متقدمین میں ہو تو اس کا استاد بالا ولیٰ متقدمین میں شمار ہوگا۔ (مترجم)

لہٰذا یہ حدیث تمام علتوں سے محفوظ ہے۔ اس کو ایک امام دوسرے امام سے لیتا ہے پھر اس کو عارم ابو النعمان حماد بن زید سے روایت کرتا ہے اور وہ ایوب سختیانی رحمہ اللہ سے اور یہ دونوں اہل بصرہ کے علماء اور فقہاء میں سے ہیں۔ اور ایوب عطا سے روایت کرتا ہے اور وہ اہل مکہ کے علماء فضلا میں سے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شیوخ میں سے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں کہا تھا کہ

" مارایت فیمن لقیت افضل منه " (عمدة القاری العلامة عینی ج ۲ ص ۷۵۰)

"یعنی میں جن سے بھی ملا ان میں ان سے زیادہ افضل میں نے کسی کو نہیں پایا۔"

پس ثابت ہوا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح اور ثابت ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی ایک اور حدیث بیہقی میں عبدالرزاق عن ابن جریج عن عطاء عن ابن الزبیر کی سند سے مذکور ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث:

امام بیہقی ج ۲ ص ۷۴ میں لکھتے ہیں:

"اخبرنا محمد بن عبدالله الحافظ ، ثنا ابو جعفر احمد بن عبيد الحافظ ، وابو القاسم عبد الرحمن بن الحسن القاضی ، الا سديان ، بهمدان ، قالا : ثنا ابراهيم بن الحسين بن ديزيل ، الهمدانی ، ثنا آدم بن ابی اياس ، ثنا شعبة ، ثنا الحكم ، قال : رايت طائوسا كبر فرفع يديه حذو منكبيه عند التكبير ، وعند ركوعه ، وعند رفعه راسه من الركوع . فسالت رجلا من اصحابه فقال : انه يحدث به عن ابن عمر ، عن عمر ،

اقول: مـدار اسانيدهم يزيد بن ابى زياد؛ وقد جرحه عامة الائمة: كأحمد، والدارمي، وابـن مـعين، وابى يعلى، وابن مهدى، وابى زرعة، وابى حاتم، والجوزجانى، وابـى داؤد، وابـن عـدى، وابـن المبارك، وابن حزم، وابن الجوزى، والوكيع، وابـى اسامة، وابن حبان، وابن قانع، والحاكم ابى احمد، ويعقوب بن سفيان، وابـن سـعد، والبرديجى، وابن خزيمة، والنسائى، والدار قطنى، ومسلم كما فى (التهذيب - ج١١ص٢٢٩-٢٣٠-٢٣١)، ثم هو متغير الحفظ. قال: فى (التقريب - ص٥٥٨) "ضعيف، كبر، فتغير، وصار يتلقن، وكان شيعيا" <اهـ>.

وو صـفـه بذلك كما فى (التهذيب): العجلى، وابن حبان، ويعقوب، وابن سعد، والـدار قـطـنـى، ثـم روايته: هذه بعد الاختلاط. ففى (البيهقى -ج٢ص٧٦) "عن الـحـميـدى، ثـنا سفيان، ثنا يزيد بن ابى زياد ـبمكة ـ فذكر الحديث ليس فيه: (ثم لايعود" فظننت انهم لقنوه، وقال لى اصحابنا: ان حفظه قد تغير، اوقالوا: قد ساء. قـال الـحـميـدى: قلنا لقائل هذا، يعنى المحتج بهذا انما رواه يزيد، ويزيد: يزيد. اخبـرنـا: ابـو عبـدالله الـحـافـظ، ثـنا ابوالحسن بن عبدوس، ثنا عثمان بن سعيد الـدارمـى، قـال: سـألـت احمد بن حنبل عن هذا الحديث؟ فقال: لايصح عنه هذا الـحـديـث. قال: وسمعت يحى بن معين، يضعف: يزيد بن زياد. وقال ابو سعيد الـدارمـى: مـمـا يـحـقـق قول سفيان بن عينية: انهم لقنوه: هذه الكلمة. ان سفيان الثـورى، وزهير بن معاوية وهشيما، وغيرهم من اهل العلم- لم يجيؤا، وانما جاء بها من سمع منه بآخرة. قال الشيخ: والذى يؤكد ما ذهب اليه هؤلاء،

مـا اخبـرنـا ابو عبدالله الحافظ، ثنا ابو بكر احمد بن اسحاق الفقيه، انبأ ابو مسلم ابراهيم بن عبدالله، ح واخبرنا ابو سعد مالينى؟ انبأ ابواحمد بن عدى الحافظ، ثنا الـفـضـل بن الحباب، قالا: ثنا ابراهيم بن بشار، ثنا سفيان، ثنا يزيد بن ابى زياد- بـمكة ـ انا عبدالرحمن بن ابى ليلى، عن البراء بن عازب قال رأيت النبى ـ ﷺ ـ اذا افتتح الصلوة رفع يديه، واذا اراد ان يركع، واذا رفع رأسه من الركوع، قال سفيان: فـلما قدمت الكوفة، سمعته يقول: يرفع يديه اذا افتتح الصلوة "ثم لايعود" فظننت: انهـم لـقـنوه وكذلك رواه عبد الكريم بن الهيثم الدير عاقولى عن ابراهيم بن بشار" <اهـ>.

عن النبی ﷺ . قال ابو عبدالله الحافظ فالحديثا ن كلا هما محفوظان عن ابن عمر عن عمر عن النبی ﷺ وابن عمر عن النبی ﷺ فان ابن عمر رای النبی ﷺ فعله ، ورواه عن النبی ﷺ . "

"یعنی ہم کو خبر دی محمد بن عبداللہ الحافظ نے کہا ہم سے سبو جعفر احمد بن عبید الحافظ الاسدی اور ابو قاسم عبدالرحمٰن بن الحسن القاضی الاسدی نے ہمدان میں بیان کیا۔ ان دونوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن الحسین بن دیزیل الہمدانی نے بیان کیا کہا ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے حکم نے بیان کیا، کہا کہ میں نے طاؤس کو دیکھا کہ انہوں نے اللہ اکبر کہا اور تکبیر کہتے وقت دنوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھایا، اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت بھی ایسا ہی کیا میں نے ان کے شاگردوں میں سے کسی سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ یہ حدیث ابن عمر سے وہ عمر رضی اللہ عنہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں۔ ابو عبداللہ الحافظ کہتے ہیں کہ دونوں حدیثیں ایک ابن عمر رضی اللہ عنہ سے وہ عمر رضی اللہ عنہ اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں دوسری ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (عمر رضی اللہ عنہ کے واسطہ کے بغیر) بیان کرتے ہیں یہ دونوں محفوظ ہیں۔ اس لیے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو روایت کیا ہے۔"

اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

امام بیہقی کا استاد امام حاکم ہے اور حاکم کے دنوں استادوں میں سے ایک ابو جعفر احمد بن عبید ہے خطیب نے اپنی تاریخ ج ۴ ص ۲۶۱ میں اور امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۸۷ میں اس کو ثقہ قرار دیا ہے اور امام دارقطنی سے نقل کیا ہے کہ

" انه قال: كان ثقة ، ثبتا صنف المسند وجوده . "

یعنی انہوں نے کہا ہے کہ وہ ثقہ پختہ تھے اور انہوں نے بہت عمدہ مسند تصنیف کی ہے۔ البتہ اس کا متابع مجروح ہے لیکن ہمیں اس کی ضرورت نہیں اس لیے کہ ہمیں ثقہ راوی کی رایت کافی ہے۔

ان دونوں کے استاد: ابن حبان نے الثقات میں طبقہ رابعہ میں ان کا ذکر کیا ہے اور مام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۲۶ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ اور حاکم سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا؛ " ثقة مامون ، ثم قال: كان يضرب ، كتابه المثل " یعنی وہ ثقہ اور مامون ہے پھر کہا کہ اس کی کتاب کی تو مثالیں دی جاتی تھیں۔ پھر اس نے ایک حدیث ذکر کی ہے اسی سند سے جس میں وہ موجود ہے پھر اس کو حسن قرار دیا ہے۔ اس کے باقی رجال سب ثقہ ہیں۔ (التقریب)

فظهر: ان تـلـك الـروايـة مـقـلـوبـة، والصحيح فى الاصل ما ذكره: بزيادة الرفع عند الـركوع وعند الرفع منه، ثم لما ساء: حفظ يزيد اغتنم: اهل الكوفة فغيروا الرواية، بحسب اهوائهم.

وهـذه الرواية صحيحة، يرويها ـ عن ابن عيينة ـ ابراهيم بن بشار، وهو ثقة؛ صدقه البخارى، وابن عدى، وابوحاتم والطيالسى، ووثقه: ابو عوانة، والحاكم، ويحى بـن الفضل، كما فى (التهذيب - ج١ص١٠٦ـ١٠٧) وذكره ابن حبان فى الثقات، فى الطبقة الرابعة. وقال: "كان متقنا، ضابطا، صحب ابن عيينة سنين كثيرة وسمع حديثه مرارا" <اهـ>.

واما قول ابن معين: ليس بشئ، لم يكن يكتب عند سفيان، وكان يملئ على الناس مـا لـم يـقـلـه سـفيـان، فـلا يـضره. اولا: انه قد صرح بالتحديث عنه ههنا. وفى (النصب ـ ج١ص٤٠٣) نقلا عن الحاكم "وهو ثقة من الطبقة الاولى، من اصحاب ابن عيينة جالس ابن عيينة نيفا واربعين سنة" <اهـ>.

وكـذا قول النسائى: ليس بالقوى؛ لانه جرح مبهم، فلا يقاوم التوثيق. والاسناد اليه ايـضـا صـحيح؛ فشيخا البيهقى احدهما: الحاكم ـ المذكور ـ والثانى: وهو احمد بن محمد بن احمد بن عبدالله الهروى، المعروف ـ بطاؤس الفقراء ـ قال الذهبى فى ـ التذكرة ـ ج٣ص٢٥٧) "كان ثقة متقنا".

وشيـخ الـحـاكـم: روى لـه فـى الـحستـدرك فـى غيـر موضع، واقره الذهبى فى (التـلخيص) وهو ابوبكر الضبعى. اكثر، وبرع فى الحديث. قال الحاكم: يضرب بـعقله المثل. كذا فى (الشذرات) لابن العمادى ـ ج٢ص٣٦١) وقال ابن السبكى: فـى (طبـقـات الشـافـعية ـــ ج٢ص٨١) "احـد الأئـمة الـجـامعين بين الفقـه والحديث" <اهـ>.

وشيـخ الـمـاليـنى الحافظ ابن عدى صاحب (الكامل) احمد بن عبدالله، من ائمة الـجـرح والتعديل، وثقه: ابن عساكر، وحمزة السهمى. وقال الخليلى: كان عديم الـنظير حفظا وجلالة. وقال ابن ابى مسلم: ما رأيت مثله. كذ فى (التذكرة للذهبى ـ ج٣ص١٤٣ـ١٣٣).

وشيـخ ابى بكر الفقيه: هو ابو مسلم الكجى، صاحب المسند، وثقه: الدار قطنى،

شعبہ: ...... یہ ابن الحجاج الامام ہیں اور الحکم یہ حکم بن عتیبہ ابو محمد الکندی ہے۔ اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مدلس ہے اس لیے یہ قابل قبول نہیں اس لیے کہ اس نے کہا ہے کہ "رایت طاؤسا" یعنی میں نے طاؤس کو دیکھا ہے لہٰذا یہاں تدلیس کا شبہ واقع نہیں ہوتا ہے۔

طاؤس: ...... ابو عبدالرحمٰن بن کیسان یمن کے بڑے علماء میں سے ہیں۔

(اگر آپ یہ کہیں): ...... وہ شخص جس سے حکم نے پوچھا تھا وہ مجہول ہے۔

(ہم کہتے ہیں): ...... یہ کوئی نقصان دہ نہیں ہے اس لیے کہ ظاہری سیاق دلالت کرتا ہے کہ اس نے طاؤس کی موجودگی میں پوچھا تھا جب اس نے اس کو ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا۔ اب ان کا یہ اعتراض نہ کرنا اقرار پر دلالت کرتا ہے۔ لہٰذا خبر وحدیث متصل ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ اسی لیے امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کو صحیح کہا ہے جیسا کہ نصب الرایۃ ج ۱ ص ۴۰۵ میں اور حافظ رحمہ اللہ نے الدرایہ ص ۸۵ میں اس کو تسلیم کیا ہے۔

امام کی کتاب سے نقل کرتے ہوئے ماوردی کا یہ کہنا کہ اسی طرح آدم اور ابن عبدالجبار المروزی نے شعبہ سے روایت کیا ہے اور ان دونوں کو اس میں وہم ہوگیا ہے جبکہ محفوظ یہ ہے کہ یہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتا ہے۔

ہم کہتے ہیں صاحب الامام نے وہم کا حکم نہیں لگایا بلکہ اس نے ویسا ہی کہا ہے جیسا کہ نصب الرایۃ ج ۱ ص ۴۱۵ میں ہے۔ اور یہ بھی کہ یہ روایت مجہول کی طرف لوٹتی ہے اور مجہول طاؤس کے شاگردوں میں سے وہ شخص ہے جس سے حکم نے حدیث بیان کی ہے اور یہ کہ یہ دوسری سند سے بھی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے متصلاً روایت کی ہے۔ ورنہ مجہول کی روایت سے حجت قائم نہیں ہوگی۔ اور اس کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے "الخلافیات" میں تخریج کیا ہے۔ اب جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ جہالت کا شبہ زائل ہوگیا۔

اور شیخ نے بھی اس کو حدیث متصل کی موئد قرار دیا ہے وہ آگے آئے گی۔ ان شاء اللہ۔ پس یہ بھی روایت سے وہم کو صراحتاً دور کرتا ہے۔ المار دینی کے کلام سے معلوم ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے زیادتی بیان کرنے میں آدم اکیلا نہیں ہے بلکہ ابن عبدالجبار نے بھی اس کی متابعت کی ہے پس وہ قوتیں جمع ہوگئیں اس لیے کہ آدم ثقہ ہے اور اپنے مثل سے زیادہ بیان کرنا یہ مقبول ہے جب تک دونوں حدیثوں کے درمیان منافات واقع نہ ہو جس طرح اس حدیث میں ہے جس کے بارے میں ہم گفتگو کر رہے ہیں۔

المار دینی کا خلال سے ان کا احمد رحمہ اللہ سے بیان کرنا کہ انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے جو حدیث مروی ہے اس کو محفوظ قرار دیا ہے یہ کوئی نقصان دہ نہیں ہے اس لیے کہ جس نے زیادہ کیا ہے وہ ثقہ ہے اور جس نے اس کو ذکر نہیں کیا یہ اس کے منافی بھی نہیں ہے۔ اسی لیے حاکم پھر بیہقی اور پھر ان دونوں کے ساتھ امام

وغيره، وكان سريا نبيلا عالما بالحديث مدحه البخترى كذا فى (التذكرة للذهبى ـج ٢ ص ١٧٧).

وشيخ ابن عدى: الفضل بن الحباب ابو خليفة الجمحى . قال صاحب (الميزان ـج ٢ ص ٣٢٩) "كان ثقة عالما ما علمت فيه لينا، الا ما قال السليمانى: انه من الرافضة، فهذا لم يصح عن ابى خليفة" <اهـ>.

وذكره ابن حبان: فى الثقات فى الطبقة الرابعة . وقال مسلمة بن قاسم: كان ثقة مشهورا . وقال الخليلى: هو الى التوثيق اقرب . كذا فى (اللسان ـج ٤ ص ٤٣٩) فالسندان صحيحان، يتقوى احدهما بالآخر . والدير عاقولى: ايضا . قوله ثقة وثقه ابن كامل، والخطيب . قاله السيوطى فى (طبقات الحفاظ) فهذا الخبر الصحيح: دليل على شذوذ تلك الزيادة؛ بل نكارتها فايضا: فرواه ابن حبان فى (المجروحين) باسناد آخر، ليس فيه ابن بشار قال فى: (ج ٣ ص ١٠٠) "اخبرنا الحسن بن سفيان، قال: حدثنا حرملة بن يحى، قال: سمعت الشافعى يقول: حدثنا ابن عيينة، قال: حدثنا يزيد بن ابى زياد -بمكة- عن عبدالرحمن بن ابى ليلى، عن البراء بن عازب، قال: رأيت النبى ﷺ اذا افتتح الصلاة رفع يديه . قال سفيان: فلما قدم يزيد الكوفة، سمعته يحدث بهذا الحديث، وزاد فيه "ثم لم يعد" فظننت انهم لقنوه" <اهـ>.

وايضا فان يزيد كان ينكرها . ففى (سنن الدار قطنى - ج ١ ص ١١٠) "عن على بن عاصم، ثنا محمد بن ابى ليلى، عن يزيد بن ابى زياد، عن عبدالرحمن بن ابى ليلى، عن البراء بن عازب، قال رأيت رسول الله ـ ﷺ ـ حين قام الى الصلوة فكبر ورفع يديه؛ حتى ساوى بهما اذنيه، ثم لم يعد . قال على: فلما قدمت الكوفة . قيل لى: ان يزيد حى، فاتيته، فحدثنى بهذا الحديث . فقال: حدثنى عبدالرحمن بن ابى ليلى، عن البراء بن عازب، قال: رأيت النبى ـ ﷺ ـ حين قام الى الصلوة فكبر، ورفع يديه؛ حتى ساوى بهما اذنيه . فقلت: له اخبرنى ابن ابى ليلى، انك قلت: "ثم لم يعد" قال: لااحفظ هذا، فعاودته . فقال: ما احفظه . واما طريق ابن ابى ليلى: عن اخيه عيسى، والحكم، عن ابن ابى ليلى، عن البراء، فخطأ .

والصواب: عن ابن ابى ليلى، عن يزيد، قال البخارى (ص ١٥) "وانما روى ابن

بخاری رحمہ اللہ نے اس کے محفوظ ہونے کا حکم لگایا ہے۔امام بخاری نے اس روایت کو اپنی کتاب جزء رفع الیدین ص۱۲پر ذکر کیا ہے۔ اور اس کے ساتھ امام ترمذی نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو رفع الیدین کی حدیث بیان کرنے والوں میں شمار کیا ہے جیسا کہ انہوں نے اپنے اس قول کے ساتھ اس طرف اشارہ کیا ہے کہ وفی الباب عن عمر......الخ .

امام بیہقی کی کتاب الخلافیات میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت ہے کہتے ہیں:

"انبا نا ابو عبدالله الحافظ عن ابی احمد الحسین بن علی بن محمد بن یحییٰ عن ابی بکر محمد بن اسحاق بن خزیمة ، حدثنی احمد بن الحسن الترمذی ، نا حجاج بن ابراهیم لا زرق ، نا عبد الله بن وهب القرشی ، اخبر نی حیوة بن شریح الحضرمی ، عن ابی عیسیٰ سلیمان بن کیسان المدنی ، عن عبدالله بن القاسم قال : بینما الناس یصلون فی مسجد رسول الله ﷺ اذ خرج علیهم عمر بن الخطاب فقال : اقبلوا علی بو جوهکم اصلی بکم صلاة رسول الله ﷺ التی یصلی ، ویامر بها . فقام مستقبل القبلة ورفع یدیه حذو منکبیه ثم کبّر، ثم رکع وکذلك حین رفع ، فقال للقوم : هکذا کان رسول الله ﷺ یصلی بنا."

"یعنی ابوعبداللہ الحافظ نے خبر دی کہ ابو احمد الحسین بن علی بن محمد بن یحییٰ سے وہ ابی بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ سے کہا مجھ سے احمد بن الحسن الترمذی نے بیان کیا، کہا ہم سے حجاج بن ابراہیم الازرق نے بیان کیا کہا ہم سے عبداللہ بن وہب قرشی نے بیان کیا، کہا مجھ کو حیوۃ بن شریح الحضرمی نے خبر دی انہوں نے ابوعیسیٰ سلیمان بن کیسان المدنی سے انہوں نے عبداللہ بن قاسم سے بیان کیا کہا کہ لوگ مسجد الرسول (مسجد نبوی) ﷺ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور لوگوں سے کہا کہ تم لوگ پوری طرح میری طرف متوجہ ہو جاؤ۔ میں تم لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی وہ نماز پڑھ کر دکھا تا ہوں جس کو آپ ﷺ خود پڑھتے تھے اور اسی طرح پڑھنے کے لیے حکم دیتے تھے۔"

پھر آپ رضی اللہ عنہ قبلہ رخ ہوکر کھڑے ہوگئے اور دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھایا اور اللہ اکبر کہا، پھر رکوع سے سر اٹھایا تب بھی ایسا ہی کیا۔ پھر آپ نے لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا اسی طرح رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز پڑھایا کرتے تھے۔

ابن سید الناس "نفع الشذی" میں کہتے ہیں کہ "رجاله موثوقون اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

ابـی لیـلـی هذا من حفظه ، فاما من حدث عن ابن ابی لیلی من کتابه ، فانما حدث عـن ابـن ابـی لیلی ، عن یزید؛ فرفع الحدیث الی تلقین یزید ، والمحفوظ: ما روی عـنـه الثوری ، وشعبة ، وابن عیینة قدیما". <اهـ> . والامـر: کما قال؛ لان ابن ابی لیلی: هو محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی ، سیئ الحفظ جدا . کما فی (التقریب – ص٤٥٨) وقـال شعبة: مـا رأیـت اسـوأ مـن حـفـظـه ، وقـال احمد: مضطرب الـحـدیـث ، وقال یحی القطان: سئ الحفظ جدا ، وقال الدار قطنی: ردئ الحفظ ، کثیـر الـوهـم ، وقال ابو احمد الحاکم: عامة احادیثه مقلوبة ، وقال ابن حبان: ولاه یـوسف بـن عـمـر ــ الـقضاء بالکوفة ـ کان ردی الحفظ ، فاحش الخطأ ، فکثرت الـمناکیر فی حدیثه؛ فاستحق الترك . کذا فی (المیزان – ج٣ص٨٧) وقال ابو حاتم "کـان سـئ الـحـفـظ ، شـغـل بالقضاء ، فساء حفظه ، وقال ابن المدینی: کان سئ الحفظ ، واهی الحدیث ، وقال الساجی: کان سئ الحفظ ، لایتعمد الکذب ، فکان یـمـدح فـی قـضـائـه ، فـامـا فـی الـحـدیث؛ فلم یکن حجة" . کذا فی التهذیب – ج٩ص٣٠٢-٣٠٣) فـظهـر : ان السـنـد تـقلب بعد ماساء حفظه؛ لشغله بالقضاء . وهـکـذا رواه مـن رواه بـعد ذلك . واما من حدث عنه قدیما من الائمة: فعن یزید ، عن ابن ابی لیلی ، عن البراء ، فدار الحدیث : علی یزید والیه اشار سید المحدثین . وایـضـا: فـاضـطـرب ابـن ابـی لیـلـی فی السند؛ فتارة: یروی عن اخیه عیسی ، عن الـحکم ، عن عبدالرحمن بن ابی لیلی ، عن البراء؛ واخری: عن الحکم ، وعیسی ، عـن البـراء؛ واخـری: عـن عیسـی ، عـن ابیه؛ والحکم: مدلس کما فی (التقریب – ص١٢١) وقـد عـنـعـن ، فـظهر: ان الخبر غیر ثابت؛ وبطل قول المخدوم: بعضها جید . الخ .

قوله:فمن اسانیده الصحیحة، سند عبدالرزاق ـ الخ.

اقول:یدور سنده علی یزید ، وقد عرفت: انه یزید ! فهو لایفید؛ لانه غیر سدید .

قوله:فاما الاول، فقد قال:فی (تذکرة القاری) سفیان بن عیینة الخ.

اقول:قـد خطّأ ابن عیینة نفسه: هذا الخبر ، کما مر . والمخدوم یعده: فقیها ، اماما ، حـجة؛ فـلیـرض بـقوله . ثم الراوی ادری بمرویه وهو صوب ما صوب ، فقوله هو القول .

شیخ ابن دقیق العید کہتے ہیں: ''رجاله معروفون'' (نصب الراية ج ١ ص ٤١٥)
یعنی اس کی اسناد کے تمام راوی معروف ہیں۔
یہ وہی روایت ہے جس کی طرف "الامام" میں اشارہ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔
ایک اور حدیث جس کو دارقطنی نے غرائب مالک میں درج کیا ہے جیسا کہ نصب الرایہ ج ١ ص ٤١٦ میں خلف بن ایوب البلخی کی روایت ہے۔

عن مالك بن انس عن الزهرى عن سالم ، عن ابيه ، عن عمر قال : "رايت رسول الله ﷺ يرفع يديه اذا كبر ، واذا ركع ، واذا رفع راسه من الركوع "

''وہ (خلف بن ایوب البلخی) مالک بن انس سے، وہ زہری سے، وہ سالم سے، وہ اپنے والد سے، وہ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ جب تکبیر کہتے اس وقت رفع الیدین کرتے اور جب رکوع میں جاتے اس وقت اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تب بھی۔''

یہ روایت متابعت کے لیے مفید ہے۔ پس جو روایات شیخین (ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما) سے مروی ہیں اوہ اس روایت کو جو محمد بن جابر حماد سے بیان کرتا ہے باطل کرتی ہیں۔

(ان کا کہنا ہے) :...... اس نے کہا میں کہتا ہوں کہ ابراہیم کے لیے وائل کی حدیث کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے جب آپ نماز شروع کرتے تھے تو ہاتھ اٹھاتے تھے اور جب رکوع میں جاتے تھے تو ہاتھ اٹھاتے تھے۔ اور جب رکوع سے اٹھتے تھے تو ہاتھ اٹھاتے تھے ابراہیم نے کہا وائل نے رسول اللہ ﷺ کو ایک مرتبہ کرتے دیکھا ہے، اور عبداللہ نے پچاس مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو ایسا نہ کرتے دیکھا ...... الخ

(میں کہتا ہوں) :...... اس حدیث کی دو سندیں ہیں۔ ان میں سے ایک میں ابو بکرہ ہے جس کا نام بکار بن قتیبہ ہے۔ اگرچہ بعض لوگوں نے ان کی تعریف کی ہے لیکن ہمیں کوئی ایک بھی ایسا جملہ نہیں ملا جو ان کی ثقاہت پر دلالت کرتا ہو۔ اور اس میں مؤمل بن اسماعیل ہے جس کو مخدوم صاحب نے خود اپنے رسالہ "دراهم الصرة" میں ضعیف قرار دیا ہے۔

دوسری سند میں معین بن عبدالرحمٰن السلمی ہے اور ان کا حافظہ آخری عمر میں متغیر ہوگیا تھا۔ جیسا کہ التقریب ص ١١٥ میں ہے اور ابن العجمی نے ''الاغتباط'' میں اس کا ذکر کیا ہے اور ابن ابی حاتم، نسائی اور یزید بن ہارون سے اس کا تغیر حافظہ نقل کیا ہے۔

قوله: واما الثانی وهو یزید بن ابی زیاد الهاشمی مولاهم الکوفی، فهو مختلف فیه.
اقول: والحق: انه لیس بحجة، وبذلك نصوا قاطبة، كما مر؛ ولم یوثقه احد من النقاد. نعم! وثقه: احمد بن صالح المصری؛ لكن لایقبل فی جنب جروح الائمة، واكثرها مفسرة فتقدم علیه. وان وثقه: ابن سعد؛ لكن اخبر: انه تغیر. فصح: انه لم یبق حجة عنده؛ فلهذا، قال ـ تلمیذ الامام ابی حنیفة - ابن المبارك: "ارم به" كما فی: (التهذیب - ج۱۱ ص۳۰۳).
قوله: وقد علقه البخاری، واخرج من الحفاظ حدیثه: مسلم، واصحاب السنن الاربعة.
اقول: لیس ما علقه البخاری من شرطه؛ ومسلم انما استشهد به. ثم روایاته: محمولة علی انها مما حدث به قبل اختلاطه؛ والاربعة: لیس من شرطهم الاقتصار علی الثقات وهذا: مما لایفید شیاً.
قوله: سیأتی الكلام علی ذكر اسماء ـ الخ.
اقول: سیأتی ایضا - انشاء الله تعالی ـ ما عندنا من التحقیق، فلیختر! من له اهلیة من بین ما قاله الائمة، وما قاله العینی.
قوله: واما الثالث. الخ.
اقول: لایفید كونه من الثقات؛ لان السند من دونه، كلا سند؛ فلیس بمستند، ولا معتمد.
قوله: ومنها حدیث جابر بن سمرة. الخ.
اقول: قال البخاری: فی (جزء ه - ص۱۵) "فأما احتجاج بعض من لایعلم: بحدیث، وكیع، عن الاعمش، عن المسیب بن رافع، عن تمیم بن طرفة، عن جابر بن سمرة ـ رَضِیَ اللهُ عَنهُ ـ قال: دخل علینا النبی ﷺ ونحن رافعوا ایدینا فی الصلوة، فقال: مالی اراكم رافعی ایدیكم كانها اذناب خیل شمس! اسكنوا فی الصلوة. فانما كان هذا فی التشهد -لافی القیام- كان یسلم بعضهم علی؛ بعض فنهی النبی ﷺ عن رفع الایدی فی التشهد.
ولایحتج بهذا: من له حظ من العلم. هذا معروف ومشهور، لااختلاف فیه؛ ولو كان كما ذهب الیه؛ لكان رفع الیدی فی اول التكبیرة، ایضا تكبیرات صلوة العید منهیا عنها؛ لانه لم یستثن رفعا دون رفع وقد ثبت: حدیث، حدثناه ابو نعیم، ثنا

مسند حدیث کے مقابلہ میں نخعی کا غصہ ہونا کچھ اہمیت نہیں رکھتا اس لیے کہ وائل کبار صحابہ میں سے ہیں جن کے بارے میں آپ کے آنے سے پہلے ہی نبی کریم ﷺ نے ان کے آنے کی خوشخبری دی تھی اور جب وہ آ گئے تو آپ نے اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا۔ جیسا کہ التہذیب ج۱۱ص۱۰۲میں ہے "وھو لا ینسب الی النبی ﷺ الا ما راہ" یعنی وہ نبی کریم ﷺ کی طرف آپ سے دیکھی ہوئی چیز کے سوا کوئی اور چیز منسوب نہیں کرتا۔

پھر ان کا کہنا کہ آپ نے آپ ﷺ کو صرف ایک مرتبہ رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ انتہائی غلط اور باطل قول ہے۔ امام بخاری اپنی کتاب جزء رفع الیدین ص۲۳ میں فرماتے ہیں کہ یہ صرف اس کا ظن اور گمان ہے کہ "آپ نے صرف ایک مرتبہ کیا" جبکہ وائل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بہت دفعہ دیکھا کہ وہ ہاتھوں کو اٹھاتے تھے یعنی رفع الیدین کرتے تھے۔ لہٰذا وائل رضی اللہ عنہ کو گمان اور فرض کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، اور اس لیے بھی کہ ان کا ان (نبی کریم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم) کو دیکھنا دوسروں کی سوچ اور سمجھ سے زیادہ معتبر ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قد بینہ زائدۃ فقال: حدثنا عاصم ثا ابی ان وائل بن حجر اخبرہ، قال قلت لا نظرن الی صلاۃ رسول اللہ ﷺ کیف یصلی؟ فکبرو رفع یدیہ، فلما رکع رفع یدیہ، فلما رفع راسہ رفع یدیہ بمثلھا، ثم رایتھم بعد ذلك فی زمان فیہ برد، و رایت الناس علیھم جل الثیاب، تحرك ایدیھم تحت الثیاب . فھذاوائل بین فی حدیثہ انہ رای النبی ﷺ واصحابہ یرفعون ایدیھم مرۃ بعد مرۃ ."

"یعنی زائدہ نے وضاحت کی ہے کہ ہم سے عاصم نے بیان کیا، کہا ہم سے میرے والد نے بیان کیا کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے اس کو خبر دی اور کہا کہ میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کو ضرور دیکھوں گا کہ آپ کس طرح نماز پڑھتے ہیں؟ (پھر آپ نے نماز پڑھی) پس آپ نے تکبیر کہی اور دونوں ہاتھوں کو اٹھایا یعنی رفع الیدین کیا پھر جب رکوع کیا اس وقت بھی رفع الیدین کیا پھر رکوع سے سر اٹھایا تو بھی رفع الیدین کیا۔ پھر میں نے ان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کو اس کے بعد سردی کے موسم میں دیکھا کہ لوگوں کے اوپر کپڑوں کی چادریں تھیں اور (رفع الیدین کرتے وقت) ان کے ہاتھ کپڑوں کے اندر حرکت کرتے تھے۔ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ

مسعر ، عن عبيدالله بن القبطية ، قال: سمعت جابر بن سمرة رَضِى اللّٰه عَنهُ يقول: كنا اذا صلينا خلف النبی ﷺ قلنا السلام عليكم ، السلام عليكم . فاشار مسعر بيده؛ فقال؛ ما بالا هؤلاء يؤمون بايديهم؛ كانها اذناب خيل شمس! انما يكفى: احدكم ان يضع يده على فخذه ، ثم يسلم على اخيه من عن يمينه ومن عن شماله . قال البخارى: فليحذر امرأ ان يتقول على رسول الله ﷺ مالم يقل . قال الله ـتعالى ـ ﴿**فليحذر الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم**﴾ <اهـ> .

وفى (التلخيص – ج١ ص٢٤٠) نقلا عنه "من احتج: بحديث جابر بن سمرة على منع الرفع عند الركوع؛ فليس له حظ من العلم . هذا مشهور ، لاخلاف فيه انما كان فى حال التشهد" <اهـ> .

وهكذا قال العلامة محمد عابد السندى: فى (المواهب اللطيفة) وقد ادخله مسلم: فى ابواب السلام ، وكذا النسائى ، والترمذى ، وابوداؤد وابوعوانة ، بل كافة المحدثين؛ حتى الطحاوى فى (شرح معانى الاٰثار) وحسبكم: قوله ، وقال السندى فى (فتح الودود شرح ابى داؤد): "لا دلالة فيه على النهى عن الرفع عند الركوع ، وعند الرفع منه؛ ولذلك قال النووى: الاستدلال به على النهى عن الرفع عند الركوع ، وعند الرفع منه . جهل قبيح"<اهـ> .

قوله:واجيب بان الظاهر:انهما حديثان – كذا قال الملا على القارى.

اقول: قد مر من قول البخارى والحافظ: انه لاخلاف فى كونه فى حال التشهد . فما قاله القارى كالخرق للاجماع!؛ وايضا: فاين قول المتطفل ، من اقوال الذين خلقوا لصناعة العمل .

قوله:ومنها حديث ابن عباس ـ رضى الله عنهم ـ اخرجه:الطبرانى ـبسنده ـ عن محمد بن عبدالرحمن بن ابى ليلى، عن الحكم، عن مقسم، عن ابن عباس، الخ.

اقول: هذا الخبر باطل؛ فان ابن ابى ليلى ، قد مر حاله فى حديث البراء . ثم الحكم بن عتيبة: من المدلسين كما فى (التقريب – ص١٢١) ، كتاب الثقات كابن حبان؛ ثم هو لم يسمع من مقسم غير خمسة احاديث ، ليس هذا منها كما فى (التهذيب – ج٢ ص٤٣٤) نقلا: عن احمد ، وغيره .

ومقسم ايضا مختلف فيه: فمن مضعفيه ابن سعد ، والساجى ، والبخارى ، وابن

اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کئی مرتبہ رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔"

اور یہاں یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ عاصم روایت کرنے میں منفرد ہے اس لیے کہ وائل رضی اللہ عنہ کی حدیث کئی طرق سے مروی ہے بلکہ شعبہ کی طریق سے بھی مروی ہے جیسا کہ جزء رفع الیدین ص۱۱ میں ہے۔

" حدثنا مسلم بن ابراهيم ثنا شعبة ثنا عاصم فذ كر الحديث وشعبة لا يحمل عن مشائخه الا صحيح حديثهم ." (كذا في الفتح ج ١ ص ١٥٠)

"یعنی ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہا ہم سے عاصم نے بیان کیا...... پھر حدیث ذکر کی۔ اور شعبہ اپنے استادوں سے صحیح حدیث کے علاوہ بیان نہیں کرتا۔" (فتح الباری ج۱ص۱۵۰)

پھر وائل رضی اللہ عنہ سے اس کے بیٹے علقمہ نے بیان کیا اور اسی سے عمرو بن مرہ نے سنا جیسا کہ دوسری سند میں مذکور ہے۔ پس سند متصل ہوگئی۔ جبکہ نخعی کا ابن مسعود سے لقاء ثابت نہیں ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ لہٰذا جو منقطع ہے وہ متصل کے مقابل نہیں ہوسکتا۔ جب منقطع کا متصل سے تقابل نہیں ہوسکتا تو منقطع کو ترجیح کس طرح دی جاسکتی ہے؟ اور فضیلت بھی کہاں سے حاصل ہوگئی؟ اور پھر اس کو روایت کرنے میں وائل منفرد بھی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک جماعت ہے۔ اور ہم نے شیخین (ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما) سے حدیث بیان کی ہے اور ان کی روایت ہی کافی ہے۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری ج۱ ص۴۰۴ میں لکھا ہے کہ:

" وذكر البخاري انه رواه سبعة عشرر جلا من الصحابة وذكر الحاكم ، وابو القاسم بن مندة ، ممن رواه العشرة المبشرة . وذكر ❶ شيخنا ابو الفضل الحافظ انه تتبع من رواه من الصحابة فبلغوا خمسين رجلا " .

"یعنی امام بخاری نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو سترہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے. حاکم اور ابو القاسم بن مندۃ نے کہا ہے کہ اس کو روایت کرنے والوں میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں اور ہمارے استاد ابو الفضل الحافظ نے کہا ہے کہ انہوں نے اس کو روایت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں تلاش اور چھان بین کی تو ان کی تعداد پچاس آدمی تک پہنچ گئی۔"

امام سیوطی اپنی کتاب " الا زهار المتناثره " میں لکھتے ہیں:

"ان حديث الرفع متواتر عن النبي ﷺ اخرجه الشيخان : عن ابن عمر ، ومالك بن الحويرث ، ومسلم : عن وائل بن حجر ، والا ربعة : عن

❶ شاہ صاحب نے یہ علتیں اپنی تعلیقات جزء رفع الیدین امام بخاری میں نقل کی ہیں۔

حزم، كما فى (التهذيب - ج ١٠ ص٢٨٩).

ثم الخبر: ليس على مذهب المخدوم: لا ايجابا، ولا سلبا؛ لانهم يرفعون فوق هذه السبعة: كالقنوت، وزوائد العيدين؛ فخرقوا الحصر، ثم لم يقولوا بالرفع عند رؤية البيت!

فهؤلاء اول من يرد عليه الخبر، ثم ابن عباس كان: ممن يرفع؛ ففى (جزء البخارى - ص٢١): حدثنا مقاتل، عن عبدالله، ثنا شريك، عن ليث، عن عطاء، قال: رأيت جابر بن عبدالله، وابا سعيد الخدرى، وابن عباس، وابن الزبير: يرفعون ايديهم حين يفتتحون الصلوة، واذا ركعوا، واذا رفعوا رؤسهم من الركوع.

فالخبر: ان صح، خارج عن النزاع على طريقتنا، ومنسوخ على طريقة الخصم. وايضا فقد ثبت الرفع فى غير تلك المواضع: كالدعاء، والا ستسقاء، كما هو المشهور؛ وكذا: فى الصلوة لامر ينزل، كما فى (البخارى - ج١ ص١٦٢) وغيرها من المواضع وهذا كله مبطل للخبر، ومعطل للحصر.

قوله: وذكره البخارى: معلقا فى كتابه المفرد فى رفع اليدين. ـالخ.

اقول: هذه خيانة عظيبة؛ ممن يعتقد فيه العوام: الولاية؛ وذلك: ان البخارى انما اورده: فى (جزء ه) لاظهار حاله فذكر: ذى الحال دون حاله!، قال بلا حال!

مهنا: نذكر كلام الامام بتمامه ففى (الجزء - ص٢٦) بعد ذكر الرواية "قال على بن مسهر، البخارى عن ابن ابى ليلى، عن الحكم، عن مقسم، عن ابن عباس، عن النبى ـﷺـ قال شعبة: ان الحكم لم يسمع من مقسم؛ الا اربعة احاديث. ليس فيها هذا الحديث؛ وليس هذا محفوظ عن النبى ـﷺـ، لان اصحاب نافع خالفوا. وحديث الحكم: عن مقسم، مرسل. وقد روى طاؤس، وابو جمرة، وعطاء: انهم رأوا ابن عباس يرفع يديه عند الركوع، واذا رفع رأسه من الركوع؛ مع ان حديث ابن ابى ليلى لو صح: (يرفع يديه فى سبعة مواطن)، لم يكن فى حديث وكيع: (لا يرفع يديه الا فى هذه المواطن) فيرفع فى هذا المواطن، وعند الركوع، واذا رفع رأسه؛ حتى يستعمل هذا الا حاديث كلها. وليس هذا من التضاد. وقد قال هؤلاء: ان الايدى ترفع فى تكبيرات العيدين: الفطر، والاضحى. وهى - اربعة

علی ، وابو دائود : عن سهل بن سعد ، وابن الزبير ، وابن عباس ، ومحمد بن مسلمة ، وابى اسيد ، وابى قتادة ، وابى هريرة وابن ماجة : عن انس وجابر ، وعمير الليثى ، واحمد عن الحكم بن عمير والبيهقى: عن ابى بكر ، والبراء والدار قطنى : عن عمر وابى موسى والطبرانى : عن عقبة بن عامر ، معاذ بن جبل . "

"یعنی بلا شبہ رفع الیدین کی حدیث نبی کریم ﷺ سے متواتر ہے۔ اس کو شیخین (یعنی امام بخاری و مسلم) نے ابن عمر اور مالک بن حویرث سے امام مسلم نے وائل بن حجر سے چاروں سنن والوں (ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ) نے علی رضی اللہ عنہ سے ابو داؤد نے سہل بن سعد ابن الزبیر ابن عباس، محمد بن مسلمہ، ابوسید، قتادہ، اور ابو ہریرہ سے ابن ماجہ نے انس، جابر اور عمیر لیثی سے احمد نے حکم بن عمیر سے، بیہقی نے ابو بکر اور براء سے دار قطنی نے ابن عمر اور ابو موسیٰ سے، طبرانی نے عقبہ بن عامر اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے روایات نقل کی ہیں۔"

پھر صحیح بات یہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی رفع الیدین کا کرنا ثابت ہے ترک رفع الیدین نہیں جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔

(ان کا کہنا ہے) :...... امام ابوحنیفہ کے مسانید کے اصحاب نے ابوحنیفہ سے اس کو تخریج کیا ہے مسانید کی روایت اس طرح ہے: ابو حنیفہ، حماد، ابراہیم، علقمہ اور اسود عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ صرف نماز شروع فرماتے وقت رفع الیدین کرتے تھے، پھر اس کا اعادہ نہیں فرماتے تھے...... الخ

(میں کہتا ہوں) :...... اس کو ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب السبذ مونی الاستاذ البخاری نے رجاء بن عبداللہ کی سند سے وہ نہشلی سے وہ شقیق بن ابراہیم سے وہ امام صاحب سے بیان کرتے ہیں اور یہ " رجاء" مجہول آدمی ہے۔ اسمائے رجال کی کتابوں میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

اور اس کا استاد نہشلی منکر الحدیث ہے جیسا کہ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۴۴۹ میں ہے۔ اور امام ذہبی نے "المغنی" میں کہا ہے:

" لا يحتج به . " (كما فى كشف الاحوال المدراسى ص ۱۵۲)

یعنی اس سے حجت نہیں لی جا سکتی۔ مطلب یہ ہے کہ یہ قابل حجت نہیں ہے جیسا کہ کشف الاحوال میں ہے۔

پھر اس کا استاد صاحب المسند بھی ان لوگوں میں سے ہے جو حدیث گھڑنے میں مشہور ہیں۔ ابوسعید الرواس کہتے ہیں:

عشر تكبيرة فى قولهم - ، وليس هذا فى حديث ابن ابى ليلى! وقال بعض الكوفيين: يرفع يديه فى تكبيرة الجنازة -وهى اربع تكبيرات - وهذه كلها زيادة على ابن ابى ليلى! وقد روى عن النبى - ﷺ - من غير وجه سوى هذه السبعة" <اهـ> .

فانظر: ماذا اراد الامام، وماذا اختلس المختلس .

قوله: ومنها حديث عبدالله بن الزبير- رَضَى اللهُ عَنهُ - اورده الدهلوى: فى شرح الصراط المستقيم. الخ.

آقول: هذه الروايات الثلاث لا اثر لها فى شئ من كتب الحديث ومجرد ايراد الفقها، فى كتبهم: لايكفى للاستناد بها؛ قال القارى: فى (موضوعاته - ص٧٤) "ثم لا عبرة بنقل النهاية، ولابقية شراح الهداية؛ فانهم ليسوا من المحدثين، ولا اسندوا الحديث الى احد من المخرجين" <اهـ> .

وفى (تنبيه الوسنان - للشيخ اشرف بن الخطيب الحنفى("ولو وجد واجد فى بعض كتب الحنفية من علماء ما وراء النهر والعراق والخراسان لم يسندوا احاديثهم التى يذكرونها فى كتب الحنفية الى اصل من اصول الحديث الجليل الشأن" <اهـ> .

ويكفى لبطلانها: ثبوت العمل عنهم. فابنا زبير وعباس: مر اثرهما أنفا . وابن مسعود: مر فى حديثه؛ فالتعويل على مثل هذه الظلمات، والاغماض عن الصريحات المخرجة فى الجوامع والسنن والمسانيد: ليس متوقعا ممن يقوم فى صف العلماء؛ ثم قطع النقاد: بالثبوت عن العشرة المبشرة، كما سنذكزه فى موضعه - انشاء الله - يكذب هذا كله .

وقال المخدوم نفسه: فى رسالته (نور العين فى اثبات الاشارة فى (التشهدين): المروى بغير سند يكون تعليقا، والتعاليق لايحكم بها، ولا يعمل عليها؛ مالم يعلم سندها؛ الا اذا وقع التعليق فى كتاب التزم مصنفه صحة تعاليقه: كصحيحى البخارى ومسلم، فان تعليقهما محكومة بصحتها، بخلاف تعاليق غير هما من كتب المحدثين وغيرها: فانه لايجوز العمل بها؛ لان الاسناد للحديث كالقوائم؛ فمالم يعلم ذلك: يجب التوقف عن قبولها؛ كان حكمها حكم الضعيف فى عدم

"یتهم بوضع الحدیث وقال احمد السلیمانی : کان یضع هذا الا سناد علی هذا المتن ، وهذا المتن علی هذا الا سناد وهذاضرب من الوضع ، وقال ابو زرعة احمد بن الحسین الرازی : ضعیف . وقال الحاکم : صاحب عجائب وافراد عن الثقات . وقال الخطیب : کان صاحب عجائب ، ومناکیر ، وغرائب ، ولیس بموضع الحجة ، وقال الخلیلی : لین ، ضعفوه کان ید لس ." (لسان المیزان ج۳ص۳٤۹)

"یعنی اس پر وضع حدیث (حدیث گھڑنے) کا اتہام ہے۔ احمد بن سلیمانی رحمہ اللہ کہتے ہیں ایک حدیث کی سند کو دوسری حدیث کی متن کے ساتھ لگا دیتا اور دوسری حدیث کے متن کو پہلی حدیث کی سند کے ساتھ لگا دیتا تھا۔ اور یہ بھی وضع حدیث یعنی حدیث گھڑنے کی ایک قسم ہے ابوزرعہ احمد بن حسین الرازی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ کہتے ہیں عجائب روایات بیان کرنے والا اور ثقات سے منفرد ہے۔ خطیب رحمہ اللہ کہتے ہیں، وہ عجائب منا کیر، اور غریب حدیث بیان کرنے والا ہے اور بالکل ہی قابل حجت نہیں ہے۔ خلیل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ لین الحدیث ہے۔ محدّثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور وہ تدلیس بھی کیا کرتا تھا۔"

المغنی میں لکھا ہے؛

"یاتی بعجائب واهیة" (کذا فی کشف المدارسی ص ٦٣)

"یعنی یہ عجیب کمزور قسم کی روایات بیان کرتا تھا۔"

سمعانی" الانساب " میں لکھتے ہیں:

" کان ضعیفا فی الروایة ، غیر موثق به ."

"یعنی وہ روایت کرنے میں ضعیف تھا اس پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔"

ابن الجوزی نے اس کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ ابن مندہ کہتے ہیں:

"کان غیر ثقة وله مناکیر" (الجوهر المضیة ج۱ ص۲۸۹ للقرشی الحنفی)

"یعنی وہ ثقہ نہیں تھا اس کی بہت سے منکر روایتیں ہیں۔"

اور استاد نے نخعی کی اس روایت کو بیان کیا ہے جس میں وائل رضی اللہ عنہ پر ان کے اعتراضات کا ذکر ہے۔ اس سند سے جس میں احمد بن محمد جعفر بن محمد سے وہ اپنے والد سے، وہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے وہ الا مام سے بیان کرتے ہیں۔ اور اس سند سے بھی جس میں احمد بن محمد، محمود بن علی بن عبید اللہ الہروی سے، وہ اپنے والد سے وہ صلت بن الحجاج سے وہ امام سے بیان کرتے ہیں۔ اور سند سے بھی جس میں ابراہیم بن عمرو بن

القبول ولهذا قال صاحب النخبة - فى تعريف الصحيح -: ان خبر الآحاد بنقل تام الضبط متصل السند هو الصحيح. وقال شارح النخبة: انه انما قيدنا بالاتصال؛ لان المرسل والمنقطع، والمعلق: ليست مما يحكم بها؛ بل حكمها حكم الحديث الضعيف" <اهـ>.

وقال فى معيار النقاد. "لايخفى ان اسانيد هؤلاء كلهم ليست معلومة لنا، ولا لك وانت قد اقدرت نفسك انما ليس سنده معلوما: لايصلح لشئ ما".

قوله:منها حديث ابن عمر - رَضَى اللهُ عَنهما - اخرجه البيهقى فى الخلافيات - الخ.

اقول: هذا معلق، وبين البيهقى، والخراز: مفازة تنقطع فيها اعناق المطى؛ فلا يكون هذا الخبر ذريعة لادخال شئ فى دين الله الذى ندينه. فصدق ابن المبارك حيث قال " الاسناد من الدين ولولا الاسناد لقال من شاء ماشاء " اخرجه مسلم: فى (مقدمة صحيحه(-كلا والله- ما حدث به مالك، ولا الزهرى، ولاسالم، ولا ابوه، ولا درى به احدهم، ولا ادرى؛ بل الخبر بهذا السند:

موجود فى (الموطا) الذى لم يخف على صبياننا فى اثبات الرفع؛ ومن طريق مالك اورده عامة المحدثين فى كتبهم؛ بل وهذا السند: كالسلسلة الذهبية، وبلغ مكان الشهرة فى الناس ما بلغ. فمستحيل ان يلبس بتلبيس ابليس. وقال البيهقى فى (الخلافيات) بعد ايراده عن شيخه الحاكم: "هذا باطل، موضوع، ولايجوز ان يذكر؛ الاعلى سبيل القدح. فقد روينا بالاسانيد الصحيحة عن مالك بخلاف هذا" <اهـ>.

ويكفى لرده ان ابن عمر مذهبه مشهور فى الرفع، وله آثار كثيرة، مروية فى الكتب؛ كالبخارى فى (صحيحه، وجزءه) والبيهقى فى (سننه، ومعرفته) وغيرهما.

وابنه سالم كان يرفع. ففى جزء (البخارى - ص ٢٢) "حدثنا محمد بن مقاتل انا عبدالله ثنا عكرمة بن عمار قال: رأيت سالم بن عبدالله، والقاسم بن محمد، وعطاء، ومكحولا كانوا يرفعون ايديهم فى الصلوة اذا ركعوا، واذا رفعوا.

ثم الراوى عنه: اعنى الزهرى كان يرفع؛ بل يامر بذلك، كما فى (جزءه- ص١٧).

ومالك ايضا: كان يرفع كما حققه ابن عبد البر فى (التمهيد) ونقل الخطابى، وتبعه القرطبى، فى المفهم "انه آخر قولى مالك واصحهما" <اهـ>.

محمد الہمدانی، محمد بن عبید سے وہ قاسم بن حکم سے وہ امام سے بیان کرتے ہیں۔

ان اسانید کو خوارزمی نے "مسند الامام" ج ا ص ۳۵۸ میں ذکر کیا ہے اور یہ ساری سندیں تاریک اسانید ہیں۔

❀:...... پہلی سند میں عبداللہ بن زبیر کو امام ذہبی رحمہ اللہ نے میزان ج ۲ ص ۳۸ میں مجہول قرار دیا ہے۔ یا وہ ابوزبیر کے والد ہیں تو اس کو ابونعیم الکوفی اور ابوزرعہ نے ضعیف قرار دیا ہے جیسا کہ میزان میں ہے۔

❀:...... دوسری سند میں صلت ہے ابن عون ان کے بارے میں کہتے ہیں:

" عامة حديثه منكر . " (الميزان ج ١ ص ٤٦٨)

"یعنی اس کی اکثر احادیث منکر ہوتی ہیں۔"

❀:...... تیسری سند میں قاسم بن حکم ہے، ابوحاتم کہتے ہیں: "لا يحتج به" (التہذیب، ج ۸ ص ۳۱۲) یعنی یہ قابل حجت نہیں ہے۔ ان کے علاوہ باقی تمام رجال مجہول ہیں۔ نہیں معلوم کون ہیں؟ لہٰذا حدیث انتہائی درجہ کی ساقط الاعتبار اور گری پڑی روایات میں سے ہے، بلکہ یہ استاد کے اپنے ہاتھوں بنی ہوئی روایت ہے۔

(ان کا کہنا ہے):...... اس کو ان کے علاوہ دوسرے محدثین نے روایت کیا ہے اسی طرح دیگر محدثین رحمہم اللہ نے اپنی تصانیف، مسانید اور معاجم میں روایت کیا ہے...... الخ

(میں کہتا ہوں):...... اس کی سند کا بھی انہیں لوگوں پر مدار ہے تو اس پر کلام کرنا ویسا ہی ہے جیسے اس پر کلام کیا ہو (یعنی

ان کے ضعف میں کوئی فرق نہیں ہے لہٰذا اس کی اسناد پر بحث کرنے کا کوئی فائدہ نہیں بات وہی ہے جو گزر چکی ہے)

(ان کا کہنا ہے):...... ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کی اسناد کچھ تو بخاری و مسلم کی شرط پر جید و صحیح ہیں اور کچھ حسن ہیں، اور حسن علم کے لیے دلیل و حجت ہے...... الخ

(میں کہتا ہوں):...... یہ سب کے سب مردود ہیں کوئی قابل قبول نہیں ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ دوبارہ دیکھیں ﴿فارجع البصر هل ترى من فطور﴾

(ان کا کہنا ہے):...... حافظ ابن حزم، دارقطنی، ابن قطان وغیرہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(میں کہتا ہوں):...... ہم نے پہلے دو اماموں کی اس حدیث کی تضعیف کو بیان کر دیا ہے۔ رہا ابن حزم کا صحیح کہنا عاصم کے بارے میں ابن المدینی کی رائے سے عدم واقفیت کی بنا پر ہے اور جو اس سے واقف

وقال القارى فى شرح مسند ابى حنيفة - ص٢٨) "وبه: قال مالك، والشافعى، واحمد" <اهـ>.

وهكذا: قال الشاه ولى الله فى (المصفى - ص١٠٤) وغيره. فنسبة هذا الكذب الى هؤلاء الذين هم ابرء خلق الله اليه منه من اقبح القبائح.

قوله: ومنها حديث عباد بن الزبير. الخ.

اقول: اولا انه مرسل كما سلمه المخدوم، والمرسل: ليس موضعا للحجة، كما نص عليه الائمة كافة. انظر! مقدمة مسلم، وعلوم الحديث للحاكم، والتوحيد لابن خزيمة، والسنن للترمذى، والثقات لابن حبان، والمعرفة للبيهقى، والكفاية للخطيب، والمقدمة لابن الصلاح والتقريب للنووى، والالفية للحراقى واختصار علوم الحديث لابن كثير، والنكت لابن حجر، وفتح المغيث للسخاوى، وفتح الباقى للانصارى، والتدريب للسيوطى، وغيرها من كتب الفن. وذلك: الجهل بحال المحذوف؛ لانه يحتمل ان يكون صحابيا، او تابعيا.

وعلى الثانى: يحتمل ان يكون ضعيفا او ثقة. وعلى الثانى:

يحتمل ان يكون حمل عن الصحابى أو عن تابعى آخر. وعلى الثانى: فيعود الاحتمال السابق ويتعدد؛ اما بالتجويز العقلى، فالى ما لانهاية له. واما بالاستقراء، فالى ستة او سبعة. وهو اكثر ما وجد من رواية بعض التابعين عن بعض قاله فى (شرح النخبة - ص٥٠).

وثانيا قال الحافظ فى (الدراية - ص٨٤) "وهذا مرسل، وفى اسناده ايضا من ينظر فيه" <اهـ>.

وقد صدق ـ رحمه اللّه ـ فان حفصا: متغير الحفظ كما فى (التقريب - ص١١٩)، و (الميزان - ج١ ص٢٦٦): ثم هو مدلس، كما فى (التهذيب - ج٢ ص٤١٧) نقلا عن احمد، وابن سعد.

ثم الراوى عنه: الحسن بن الربيع قال عثمان بن ابى شيبة: ليس بحجة، كما فى (التهذيب - ج٢ ص٢٧٨). فصح: انه خبر مردود. وقال ابن القيم "هو موضوع" كما فى (موضوعات القارى - ص١١١). وصرح اللكهنوى فى (التعليق الممجد - ص٧١) "ان المحدثين لم يثبتوه" <اهـ>. ويدل على بطلانه: ان عبادا هذا، ان

ہو جائے اس پر حجت ہے (نہ کہ اس پر جس کو معلوم ہی نہ ہو)

ابن عبدالبر "التمهيد" میں لکھتے ہیں:

"امام حديث ابن مسعود ، فانفرد به عاصم بن كليب ...... وليس ممن يحتج به اذا انفرد ."

"یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کا بیان کرنے میں عاصم بن کلیب اکیلا ہے اور وہ ان میں سے نہیں ہے جن کی انفرادی طور پر بیان کردہ روایتیں قابل حجت ہوتی ہیں۔"

ہاں قطان نے اس کو سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیا ہے اور "ثم لا يعود" کی زیادتی کو غلط قرار دیا ہے۔ جیسا کہ نصب الرایۃ اور الدرایہ میں ہے۔

اور یہ تو معلوم ہے کہ سند کی صحت کو اگر تسلیم کر بھی لیا جائے تب بھی اس سے متن کی صحت لازم نہیں آتی۔ اور یہ ایک عالم کی طرف سے خیانت ہے کہ وہ کسی کی سند کی تصحیح کو تو نقل کر دے مگر متن کی تخطأ (خطا قرار دینے) کو ذکر کرنے سے چشم پوشی اختیار کرے۔ (یعنی جو اپنے مطلب کا ہو وہ تو بیان کر دے اور پوری بات کو بیان نہ کرے جو اپنے مطلب کے خلاف ہو اس کا ذکر تک نہ کرے۔)

اُن کا کہنا ہے: ...... اور حافظ ابن حجر نے ہدایہ کی تخریج وزیلعی کی تلخیص میں ان حضرات کی تصحیح کی موافقت کی ہے ...... الخ

میں کہتا ہوں: ...... الدرایہ میں ایک حرف بھی ایسا نہیں ہے جو (اس دعویٰ کی درستگی) پر دلالت کرے۔ بلکہ تلخیص ج ۱ ص ۸۳ میں اس کو ضعیف قرار دینے کے بارے میں محدثین کے اقوال کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

" وهؤلاء الأئمة انما طعنوا كلهم فی طريق عاصم بن كليب ."

ان تمام ائمہ نے عاصم بن کلیب کی سند میں طعن کیا ہے۔

ابو بکر ابن ابی شیبہ کی روایت:

اُن کا کہنا ہے: ...... صحیح اسانید میں سے ابو بکر ابن ابی شیبہ کی سند ہے ...... الخ

میں کہتا ہوں: ...... یہ دعویٰ باطل ہے۔ پھر یہ کہ ابن ابی شیبہ کی کتاب طبقات ثالثہ میں شمار ہوتی ہے لہٰذا ہر ایک کے لیے اس سے برائے حجت راویت نقل کرنا جائز نہیں سوائے استشہاد کے۔ حجۃ اللہ البالغۃ ج ۱، ص ۱۳۰ طبع اصح المطابع میں ہے:

" اما طبقة الاولى ، والثانية فعليهما اعتماد المحدثين ، وحوم حما هم ،

كان ابن عبدالله بن الزبير؛ فابوه كان يرفع .
وقد ذكر اثره وروى عن النبي ﷺ بواسطة الصديق، كما ذكرنا في خبر ابن مسعود، وبدون الواسطة ايضا، كما في ابي داود، وغيره واشار اليه البخاري في (جزء ه - ص٤) فمحال: ان يرى اباه يرفع، او يحدث؛ ثم يروى خلافه عنه .

قوله: والمرسل مقبول عند الحنفية. الخ.

اقول: قد قال المخدوم كذا ههنا؛ لكن عد هذا علة . في رسالته (دراهم الصرة) حيث قال: على رواية ابن عباس، في تفسير النحر "قال البخاري: في اسناده نظر، لانه لايصح روايته اى ابي الجوزاء قال ابن عدي: فكان الحديث ضعيفا من حيث الانقطاع" <اهـ> .
وقد سلم في (نور العين) ان حكمه حكم الضعيف كما مرت العبارة .
ثم كثير من الاحناف تكلموا في الروايات من اجل الارسال والانقطاع: كالزيلعي، وابن ، الهمام، والقاري، وغيرهم .
ثم لم يتفق الاحناف على ذلك ففي (النكت) لابن حجر "ان عيسى بن ابان، وابن الساعاتي، وغيرهما من الحنفية ...... لايقبلون منه، الا ما ارسله امام من ائمة النقل " <اهـ> . وفي (الجواهر المضية في طبقات الحنفية) لعبد القادر القرشي الحنفي (ج٢ص٤٢٩) " واعلم! ان: ان، وعن، مقتضيان للانقطاع عند اهل الحديث" <اهـ> . فهذا يدل على انها علة .
واما قيد القرون الثلاثة فلا: يجدي نفعا، وقد مر من كلام صاحب شرح النخبة: ان رواية التابعين بعضهم عن بعض كثيرة .

ثم هذا موقوف على ان يكونوا لم يرسلوا الاعن ثقة، وليس كذلك فان الكبار قد ارسلوا عن الضعفاء والمتروكين، كما لايخفى على المتفحص . وقد ذكر ابن حزم في (الاحكام -ص١٣٨): امثلة لذلك عن مثل شهاب وابن سيرين والثوري ومالك؛ فاذا امكن ذلك في مثلهم فما ظنك فيمن دونهم .
واما التأييد وهو فرع لثبوت الاصل، وهو مفقود: فما قاله مردود .

قوله: واما الاثار. الخ.

اقول: قد ذكرنا في الابتداء عن البخاري: ان اهل العلم اتفقوا على انه لم يثبت الترك

مرتعهم ومسرحهم . واما الطبقة الثالثة فلا يبا شرها للعمل الاالنحارير الجهابذة الذين يحفظون اسماء الرجال وعلل الا حاديث . نعم ! ربما يؤخذ منها المتابعات و الشواهد . وقد جعل الله لكل شيء قدرا . "

''یعنی طبقہ اولیٰ اور ثانیہ پر محدثین کا اعتماد ہے۔ یہی ان کے مرتع ومسرح ہیں (یعنی ضرورت کے وقت انہی کی طرف رجوع کیا جاتا اور انہی سے روایات لی جاتی ہیں)۔ جبکہ تیسرے طبقہ کی احادیث پر عمل کرنا اور ان کا قائل ہونا صرف بڑے بڑے افاضل محدثین کا کام ہے، جو کہ اسماء الرجال اور علل الاحادیث سے آگاہ ہوں، البتہ اس طبقہ کی احادیث سے اکثر متابعت اور شواہد ماخوذ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔''

(ان کا کہنا ہے) ...... عبداللہ بن احمد بن حنبل اپنے والد یعنی احمد بن حنبل سے روایت کرتے ہیں کہتے تھے ''میں نے وکیع سے زیادہ حدیث کا جاننے والا اور اس کا یاد رکھنے والا نہیں دیکھا'' کہتے تھے میں نے اپنے والد سے سنا ہے، فرماتے تھے، وکیع حافظ حدیث تھے۔'' احمد بن سہل بن بحر امام احمد سے روایت کرتے ہیں کہ ''وکیع اپنے وقت کے امام المسلمین تھے۔''

ابن معین کہتے ہیں میں نے وکیع سے افضل نہیں دیکھا، ان سے کہا گیا ابن المبارک؟ کہنے لگے، ہاں وہ بھی صاحب فضیلت ہیں، لیکن میں نے وکیع سے افضل کسی کو نہیں، دیکھا، قبلہ رو بیٹھتے تھے، حدیث حفظ کرتے تھے شب زندہ دار تھے، مسلسل روزہ رکھنے والے تھے، امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔

(میں کہتا ہوں) ...... وکیع بن جراح کی امامت اور جلالت شان میں کوئی کلام نہیں ہے لیکن بہت کم انسان وہم سے محفوظ رہتے ہیں۔ التہذیب ج ۱۱ ص ۱۲۵ میں ہے:

" عن احمد : اخطا وكيع فى خمس مائة حديث ".

یعنی احمد کا بیان ہے کہ وکیع نے پانچ سو حدیثوں میں غلطی کی ہے۔

اور ابن قطان نے اس روایت کو ان کے وہم والی روایتوں میں شمار کیا ہے جیسا کہ امام زیلعی نے نصب الرایہ ج ۱ ص ۳۹۶ میں بیان کیا ہے۔

(ان کا کہنا ہے) ...... دوسرے سفیان ثوری ہیں تذکرۃ القاری میں ہے سفیان بن سعید بن مسروق ثوری کوفی ہیں، امام المسلمین ہیں، فقہ میں مخلوق پر خدا کی حجت ودلیل ہیں، ان کے فضائل بے شمار ہیں، گننے والے اس سے عاجز ہیں۔ اپنے وقت کے فقیہ، مجتہد محدث، عابد، متورع اور ثقہ تھے علم حدیث اور دیگر علوم ان پر ختم ہوجاتے ہیں...... الخ

(میں کہتا ہوں) ...... ثوری امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن امام

عن احد من الصحابة ، وهذا اجمال؛ ويأتی تفصليه- ان شاء الله تعالی ۔

قوله:فمنها:اثر ابی ابکر الصدیق ۔ رَضی اللهُ عَنهُ ۔ الخ.

اقول: هو خبر باطل ، كما مر فی محله ، بل قد اثبتنا عنه الرفع . من الطريقين الصحيحين .

قوله:ومنها اثر عمر بن الخطاب. الخ.

اقول:هذا الخبر لاشئ لوجوه:-

اولا:ان الزبير بن عدی ، قد ادخل: بشر بن حسين ، المتروك - فی حديثه- اباطيل كما فی (التهذيب - ج٣ص٣١٧) و (الميزان - ج١ص١٤٧) وفيه؛ عن ابن حبان "يروی عنه نسخة موضوعة شبيهة بمأة وخمسين حديثا" <اهـ> .

فلما لم يثبت ان هذا الخبر ليس منها: لايستند اليه ، ولا يعارض به الاخبار الصحيحة ، بل وهذا منها بلا شك؛ لانه قد ثبت عن عمر: الرفع فی غير خبر ، كما ذكر .

واثر آخر: اخرجه البيهقی ، . عن سعيد بن المسيب قال: رأيت عمر بن الخطاب ، يرفع يديه حذو منكبيه اذا افتتح الصلوة ، واذا ركع ، واذا رفع رأسه من الركوع ، وهو وان كان ضعيفا لاجل رشدين بن سعد فی سنده؛ ولكنه يتأيد بالاخبار القوية المتقدمة ، فهو اصلح حالا مما ذكره المخدوم .

وثانيا:ابراهيم النخعی مدلس ، وتدليسه فی مرتبة تدليس الثوری الذی رجح الحنفية علی خبره ، خبر شعبة؛ لهذا الاجل فی التأمين فهذا الاثر ضعيف علی طريقة الخصم ايضا .

وثالثا: انه شاذ . ففی (التعليق الممجد للكهنوی - ص٧١) : " واعترضه الحاكم: علی ما نقله الزيلعی ، فی (تخريج احاديث الهداية) بانها رواية شاذة؛ لايعارض بها الاخبار الصحيحة ، عن طاؤس بن كيسان ، عن ابن عمر ، ان عمر: كان يرفع يديه فی الركوع وعند الرفع منه" .

ورابعا: انه يكفی لبطلانه ان عامة اهل العلم قد عدوا: عمر من الرافعين: كالبخاری ، والسبكی فی (جزئيهما) والترمذی ، والبيهقی ، فی (سننيهما) وابن القيم ، فی (زاد المعاد) والزيلعی ، فی (تخريجه) والمجد ، فی (سفر السعادة) وابن عبد البر ، فی

بخاری اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ اس روایت میں ثوری کو وہم ہو گیا ہے جیسا کہ نصب الرایہ ج ا ص ۳۹۶ میں ہے اور وہم ان کی امامت میں کوئی قدح نقص پیدا نہیں کرتا۔ اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ عبداللہ بن ادریس نے "ثم لم یعد" کی زیادتی کو عاصم بن کلیب کی کتاب میں نہیں دیکھا جیسا کہ اس کا اپنی جگہ ذکر ہو چکا ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ امام ثوری کو مدلس کہا ہے اور ائمہ نے اگر چہ ان کے عنعنہ کو لے لیا ہے مگر حنفیوں نے اس کو قبول نہیں کیا۔ آمین بالجہر کی حدیث کو ان کے عنعنہ کی وجہ سے رد کیا ہے (۱) لہٰذا اس عنعنہ والی روایت سے حجت لینا ان کے لیے کسی طرح زیبا نہیں۔

(ان کا کہنا ہے) :...... تیسرے عاصم بن کلیب ہیں، تذکرۃ القاری میں ہے، عاصم بن کلیب بن شہاب بن مجنون جرمی صدوق ہیں، یحییٰ بن معین اور نسائی نے ان کی توثیق کی ہے۔

(میں کہتا ہوں) :...... پیچھے گزر چکا ہے کہ ان کی تفردوالی روایت قابل حجت نہیں ہے لہٰذا جس کے بارے میں ہم بات کر رہے ہیں اس میں ان کی مجرو توثیق (ثقہ قرار دینا) ان کے لیے کوئی فائدہ مند نہیں۔

(ان کا کہنا ہے) :...... مسلم اور چاروں اصحاب سنن نے ان سے روایت کی ہے، بخاری نے ان سے تعلیقاً روایت کی ہے۔

(میں کہتا ہوں) :...... امام مسلم نے اس سے حجت نہیں لی بلکہ اس سے استشہاد کیا ہے اور یہ بحث سے خارج ہے (اس لیے کہ بطور استشہاد ان کی روایت لانے میں کوئی اختلاف نہیں) جبکہ باقی چاروں ائمہ نے حدیث نقل کرنے میں ایسی کوئی شرط نہیں لگائی کہ وہ ان لوگوں سے روایت نہیں لیں گے جو قابل حجت نہ ہوں۔ ان کی کتابوں میں اس سے بھی کم درجہ والے بہت سے لوگوں کی حدیثیں ہیں۔ امام بخاری کی تعلیقات ان کے اصول میں سے نہیں ہے جیسا کہ یہ کسی پر بھی مخفی نہیں ہے۔

(ان کا کہنا ہے) :...... چوتھے عبدالرحمٰن بن الاسود ہیں، تذکرۃ القاری میں ہے، عبدالرحمٰن بن الاسود بن یزید بن قیس نخعی ابو حفص کوفی بہترین تابعین میں سے ہیں، ہر روز سات سو رکعت نماز پڑھتے تھے ایک ہی وضو سے فجر وعشا پڑھتے تھے، سراپا عبادت بن گئے تھے. ان کی عبادت کا اثر ہڈی وکھال سے نمایاں وظاہر تھا۔ وہ ثقہ تھے، تیسرے طبقہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

(میں کہتا ہوں) :...... جب اس تک سند صحیح طور پر پہنچتی ہی نہیں تو اس کا ثقہ اور جلیل القدر ہونا کوئی فائدہ مند نہیں۔ کسی کا بوجھ کوئی دوسرا نہیں اٹھاتا۔

(ان کا کہنا ہے) :...... کہ پس مذکورہ سند شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہوگئی۔

(میں کہتا ہوں) :...... ان کے اس قول سے یہ لازم آتا ہے کہ ان دونوں (شیخین) نے ان سے حجت لی ہے جن سے حجت لینا درست نہیں۔ یا منقطع، معلول، منکر اور مدرج روایات سے حجت لی ہے یہ

(التمهيد) وابن الملقن، فی (البدر المنير) والنووی، فی (شرح المهذب) وابن سيد الناس، فی (شرح الترمذی) وابن حجر، فی (التلخيص) والسيوطی، فی (الازهار المتناثرة) وغيرهم؛ فلا التفات الى هذا الاثر المكذوب، واعله الحافظ فی (الدراية - ص٨٥) وجعله غير محفوظ.

قوله:واخرجه الدار قطنی:ايضا - بالسند المتقدم - فی احاديث ابن مسعود رَضَی اللّٰهُ عَنهُ .

اقول: وهو السند الموضوع، المذكور هناك؛ فلا حاجة الى تكريره.

قوله:منها:اثر علی رَضَی اللّٰهُ عَنهُ ـ الخ.

اقول: قال البخاری فی (الكنی - ص٩) وفی (جزء ه - ص٨) "قال ابن مهدی: ذكرت لسفيان عن ابی بكر عن عاصم بن كليب: ان عليا كان يرفع يديه ثم لايعود. فانكره" <اهـ>.

فانكار الثوری: ثبوته، وعده: من المنكرات) ثم المتابعة له من الامامين ابن مهدی، وبعده البخاری غاية: فی الباب.

وثانيا:تقرد عاصم وقد مر.

وثالثا:ان النهشلی ـايضاـ ممن يحتج به (١) فی مقابلة الصحاح، فقد قال ابن حبان: بطل الاحتجاج به؛ وان اعتبر معتبر بما وافق الثقات، لم يحرج فی فعله. وقال ابو حاتم فی حديث رواه: هذا باطل، كذا فی (الميزان - ج١ ص٣٤٥)؛ و محمد بن ابان الذی تابعه عنه محمد: ايضا فی غاية الضعف. ضعفه: ابو داؤد، وابن معين، والبخاری، كما فی (الميزان - ج٣ص١٤)؛ وكذا النسائی، وابن حبان واحمد، وابوحاتم، كما فی (اللسان - ج٥ص٣١).

ورابعا: ضعفه الائمة. ففی (الزيلعی - ج١ص٤١٣) "وقال الشيخ: فی الامام قال عثمان بن سعيد الدارمی: وقد روی من طريق واهية عن علی: انه كان يرفع يديه فی اول تكبيرة من الصلوة، ثم لايعود. قال وهذا ضعيف" <اهـ>.

وكذا ضعفه البيهقی: فی (سننه - ج٢ص٨١، ونقل عن الشافعی: تضعيفه. ثم قد روی عن علی فی خبر صحيح: اثبات الرفع. فقال الترمذی فی (سننه - ج٢ص٧٩) " حدثنا الحسن بن علی الخلال، ثنا سليمان بن داؤد الهاشمی، ثنا عبدالرحمن ابن ابی الزناد، عن موسی بن عقبة، عن عبداللّٰه بن الفضل، عن

باطل ہے۔ پس لازم کے باطل ہونے سے ملزوم بھی باطل ہو جاتا ہے

(ان کا کہنا ہے): ...... اسی طرح ابو داؤد کی سند بھی شیخین کی شرط پر صحیح ہے ...... الخ ، اور اسی طرح ترمذی کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے...... الخ ، اسی طرح نسائی کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے ...... الخ

(میں کہتا ہوں): ...... یہ سب صرف ایک ہی سند ہے ، اس پر کلام گزر چکا ہے۔ انہوں (مخدوم صاحب) نے جو کچھ کہا ہے اس کے بطلان کے لیے یہ جاننا ہی کافی ہے کہ اس کو نقل کرنے والوں نے خود اس کو ثابت نہیں کیا ابو داؤد نے اپنی سنن میں اور ترمذی نے اپنی جامع میں (اس کے ثابت نہ ہونے کو) ابن المبارک سے نقل کیا ہے۔

(ان کا کہنا ہے): ...... اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سند میں امام ابو حنیفہ کی سند سے تمام راوی شیخین کی شرط پر صحیح ہیں ، سوائے اس کے کہ بخاری نے حماد بن ابی سلیمان سے اپنی صحیح میں کچھ نہیں لیا ہے ...... الخ

(میں کہتا ہوں): ...... پہلے گزر چکا ہے کہ اس تک صحیح سند پہنچتی ہی نہیں ۔ پھر حماد کے بارے میں جو کلام ہے وہ بھی ذکر ہو چکا ہے۔

(ان کا کہنا ہے): ...... البتہ مسلم اور اصحاب سنن اربعہ نے ان سے روایت کی ہے ، تو مسلم کی شرط پر ان کی سند صحیح ہے۔

(میں کہتا ہوں): ......لیکن دوسروں کے ساتھ ملا کر (نہ کہ اکیلا) پھر یہ کہ شیخان ان جیسوں سے ان احادیث کو تخریج کرتے ہیں جو اختلاط شبہ تدلیس اور انقطاع سے محفوظ ہوں جبکہ ان دونوں کے علاوہ باقی محدثین ایسا نہیں کرتے۔

(ان کا کہنا ہے): ...... اس پر کلام بعد میں آئے گا ...... الخ

(میں کہتا ہوں): ...... ہم بھی وہیں پر سب بیان کر دیں گے۔ ان شاء اللہ

یزید بن ابی زیاد کی سند:

(ان کا کہنا ہے): ...... انہیں میں سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اس کو عبدالرزاق ، احمد ، ابو داؤد ، ابن ابی شیبہ ، طحاوی اور دارقطنی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ الخ

(میں کہتا ہوں): ...... ان اسانید کا مدار یزید بن ابی زیاد پر ہے اور عام ائمہ نے اس پر جرح کی ہے مثلاً احمد ، دارمی ، ابن معین ، ابو یعلی ، ابن مہدی ، ابو زرعہ امام ابو حاتم ، جوز جانی ، ابو داؤد ، ابن عدی ، ابن المبارک ، ابن حزم ، ابن الجوزی ، وکیع ، ابو اسامہ ، ابن حبان ، ابن قانع ، حاکم ابو احمد ، یعقوب بن سفیان ، ابن سعد ، بردیجی ، ابن خزیمہ ، نسائی ، دارقطنی ، اور مسلم رحمہم اللہ نے جیسا کہ تہذیب ج ۱۱ ص ۲۲۹۔۲۳۱ میں

عبدالرحمن الاعرج، عن عبيدالله بن ابى رافع، عن على بن ابى طالب، عن رسول الله ﷺ: انه كان اذا قام الى الصلوة المكتوبة، رفع يديه حذو منكبيه، ويصنع ذلك اذا قضى قراء ته واراد ان يركع، ويصنعه اذا رفع رأسه من الركوع، ولا يرفع يديه فى شئ من صلوته؛ وهو قاعد، فاذا قام من السجدتين رفع يديه كذلك؛ فكبر". (الحديث) وقال: "هذا حديث حسن صحيح". ونقل عن سليمان الهاشمى "قال: هذا عندنا مثل حديث الزهرى عن سالم عن ابيه" <اهـ>.

وكذا صححه احمد: كما نقل ابن دقيق العيد فى (الامام) عن (علل الخلال) واقره على ذلك الزيلعى فى (نصب الراية - ج١ ص٤١٢) ورواته: كلهم ثقات، اثبات، حفاظ، علماء، لهم ذكر، فى (التقريب) ورواه ايضا البخارى: فى (جزء ه) وابوداؤد، وابن ماجة، والبيهقى، والدار قطنى، واحمد، وغيرهم. وقال البخارى فى (جزء ه -ص٧) "وروى ابوبكر النهشلى، عن عاصم بن كليب، عن ابيه عن على: رفع يديه فى اول التكبير، ثم لم يعد. وحديث عبيدالله: هو شاهد. فاذا روى رجلان عن محدث: قال احدهما: رأيته فعل، وقال الآخر: لم اره؛ فالذى قال: رأيته فعل؛ فهو شاهد، والذى قال: لم يفعل؛ ليس هو بشاهد؛ لانه لم يحفظ الفعل. وهكذا قال: عبدالله بن الزبير؛ كشاهدين شهدا ان لفلان على فلان الف درهم باقراره. وشهد آخر: انه لم يقر بشى. يعمل بقول الشاهد. ويسقط ما سواه. وكذلك قال بلال: رأيت النبى - ﷺ - صلى فى الكعبة. فقال الفضل بن عباس: لم يصل. واخذ الناس: بقول بلال؛ لانه شاهد، ولم يلتفتوا الى قول من قال: لم يصل حين لم يحفظ" <اهـ>.

قوله: قال الطحاوى: -عقيبه- فان عليا لم يكن - الخ.

اقول: قد ذكر الاحناف: هذا الاصل فى كتبهم؛ لكن هذا جرأة عظيبة ان ينسخ حديث المعصوم بعمل من لايأمن عليه الخطأ او فتواه! والله انها لاحدى الكبر.

وثانيا: فيه احتمال النسيان والخطأ ايضا؛ فالاستدلال يبطل بمجئ الاحتمال.

وثالثا: قد عطل القوم: هذا الاصل فيما لا احصى من المواضع: كخبر - قراء ة الامام له قراء ة؛ فمع ضعفه؛ كل من الصحابة الذين روى من طريقهم قد خالفوه عملا وافتاء، كما بيناه فى كتابنا (المرآة) مع انه من اشهر ما تشبثوا به فى المسئلة. ؛

ہے۔ پھر یہ کہ ان کا حافظہ بگڑ گیا تھا۔ تقریب ص ۵۵۸ میں ہے کہ:

" ضعيف ، كبر فتغير ، وصار يتلقن ، كان شيعيا ."

یعنی ضعیف ہے بوڑھا ہوکر حافظہ متغیر ہوگیا تھا اور اس کو بار بار تلقین کی جاتی تھی (یعنی حافظہ اتنا کمزور ہوگیا تھا کہ ایک ہی بات کو کئی بار کہنا پڑتا تھا) اور وہ شیعہ تھا۔

ان کے بارے میں یہی اوصاف عجلی ، ابن حبان ، یعقوب ، ابن سعد اور دارقطنی نے بیان کئے ہیں۔ جیسا کہ تہذیب میں ہے۔ اور پھر یہ روایت (جس کے بارے میں بحث ہو رہی ہے) ان کے اختلاط کے بعد کی ہے۔ بیہقی ج ۲ ص ۷۶ میں ہے۔

" عن الحميدى ثنا سفيان ، ثنا يزيد بن ابى زياد ـ بمكة فذكر الحديث ليس فيه (ثم لا يعود) وقال سفيان : فلما قدمت الكوفة سمعته يحدث به فيقول (ثم لا يعود) فظننت انهم لقنوه ، وقال لى اصحابنا : ان حفظه قد تغير ، او قالو : قد ساء . قال الحميدى ، قلنا لقائل هذا يعنى المحتج بهذا انما رواه يزيد ، ويزيد ، يزيد ، اخبرنا : ابو عبدالله الحافظ ، ثنا ابو الحسن بن عبدوس ، ثنا عثمان بن سعيد الدارمى ، قال : سالت احمد بن حنبل عن هذا الحديث ، فقال لا يصح عنه هذا الحديث ـ قال : وسمعت يحيىٰ بن معين يضعف يزيد بن زياد . وقال ابو سعيد الدارمى : مما يحقق قول سفيان بن عيينة انهم لقنوه هذه الكلمة ، ان سفيان الثورى وزهير بن معاوية وهشيما وغير هم من اهل العلم لم يجيئوا ، وانما جاء بها من سمع منه بآخرة . قال الشيخ : والذى يو كد ما ذهب اليه هؤلاء ، ما اخبر نا ابو عبدالله الحافظ ، ثنا ابو بكر احمد بن اسحاق الفقيه ، ابنا ابو مسلم ابراهيم بن عبدالله واخبر نا ابو سعيد مالينى انبا ابو احمد بن عدى الحافظ ، ثنا الفضل بن الحباب ، قالا ، ثنا ابراهيم بن بشار ، ثنا سفيان ، ثنا يزيد بن زياد ، بمكة ، انا عبدالرحمن بن ابى ليلىٰ ، عن البراء بن عازب قال رايت النبى ﷺ اذا افتتح الصلوٰة رفع يديه واذا اراد ان ى ركع ، واذا رفع راسه من الركوع ، قال سفيان : فلما قدمت الكوفة سمعته يقول : يرفع يديه اذا افتتح الصلوٰة (ثم لا يعود) فظننت انهم لقنوه ، وكذلك رواه عبدالكريم بن الهيثم الدير عاقولى وعن ابراهيم

وكحديث ابن عباس: اقبل الحديقه، وطلقها تطليقة. قد جعلوه دليلا، وقد افتى ابن عباس بخلافه؛ بقوله: الخلع تفريق، وليس بطلاق. كذا فى (المحلى - ج١٠ ص٢٣٧-٢٣٩)، ونظائر ذلك كثيرة.

ورابعا:ان هذا مفرع على صحة الاثر، وليس كذلك فليس ذلك

وخامسا: ولو سلم فهو فرع التعارض، وهو ليس هناك؛ لانه ليس نصا؛ فلا يقابل المنصوص؛ فكيف ينتهض ان يكون ناسخا؛ لان من شرطه (١) ان يكون اقوى من المنسوخ. كذا فى (الزيلعى - ج١ ص٣٩٢).

وسادسا: الجمع مقدم عند الاصوليين على النسخ، وهو ممكن فيما نحن فيه بحمل الاثر على وقت الافتتاح.

وسابعا:النسخ لايتصور الابعد تعذر الترجيح؛ وههنا الترجيح: حاصل للحديث صحة، وقوة، ودلالة، ودرجة، ونقضا، وابراما، واستفاضا، وشهرة.

وثامنا: ان المخدوم، وقومه: قد خالفوا الاثر؛ بالرفع فى الوتر، والعيدين!

فالحاصل: ان مجرد قول العينى، وغيره - كائنا من كان - من افراد الامة؛ لايصلح ان يكون اهل لرد: ما ثبت عن سيد ولد آدم - ﷺ - وصح ونسأل الله: العافية عن الغل، والزيغ، والزغل، والتوفيق بما يحب، ويرضى.

قوله:وقد قال العينى :فى شرح البخارى "اسناد حديث عاصم بن كليب هذا صحيح على شرط مسلم عندها".

اقول: كيف يصح هذا؟! مع ما فيه من العلل المذكورة. ثم العينى: ليس من اهل النقد، واهله، قد حل العقد؛ فاعتصم به ولاتعتدد مقنعا بقول من لايهدى؛ الا ان يهدى. فما لكم كيف تحكمون؟؟

قوله:ومنها اثر ابن مسعود - رَضِىَ اللهُ عَنهما - اخرجه الامام محمد فى (موطاه) - الخ.

اقول:الكلام عليه من وجوه:-

الاول:حَصين بن عبدالرحمن؛ هو متغير الحفظ كما مر.

ويعقوب: هو ابو يوسف، القاضى مختلف فيه. فقال الفلاس: "صدوق، كثير الخطأ"، وقال البخارى: "تركوه"، وقال ابو حاتم: "يكتب حديثه"، وروى عن ابن معين: تليينه، وقال ابن عدى: "اذا روى عنه ثقة، وروى هو عن ثقة؛ فلا باس به"،

بن بشار".

یعنی حمیدی سے روایت ہے کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن ابی زیاد نے۔ مکہ میں بیان کیا پھر حدیث کو ذکر کیا۔ اس میں " ثم لا یعود "نہیں ہے۔ سفیان کہتے ہیں کہ جب میں کوفہ آیا میں نے ان کو سنا وہ یہ حدیث بیان کرتے اور اس میں " ثم لا یعود " کہتے تو میں نے سوچا کہ انہوں نے اس کو لفظ " ثم لا یعود " زیادہ کرکے بیان کرنے کی تلقین کی ہوگی۔ اور مجھے میرے ساتھیوں نے کہا کہ ان کا حافظہ متغیر ہوگیا ہے یا یہ کہا کہ ان کا حافظہ خراب ہوگیا (یعنی بگڑ گیا) ہے۔

حمیدی کہتے ہیں کہ ہم اس کے قائل یعنی اس سے حجت لینے وا[illegible] سے کہتے ہیں کہ اس کو یزید نے بیان کیا ہے اور یزید زیادتی کرتا ہے (یعنی حدیث میں اپنی طرف سے اضافہ کرتا ہے)۔

کہا کہ ہم کو ابوعبداللہ الحافظ نے خبر دی، کہا ہم سے ابوالحسن بن عبدوس نے بیان کیا، کہا ہم سے عثمان بن سعید دارمی نے بیان کیا، کہا میں نے احمد بن حنبل سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ حدیث ان سے صحیح طور پر ثابت نہیں ہے۔ کہا میں نے یحییٰ بن معین سے سنا کہ وہ یزید بن ابی زیاد کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔

ابوسعید دارمی کہتے ہیں کہ سفیان بن عینیہ کا قول " انهم لقنوه " درست ثابت ہوتا ہے اس لیے کہ سفیان ثوری، زہیر بن معاویہ ہشیم وغیرہم اہل علم " ثم لا یعود " کے اس لفظ کو بیان نہیں کرتے بلکہ اس کو [illegible]ن لوگوں نے بیان کیا ہے جنہوں نے آپ سے آخری عمر میں سنا ہے۔

شیخ کہتے ہیں کہ ان علماء کی رائے کی تائید وتوثیق یہ حدیث بھی کرتی ہے کہ ہم کو ابوعبداللہ حافظ نے خبر دی کہا ہم سے ابوبکر احمد بن اسحٰق الفقیہ نے بیان کیا، ہم کو ابومسلم ابراہیم بن عبداللہ نے خبر دی (دوسری سند) ہم کو ابوسعد مالینی نے خبر دی، کہا ہم کو ابواحمد ابن عدی نے خبر دی، کہا ہم سے فضل بن حباب نے بیان کیا، دونوں کہتے ہیں کہ ہم سے ابراہیم بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن ابی زیاد نے، مکہ، میں بیان کیا، کہا ہم کو عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے خبر دی وہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جب آپ نے نماز شروع کی تو رفع الیدین کیا اور جب رکوع میں جانے کا ارادہ کیا اور جب رکوع سے سر اٹھایا اس وقت بھی۔ سفیان کہتے ہیں کہ جب میں کوفہ آیا تو میں نے ان کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ " جب نماز شروع کرتے اس وقت رفع الیدین کرتے " ثم لا یعود " (پھر دوبارہ نہ کرتے) میں سمجھ گیا اور میں نے سوچا کہ انہوں (کوفہ والوں) نے اس کو اسی طرح بیان کرنے کی تلقین کی ہے۔ (یعنی ان کا حافظہ آخری عمر میں بگڑ گیا تھا چنانچہ کوفہ والوں

ووثقه: النسائى ، وابن حبان ، ووهاه ابن المبارك ، وقال يزيد بن هارون: "لا تحل الرواية عنه". كذا فى (اللسان ـ ج٦ ص٣٠١) فليس: ممن يعتمد عليه . ثم الضابطة فيه: ما ذكره ابن عدى؛ وليس كذلك فيما نحن فيه .

ومحمد: صاحب المؤطا ، قد كذبه ابويوسف القاضى ، واسد بن عمرو ، وابن معين . ومن مضعفيه: ابن عدى ، والاحوص العلائى ، وعمرو بن على ، والعقيلى . كما فى (اللسان - ج٥ ص١٢٢) ، وفى (الميزان -ج٣ص٤٢) : "لينه النسائى ، وغيره من قبل حفظه . يروى عن مالك بن انس ، وغيره وكان من بحور العلم ، والفقه ، قويا فى مالك" <اهـ> .

وههنا: عن غير مالك كما تراه .

ثم ابراهيم النخعى: لم يلق ابن مسعود ، بل ولد بعد موته باعوام . فرده للحديث المسند؛ بقوله جرأ ة عظيبة! وقد ثبت عن ابن مسعود: خلاف ما نسبه اليه كما مر .

قوله:قال محمد:ثنا الثورى، ثنا حصين. الخ.

اقول:فيه ايضا: الحصين ، ثم محمد ، ورواية النخعى عن ابن مسعود؛ ومع هذا كله: ليس فيه دلالة على المطلوب؛ لانه لم يقل: انه لم يرفع فيما بعد . وفيما ذكرنا من قبل: اثباته . وهى زيادة ، فتقدم عليه .

قوله:واخرجه ابن ابى شيبة. ايضا ولفظه ثنا وكيع. الخ.

اقول: اولا: ان النخعى عن ابن مسعود: مرسل . ثم تلميذه ابو معشر: هو زياد بن كليب . وان كان ثقة؛ لكن قال ابو حاتم: ليس بالمتين فى الحفظ . فلا يحتج بروايته بمقابلة الصحاح .

قوله:ومنها اثر ابن عمر ـ رَضِىَ اللهُ عَنهما ـ اخرجه الامام محمد فى (مؤطاه)ـالخ.

اقول: مذهب ابن عمر اشهر من ان يذكر؛ وثبوته اكثر من ان يحصر . وهذا الخبر فى غاية الضعيف . ومحمد: وشيخه ، محمد بن ابان قد مر حالهما . ثم عبد العزيز بن حكيم: ايضا مختلف فيه؛ فهذا غير ملبس على مذهبه .

قوله:ومنها اثر آخر: عن ابن عمر ايضا ـ الخ .

اقول: مدار سندى ابن ابى شيبة ، والطحاوى: ابوبكر بن عياش ، عن حصين ، وابوبكر ، ساقط؛ لانه ممن تغير . كما فى (التقريب - ص٥٧٦)؛ وحصين قد

نے ان سے کہا کہ اس روایت کو اسی طرح بیان کریں جس طرح ہم کہہ رہے ہیں) اسی طرح عبدالکریم بن ہشیم دیر عاقولی نے ابراہیم بن بشار سے روایت کیا ہے۔

پس ظاہر ہوا کہ یہ روایت مقلوب ہے۔ اصل میں صحیح وہی روایت ہے جس میں رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرنے کا ذکر ہے۔ جب یزید کا حافظہ کمزور اور متغیر ہوگیا تو اہل کوفہ نے اس موقع کو غنیمت جان کر روایت کو اپنی خواہشات کے مطابق بدل دیا (اعاذ نا اللہ منہ)

اور یہ روایت (جس میں رکوع جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کا ذکر ہے) صحیح ہے۔ یہ ابن عیینہ سے ابراہیم بن بشار روایت کرتا ہے اور وہ ثقہ ہے، امام بخاری ابن عدی، ابو حاتم اور طیالسی نے اس کو صدوق قرار دیا ہے جبکہ ابوعوانہ، حاکم، یحییٰ بن فضل نے اس کو ثقہ قرار دیتے ہوئے ان کی توثیق کی ہے (تہذیب ج ۱ص ۱۰۶۔۱۰۷) اور ابن حبان نے ثقات میں ان کو طبقہ رابعہ میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ

"کان متقنا، ضابطا، صحب ابن عیینة سنین کثیرة وسمع حدیثه مرارا."

"یعنی وہ پختہ و مضبوط یاد رکھنے والا ضابط تھا۔ بہت سال تک ابن عیینہ کے ساتھ رہے اور ان سے کئی بار حدیثیں سنیں۔"

ابن معین کا کہنا ہے کہ وہ کچھ نہیں (کسی کام کا نہیں) وہ سفیان کے پاس نہیں لکھتا تھا اور وہ لوگوں کو ایسی حدیثیں لکھواتا جو سفیان نے بیان نہیں کی ہوتی تھیں۔ اس کے لیے کچھ ضرر رساں اور نقصان دہ نہیں۔

اول تو اس لیے کہ یہاں انہوں نے سفیان سے روایت کرنے کے بارے میں تحدیث کی صراحت کی ہے۔ نصب الرایہ ج ۱ص ۴۰۳ میں حاکم سے منقل ہے:

"وهو ثقة من الطبقة الاولى، من اصحاب ابن عيينة جالس ابن عيينة نيفا واربعين سنة."

"یعنی وہ ثقہ ہے اور طبقہ اولیٰ میں سے ہے ابن عیینہ کے شاگردوں میں سے ہے، چالیس سال سے زیادہ عرصہ وہ ابن عیینہ کے ساتھ رہے۔"

اسی طرح امام نسائی کا کہنا کہ "لیس بالقوی" یعنی وہ قوی نہیں ہے۔ یہ بھی کچھ نقصان دہ نہیں ہے اس لیے کہ یہ جرح مبہم ہے اور وہ توثیق کی برابری نہیں کرسکتی اور پھر اس تک اسناد بھی صحیح ہے۔ امام بیہقی کے دونوں شیوخ میں سے ایک حاکم مذکور ہے اور دوسرا احمد بن محمد بن احمد بن عبداللہ الہروی ہے جو کہ طاؤس الفقراء کے نام سے معروف ہے۔ امام ذہبی تذکرۃ الحفاظ ج ۳ص ۳۵۷ میں کہتے ہیں:

"کان ثقة متقنا" یعنی وہ ثقہ اور پختہ کار تھا۔

عرفت حاله . ثم في الخبر شذوذ قال البخاری : فی (جزء ه – ص ٣٢) " فقد خولف فی ذلك عن مجاهد قال وكيع؛ عن الربيع بن الصبيع ، قال : رأيت مجاهدا يرفع يديه اذا ركع؛ واذا رفع رأسه من الركوع . وقال جرير ، عن ليث ، عن مجاهد: انه كان يرفع يديه . وهذا

احفظ عند اهل العلم . قال صدقة: ان الذى يروى حديث مجاهد عن ابن ابى عمر: انه لم يرفع يديه الا فی اول التكبيرة . كان صاحبه فقد تغير باخره . والذى رواه الربيع وليث اولى؛ مع ان طاؤسا ، وسالما ، ونافعا ، وابا الزبير ، ومحارب بن دثار ، وغيرهم قالوا: رأينا ابن عمر يرفع يديه اذا كبر واذا رفع" <اهـ> .

فوقعت المخالفة فی موضعين؛ ثم عمل مجاهد نفسه يكذب الخبر ، ويوهنه . وقال البخاری: فی (جزء ه – ص٩) "عن ابن معين حديث ابی بكر عن حصين: انما هو توهم منه ، لا اصل له"<اهـ> .

قوله:قال الطحاوی:عقيبه هذا ابن عمر، قد رای النبی ﷺ يرفع ثم قد ترك – الخ.

اقول: هذا الاصل! قد مر الكلام عليه فی اثر علی فليراجعه؛ وايضا فقال البخاری: فی (جزء ه – ص٩) "انه لم يحفظ من ابن عمر الا ان يكون سهی؛ كما يسهو الرجل فی الصلوة ، فی الشئ بعد الشئ؛ كما ان اصحاب محمد ﷺ ربما يسهون فی الصلوة: فيسهون فی الركعتين ، وفی الثلاث . الاترى؟ ان ابن عمر كان يرمی من لايرفع يديه بالحصى ، فكيف يترك ابن عمر: شينا يأمر به غيره؛ وقد يرى النبی ﷺ فعله" .

قوله:واورده ابن الهمام فی (تحريری الاصول)، والدهلوی (الخ).

اقول: مجرد الايراد غير نافع؛ اذ قد توهن رواية ودراية .

قوله:وسند الطحاوی فی هذا الحديث صحيح انتهی۔

اقول: اين هذا؟ من قول ابن معين: "لا اصل له" ۔ وهو امام اهل الشأن – ثم موافقة البخاری . له وخلق الله رجالا للحديث .

قوله:قال ابن ابی شيبة ۔الی قوله ۔ الشعبی، وابواسحاق، انتهی.

اقول: اما اثر اصحاب علی ، وابن مسعود: ففی سنده ابو اسحاق ، وقد اختلط بآخره كما فی (التقريب – ص٣٩٣)؛ ثم لايدری من هم .

حاکم کے استاد:...... مستدرک میں کئی جگہ اس سے روایت لائے ہیں اور امام ذہبی نے اس کو تلخیص میں برقرار رکھا ہے۔ اور وہ " ابو بکر الضبعی " ہے۔ انہوں نے بہت سی احادیث روایت کی ہیں اور بیان حدیث میں کمال حاصل کیا ہے۔

امام حاکم کہتے ہیں اس کی عقل کی مثالیں دی جاتی تھیں۔ (شذرات ابن عمادی ج ۲ ص ۳۶)

ابن السبکی طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۸۱ میں لکھتے ہیں:

" احد الا ئمة الجامعين بين الفقه والحديث . "

"یعنی حدیث اور فقہ دونوں میں مہارت رکھنے الے ائمہ میں سے ایک امام ہیں۔"

المالینی کا شیخ، حافظ ابن عدی (صاحب الکامل) احمد بن عبداللہ ائمہ جرح وتعدیل میں سے ہیں۔ ابن عساکر اور حمزہ السہمی نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ خلیل کہتے ہیں کہ حفظ وجلالت شان میں عدیم النظیر اور بے مثال تھے۔ ابن ابی مسلم کہتے ہیں کہ میں نے ان جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ (تذکرۃ ج ۳ ص ۱۴۳۔۱۴۴)

ابوبکر الفقیہ کا شیخ ابو مسلم الکجی صاحب مسند ہیں۔ دار قطنی نے ثقہ قرار دیا ہے وہ صاحب شرف ومروت اور صاحب علم وفضل تھے۔ حدیث کے عالم تھے۔ بختری نے آپ کی مدح کی ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۷۷)

ابن عدی کا شیخ، فضل بن حباب ابوخلیفہ الجمحی ہے، صاحب المیزان (ج ۲ ص ۳۲۹) میں لکھتے ہیں:

" كـان ثقة عالما ما علمت فيه لينا الا ما قال السليمانی : انه من الرافضة ، فهذا لم يصح عن ابی خليفة . "

"یعنی وہ ثقہ اور عالم تھے میں آپ کے بارے میں کوئی کمزوری نہیں جانتا سوائے اس کے جو سلیمانی نے کہا ہے کہ وہ رافضی تھے۔ اور یہ کہ ابوخلیفہ کی طرف ساس (رافضیت) کی نسبت درست نہیں ہے۔"

ابن حبان نے ان کو "الثقات" میں طبقہ رابعہ میں شمار کیا ہے۔

مسلمہ بن قاسم کہتے ہیں: وہ ثقہ اور مشہور تھے۔ خلیلی کہتے ہیں۔؛ وہ ثقہ ہونے کے زیادہ قریب ہے۔

(اللسان ج ۴ ص ۴۳۹)

پس دونوں سندیں صحیح ہیں اور ایک دوسرے کی وجہ سے زیادہ قوی بن جاتی ہیں۔ اور دیر عاقولی بھی ثقہ ہے۔ ابن کامل اور خطیب نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ یہ امام سیوطی نے طبقات الحفاظ میں کہا ہے۔ پس یہ صحیح حدیث اس اضافے کے شاذ ہونے پر دلیل ہے۔ بلکہ اس کے منکر ہونے پر بھی۔

ابن حبان نے اپنی کتاب "المجروحین" میں ایک اور سند سے ذکر کیا ہے، اس میں ابن بشار نہیں ہے۔

وفی اثر النخعی: ابو بكر بن عياش ـ المتقدم ـ، وفی آخر: حصين ـ المذكور، المتغير ـ ومتابعه: مغيرة بن مقسم، كان يدلس. لا سيما عن ابراهيم. كما فی (التقريب - ص ٥٠٤).

وفی اثر خيثمة: الحجاج بن ارطاة. كثير الخطأ، والتدليس. كما فی (التقريب - ص٩٧)؛ وقد عنعن.

وفی اثر قيس: اسماعيل ابی خالد؛ وهو مدلس من المرتبة الثانية. كما فی طبقات ابن حجر. ومثله: لا يحتج به عند الخصم، كما مر.

وفی اثر ابن ابی ليلى ـ فيهٔ ـ: مقسم، وهو كثير التدليس. كما فی (التقريب - ص ٥٣٤)؛ وقد عنعن عن سفيان بن مسلم الجهنی، وهو ايضا لم نقف على حاله؛ ثم ليس فيه: انكار الرفع. ثم ابن ابی ليلى: ليس ممن يحتج به، عند الحنفية. كما فی (عمدة القاری - ص١١٣).

واثر مجاهد: قد مر فی ابن عمر.

وفی اثر الاسود: شريك بن عبدالله النخعی، وقد تغير. كما فی (التقريب - ص ٢٢٤)؛ وشيخه: جابر بن يزيد الجعفی، الكذاب، الشهير، كذبه: الشعبی، وايوب السختيانی، وليث ابن ابی سليم، وابراهيم الجوزجانی، وسعيد بن جبير، واحمد بن خداش، وغير هم، كما فی (التهذيب - ج ٣ص٤٧-٤٩) وقال ابو حنيفة: "ما رأيت فيمن لقيت اكذب منه؛ ما اتيته بشئ من رأی، الا جائنی فيه بحديث". كذا فی (العينی - ج٢ص٧٥٠)، والزيلعی (ج٢ص٧).

وفی اثر الشعبی: اشعث بن سوار الكندی. ضعفه - كما فی (الميزان - ج١ص١٢٢): "ابو زرعة، والنسائی، وابن معين، والدار قطنی، وقال ابن المثنی: ما سمعت يحی، وعبدالرحمن، يحدثان عنه، وقال ابن حبان: فاحش الخطأ، وكثير الوهم" <اهـ>. وضعفه فی (التقريب - ص٢٩).

وابو اسحاق: ليس فی المصنف اثر عنه، بل اثر اصحاب علی وابن مسعود من طريقه وقد مر حاله.

قوله: وبه قال ابو حنيفة، ومالك، وغيرهم.

اقول: اما ابو حنيفة! فسكت فی الجواب مع ابن المبارك ففی (جزء البخاری

وہ کتاب المجر وحین حین ج ۳ ص ۱۰۰ پر لکھتے ہیں:

" اخبر نا الحسن بن سفیان ، قال : حدثنا حرملة بن یحییٰ ، قال : سمعت الشافعی یقول : حدثنا ابن عیینة قال : حدثنا یزید بن ابی زیاد بمکة ۔ عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ ، عن البراء بن عازب ، قال : رایت النبی ﷺ اذا افتتح الصلاۃ رفع یدیہ ، قال سفیان : فلما قدم یزید الکوفة سمعته یحدث بهذا الحدیث ، وزاد فیه " ثم لم یعد " فظننت انهم لقنوه."

یعنی ہم کو حسن بن سفیان نے خبر دی ، اس نے کہا ہم سے حرملہ بن یحییٰ نے بیان کیا کہا میں نے امام شافعی کو یہ کہتے ہوئے سنا ، ہم سے ابن عیینہ نے بیان کیا ، اس نے کہا ہم سے یزید بن ابی زیاد نے مکہ میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے بیان کیا ، انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا آپ نے نماز شروع کی تو رفع الیدین کیا ...... سفیان کہتے ہیں کہ جب یزید کوفہ آیا تو میں نے ان کو یہی حدیث (کوفہ میں) بیان کرتے ہوئے سنا اس میں اس نے (لفظ) " ثم لم یعد " کا اضافہ کر دیا تو میں سمجھ گیا کہ انہوں (کوفہ والوں) نے اس کو (اس لفظ کو بڑھا کر بیان کرنے کی) تلقین کی ہے۔

اور یہ بھی کہ یزید خود اس لفظ کا انکار کرتا تھا چنانچہ سنن دار قطنی ج ۱ ص ۱۱۰ میں ہے۔

" عن علی بن عاصم ، ثنا محمد بن ابی لیلی عن یزید بن ابی زیاد ، عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ ، عن البراء بن عازب ، قال : رسول الله ﷺ حین قام الی الصلاۃ فکبرو رفع یدیه : حتی ساوی بهما اذنیه ، ثم لم یعد . قال علی : فلما قدمت الکوفة ، قیل لی : ان یزید حی ، فاتیته ، فحدثنی بهذا الحدیث . فقال : حدثنی عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ ، عن البرء بن عازب ، قال : رایت رسول الله ﷺ حین قام الی الصلاۃ فکبرو رفع یدیه حتی ساوی بهما اذنیه . فقلت له : اخبر نی ابن ابی لیلی انه قلت " ثم لم یعد " قال : لا احفظ هذا . فعاودته ، فقال : ماا حفظه . واما طریق ابن ابی لیلیٰ عن اخیه عیسیٰ ، والحکم ، عن ابن ابی لیلیٰ عن البراء ، فخطأ . والصواب عن ابن ابی لیلیٰ عن یزید ، قال البخاری (ص ۱۵)

"انما روی ابن ابی لیلیٰ هذه من حفظه ، فاما من حدث عن ابن ابی لیلیٰ من کتابه فانما حدث عن ابن ابی لیلیٰ عن یزید فرفع الحدیث الی تلقین یزید ، والمحفوظ ما روی عنه الثوری ، وشعبة ، وابن عیینة قدیما ."

ص١٩) "ولقد قال ابن مبارك: كنت اصلى الى جنب النعمان بن ثابت، فرفعت يدى؛ فقال: انما خشيت ان تطير؛ فقلت: ان لم اطر فى اوله، لم اطر فى الثانية. قال وكيع: رحمة الله على ابن المبارك، كان حاضر الجواب، فتحير الآخر" <اهـ>.
واورده ابن قتيبة فى (تأويل مختلف الحديث - ص٦٦)، والبيهقى فى (سننه - ج٢ص٨٢)، والخطيب فى (تاريخه - ج١٣ص٣٨٩).

واما مالك! فالصحيح من مذهبه، والآخر من قوليه: الرفع، كما مر؛ وقال ابن رشد: فى (مقدمات المهندات - ص٤) "وهى رواية شاذة، ضعيفة خاملة" <اهـ>. فرواية الترك عنه ضعيفة متروكة، ومرجوعة عنها؛ وقال ابن وهب، والوليد بن مسلم واشهب، وابو المصعب، وسعيد بن ابى مريم: انه كان يرفع يديه على حديث ابن عمر الى ان مات.

وقال ابو عبيدة بن احمد: صحبته قبل موته سنة، فما مات الا وهو يرفع يديه؛ وقال ابن وهب: فلم يزل صلوته. كذا فى (التمهيد) لابن عبد البر.

الفصل الثانى

قوله: فى طريق ترجيح الحنفية احاديث نفى الرفع ـ الخ.

اقول: الترجيح فرع للتعارض وهو لا يتأتى؛ الا بعد استواء الطرفين فى الصحة، والامر على الخلاف فى كليهما.

قوله: رجح الامام ابو حنيفة جانب النفى لوجوه ـ الخ.

اقول: هذا قول لا مستند لقائله، والوجوه التى ذكر ها لا يصح انتسا بها الى الامام فضلاً ان يكون متشبثا به.

ثم الوجوه ايضا ليست مفيدة للخصم:-

ففى الاول: انه لم يأت خبر ضعيف فضلا عن الصحيح اوالحسن يدل على الحرمة.

وفى الثانى: انه لم يثبت الترك؛ فلا داعى للرجوع الى الاصل وايضًا: فى حديث الحاكم (ج٢ص٥٦٨) ان الرفع من الاستكانة وليس حاله ادون مما عول عليه المخدوم.

وفى الثالث: ان هذا الاصل مع مافيه من المفاسد كما ذكر موقوف على المخالفة الصريحة، ورواية مجاهد ليست نصا فى ترك الرفع عند الركوع والرفع منه فكيف

''علی بن عاصم سے روایت ہے کہا ہم کو محمد بن ابی لیلیٰ نے بیان کیا، انہوں نے یزید بن ابی زیاد سے انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے تو تکبیر کہی اور رفع الیدین کیا، یہاں تک کہ دونوں ہاتھ اپنے کانوں کے برابر کئے۔ پھر دوبارہ ایسا نہیں کیا۔ علی کہتے ہیں کہ جب میں کوفہ آیا تو مجھ سے کہا گیا کہ یزید زندہ ہے۔ تو میں اس کے پاس حاضر ہوا انہوں نے مجھ سے یہی حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ مجھ کو عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے بیان کیا انہوں نے براء بن عازب سے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جب نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو تکبیر کہی اور رفع الیدین کیا یہاں تک کہ دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں کانوں کے برابر اٹھایا۔ میں نے کہا مجھے ابن ابی لیلیٰ نے خبر دی ہے کہ آپ نے کہا ہے "ثم لم یعد" یعنی آپ ﷺ نے دوبارہ (ایسا) نہیں کیا۔ انہوں نے جواب دیا مجھے یاد نہیں، میں نے پھر پوچھا، انہوں نے کہا مجھے یاد نہیں۔ ابن ابی لیلیٰ کی سند اپنے بھائی عیسیٰ سے وہ حکم سے وہ ابن ابی لیلیٰ سے وہ براء سے خطأ ہے درست نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ابن ابی لیلیٰ یزید سے روایت کرتے ہیں۔ امام بخاری (جزء ص ۱۵) پر کہتے ہیں ابن ابی لیلیٰ نے اپنے حافظے سے روایت کیا ہے اور جس نے ابن ابی لیلیٰ سے اس کی کتاب سے روایت کیا ہے اس نے ابن ابی لیلیٰ سے اس نے یزید سے روایت بیان کیا ہے تو وہ حدیث یزید کی تلقین تک مرفوع ہوگئی محفوظ روایت وہ ہے جو ان سے ثوری شعبہ اور ابن عیینہ نے (ثم لم یعد کی تلقین کئے جانے سے پہلے) لی ہے۔

بات بالکل ویسے ہی ہے جس طرح انہوں نے کہا اس لیے کہ ابن ابی لیلیٰ جو کہ محمد بن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ ہے بہت ہی سئی الحفظ تھا یادداشت ان کی بہت کمزور تھی جیسا کہ تقریب ص ۴۵۸ میں ہے۔

میزان الاعتدال میں حافظ علامہ ذہبی کہتے ہیں:

" وقال شعبة: مارایت اسوا من حفظه، وقال احمد: مضطرب الحديث، و قال يحيى القطان: سى الحفظ جدا، وقال الدار قطنى: ردى الحفظ، كثير الوهم، وقال ابو احمد الحاكم: عامة احاديثه مقلوبة، وقال ابن حبان، ولاه يوسف بن عمر القضاء بالكوفة، كان ردى الحفظ، فاحش الخطأ، فكثرت المناكير فى حديثه، فاستحق الترك. "

''شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے زیادہ سئی الحفظ نہیں دیکھا۔ امام احمد کہتے ہیں مضطرب

يـخـالف المنصوص فالحاصل ان هذا ترجيح بلا مرجح بل لترجيح هذه الا خبار المثبتة على تلك الروايات مع كونها مجروحة ومدخولة فيها وجوه عديدة ان سلمنا الاستواء.

(١) كـكثـرة الـعـدد. (٢) وكـون الـرواة اتقن واحفظ. (٣) وكونهم متفقين على الـعـدالة. (٤) وكثرة المخارج. (٥) وكون اسانيدها حجازية. (٦) وكونها متفقة عـلـى رفعها. (٧) وعلى اتصالها ايضاً. (٨) ثم مقارنة القول. (٩) وكونها موافقة لـلسـنة. (١٠) ومـعـاضـدة بعمل الخلفاء الراشدين. (١١) وكذا عمل الامة فى الـقـرون الاولى كما بينه ابن القيم فى (الاعلام ج٢ ص٣ <طبع هند>. (١٢) وكذا كـونهـا مـنـطـوقة. (١٣) وتصحيح الفريقين. (١٤) والاثبات لها. (١٥) وكونها متـضـمـنة لـلـزيـادة وهى مقبولة من الثقات عند اهل الفن. ذكر هذه الوجوه كلها الحازمى فى مقدمة الاعتبار.

واما القول: فـى فـقـه الراوى فيأتى فى موضعه، والنسبة الى الامام تحتاج الى ثبوت يعتمد عليه بسند يسند اليه.

قوله: القول لضعفه ضعيف ـ الخ.

اقول: انـمـا ضـعـف الـقسطلانى وغيره لاجل تغيره ومن وثقه او صدقه او اثنى عليه فمن حيث ذاته ولاننكره؛ لكن لايقبل الا ما حدث به قبل تغيره؛ لاكما نحن فيه ومن ادعـاه فـعـليه البيان. واحاديث الصحيحين محمولة على كونها مروية قبل كما بينه الـحـفـاظ لاسيما السيوطى الذى هو بمنزلة خاتمتهم عند المخدوم فتضعيفه لقوله مما لايلتفت اليه.

قوله: الـرابع ان امثل الاحاديث المروية فى اثبات الرفع سند حديث ابن عمر واقوى احاديث الواردة فى ترك الرفع سند حديث ابن عمر واقوى احاديث الواردة فى ترك الـرفـع حديث ابن مسعود فرجح ابو حنيفة حديث ابن مسعود لكونه افقه الصحابة بعد الخلفاء الاربعة (الخ).

اقول: تـقـابل الخبرين من اعجب العجائب حتى ان الذى عده اقوى هو اضعف شئ يعول عليه! كما ذكرناه نصا عن ابن حبان وحديث ابن عمر لاكلام فيه للفريقين.

واما التـرجيـح مـن حيـث الـفـقه. فليس كما ذكره بل قال الحازمى فى (الاعتبار

الحدیث ہے ۔ یحییٰ القطان کہتے ہیں بہت ہی سئی الحفظ تھا ۔ دار قطنی کہتے ہیں کہ ان کا حافظہ بالکل ہی ناکارہ کمزور اور کثیر الوہم تھا ۔ ابو احمد حاکم کہتے ہیں اس کی بیشتر احادیث مقلوب ہوتی ہیں ۔ ابن حبان کہتے ہیں ان کو یوسف بن عمر نے کوفہ میں قضا کے عہدے پر فائز کیا یہ بہت ہی گھٹیا حافظہ والا فحش غلطی کرنے والا تھا چنانچہ اس کی حدیث میں بہت سی منکر روایات در آئیں لہٰذا یہ ترک کر دیئے جانے کا مستحق ٹھہرا ۔'' (میزان ج ۳ ص ۸۷)

تہذیب میں ہے :

" وقال ابو حاتم ، كان سيء الحفظ ، شغل بالقضاء فساء حفظه وقال ابن المديني : كان سيء الحفظ واهي الحديث ، وقال الساجي : كان سيء الحفظ ، لا يتعمد الكذب فكان يمدح في قضائه ، فاما في الحديث فلم يكن حجة " (التهذيب ج ٩ ص ٣٠٢ ـ ٣٠٣)

''اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ سئی الحفظ تھا قضا کے ساتھ مشغول ہوا تو ان کا حافظہ اور بگڑ گیا ۔ ابن المدینی کہتے ہیں یہ سئی الحفظ اور کمزور حدیث والا تھا ۔ الساجی کہتے ہیں سئی الحفظ تھا ۔ جان بوجھ کر جھوٹ نہ کہتا تھا اس کے فیصلوں میں اس کی تعریف کی جاتی تھی مگر حدیث میں وہ قابل حجت نہیں تھا ۔''

پس ظاہر اور واضح ہوا کہ قضا کا کام شروع کرنے کے بعد حافظہ کمزور ہونے کی وجہ سے انہوں نے سند کو بدل دیا ہے اور اس کے بعد جس نے بھی روایت کیا اس نے ایسا ہی روایت کیا ہے ۔ اور ائمہ میں سے جس نے ان سے قدیماً (حافظہ کمزور ہونے سے پہلے) روایت کیا ہے اس نے یزید سے اس نے ابن ابی لیلیٰ سے اس نے براء سے روایت کیا ہے ۔ پس حدیث کا مدار یزید پر ہے اور سید المحدثین نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے ۔

ابن ابی لیلیٰ کی سند میں اضطراب ہے کبھی وہ اپنے بھائی عیسیٰ سے وہ حکم سے وہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے وہ براء سے روایت کرتا ہے ۔

اور کبھی وہ حکم سے وہ عیسیٰ سے وہ براء سے روایت کرتا ہے ۔

اور کبھی وہ عیسیٰ سے وہ اپنے باپ سے ۔

اور حکم مدلس ہے جیسا کہ التقریب ص ۱۲۱ میں ہے اور یہاں اس نے عنعنہ سے روایت کیا ہے (اور مدلس راوی کا عنعنہ قابل حجت نہیں) لہٰذا واضح ہوا کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور مخدوم صاحب کا قول ...... اس کی بعض سند جید ہے ...... باطل ہوگیا ۔

ص١٥) عـنـد ذكـر الوجوه المرجحة " الوجه الثالث والعشرون ان يكون رواة احد الـحـديثيـن مـع تسـاويهـم فـى الحفظ والاتقان فقهاء عارفين باجتناء الاحكام من مثمرات الالفاظ فالاسترواح الى حديث الفقهاء اولى" <اهـ>.

وهـكـذا هـو الظاهر من (شرح المنار - ص١٤٤-١٤٥) وفيما نحن فيه، التساوى غير موجود. ثم قد سلم المخدوم كون الصحابيين من اهل الفقه حيث قال "((وان كانا جامعين بين الفقه والورع)) فاذا فات الشرط فات المشروط. وايضا فالصحيح عن ابن مسعود الرفع كما مر.

ثـم ابوهريرة وانس ومعاذ وعقبة بن عامر وابن عباس وابن الزبير وابو موسى ليسوا بـدونه فى الفقه؛ وان تفوه بعضهم فى حق بعض! وقال فى (نور الانوار - ص١٤٤) "والراوى ان عرف بالفقه والتقدم فى الاجتهاد: كالخلفاء الراشدين، والعبادلة ـ وهو جمع عبدل، مرخم عبدالله ـ والمراد بهم: عبدالله بن مسعود، وعبدالله بن عمر، وعبـدالله بـن عباس، وقيل: عبدالله بن الزبير؛ ويلحق بهم زيد بن ثابت، وابى بن كعب، ومعاذ بن جبل، وعائشة، وابوموسى الاشعرى" <اهـ>.

واكثـر هـؤلاء مـن رواة الرفع كما ذكرنا عن السيوطى وكذا سعد بن ابى وقاص قد ذكر حديثه مع ابن مسعود.

ثم قد عده المخدوم دون الخلفاء الاربعة وهم ايضا من رواة الرفع قد ذكرنا حديث الثلاثة وحـديـث عثـمـان اشـار اليـه المحدثون: كالحاكم، ثم البيهقى، كما فى الـنـصـب - ج١ ص٤١٨) فـالتـرجيـح عـلـى طـريـق الـمخدوم لحديث الاثبات والحمدلله.

وايضا جـعله ابن عمر دون ابن مسعود فى الفقه يرد عليه الملاجيون المذكورة وقد جـعـلهـمـا ابـن حـزم فـى (الاحـكام - ج٥ ص٩٢) فى درجة واحدة حيث قال: " الـمـكثـرون مـن الـصـحـابة رضـى الله عنهم فيما روى عنهم من الفتيا عائشة، ام الـمـؤمـنيـن، عـمـر بـن الخطاب، ابنه عبدالله، على بن ابى طالب، عبدالله بن العباس، عبدالله بن مسعود، زيد بن ثابت" <اهـ>.

وهذا يبطل الترجيح.

بل وتفقه ابن عمر فى غاية الشهرة؛ فقال الزهرى لايعدل برأى ابن عمر فانه اقام بعد

ان کا کہنا ہے :...... کہ اس کی صحیح اسانید مین سے عبد الرزاق کی سند ہے...... الخ

میں کہتا ہوں :...... اس کی سند بھی یزید کے گرد گھومتی ہے اور آپ جان چکے ہیں کہ یزید کوئی کار آمد آدمی نہیں ہے اس لیے کہ وہ سدید (درست اور صحیح بات بیان کرنے والا) نہیں ہے۔

ان کا کہنا ہے :...... تذکرۃ القاری میں ہے سفیان بن عینیہ بن ابی عمران الهلالی الکوفی ثم المکی (خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی) ہیں، حافظ فقیہ، حجت، حدیث وفقہ اور فتویٰ کے امام جلیل ہیں، ثقہ ہیں، آٹھویں طبقہ کے سرخیل ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی تقریب التہذیب میں رقمطراز ہیں: سفیان بن عیینہ ثقہ، حافظ، فقیہ، امام، حجت ہیں، تمام مؤلفینِ صحاح ستہ نے ان سے روایت کی ہے۔

میں کہتا ہوں :...... ابن عیینہ نے بذات خود اس روایت اور حدیث کو غلط قرار دیا ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے اور مخدوم صاحب خود ان کو فقیہ، امام حجت مانتے ہیں۔ لہٰذا ان کو ان کی اس بات پر راضی ہو جانا چاہیے۔ پھر یہ کہ راوی اپنی روایت کو بہتر جانتا ہے اس نے جس کو درست کہا وہ درست ہے اور اس بارے میں اسی کے قول کا اعتبار ہوگا۔

ان کا کہنا ہے :...... دوسرا: یزید بن ابی زیاد الہاشمی مولیٰ کوفی ہے۔ اس کے بارے میں اختلاف ہے۔

میں کہتا ہوں :...... صحیح اور سچی بات یہ ہے کہ یہ یزید قابل حجت نہیں ہے اور سب نے یہی کہا ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ ناقدین میں سے کسی نے بھی ان کو ثقہ نہیں کہا۔ ہاں البتہ احمد بن صالح المصری نے ان کی توثیق کی ہے لیکن یہ توثیق اتنے سارے ائمہ کی جرح کے مقابلے میں قابل قبول نہیں ہے۔ اس لیے کہ اکثر نے جرح مفسر کیا ہے لہٰذا جرح مفسر اس پر مقدم ہے۔ اور ابن سعد نے اگر چہ ان کی توثیق کی ہے لیکن انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ان کا حافظہ بگڑ گیا تھا۔ لہٰذا ان کے نزدیک بھی وہ قابل حجت نہیں رہا۔ اسی لیے امام ابو حنیفہ کے شاگرد ابن المبارک کہتے ہیں کہ "ان کو چھوڑ ہی دو" جیسا کہ تہذیب ج۱۱ ص۳۰۳ میں مذکور ہے۔

ان کا کہنا ہے :...... امام بخاری ان کی حدیث کو تعلیقاً لائے ہیں اور حفاظ میں سے امام مسلم اور اصحاب سنن اربعہ ان کی حدیث کو اپنی کتابوں میں لائے ہیں۔

میں کہتا ہوں :...... امام بخاری جو تعلیقاً لاتے ہیں وہ ان کی شرائط کے مطابق نہیں ہوتی (تب ہی تو وہ تعلیقاً لاتے ہیں) اور امام مسلم بطور استشہاد لائے ہیں۔ پھر یہ کہ یہ وہ روایتیں ہیں جو انہوں نے اختلاط سے پہلے بیان کی ہیں اور اصحاب سنن اربعہ کی کوئی ایسی شرط نہیں ہے کہ وہ صرف ثقہ راوی پر انحصار کرتے ہوں۔ وہ ثقہ وغیر ثقہ ہر طرح کے راویوں کی روایتیں لاتے ہیں) لہٰذا تمہارے حق میں کوئی سودمند نہیں۔

رسول الله ﷺ ستين سنة ، فلم يخف عليه شئ من امره ، ولا من امر الصحابة ذكره النووى فى (تهذيب الاسماء - ج١ ص٢٧٩)؛ وفى (التهذيب - ج١ ص٣٣٠) عن مالك افتى الناس ستين سنة ، وهكذا فى (الاستيعاب لابن عبد البر - ج١ ص٣٦٩): وفيه "ويقولون انه كان من اعلم الصحابة بمناسك الحج".

وايضا مدار سعة الاجتهاد وضيقه وكثرة التفقه وقلته على استيعاب الروايات واستقصائها واحاديث ابن مسعود تبلغ نصف احاديث ابن عمر فذكر النووى فى (التهذيب - ج١ ص٢٨٩) "له الفا وستمائة وثلاثين حديثا ، ولابن مسعود ثمان مأة وثمانية واربعين حديثا عن رسول الله ﷺ.

ثم قوله " واخذالفقه ممن له كمال فى الفقه" الخ . غاية فى توهين الصحابى لانه يلزم منه كون ابن عمر غير كامل فى الفقه ، وهذا مع كونه سوء الأدب يرد عليه العبارات المذكورة كيف وهو قد تمكن على منصب الافتاء ستين سنة فهو من اكمل الكملاء فى الشأن ، وايضا فيظهر من كلام المخدوم انه يفضله فى الورع كما قال: " ابن مسعود افقه ، وابن عمر اورع".

ومعلوم ان صحة التفقه والافتاء موقوف على الورع لانه مؤثر فيهما ولنعم ما قيل: ع "الفضل ما شهد به الاعداء". ونسبة ترجيح خبر ابن مسعود الى ابى حنيفة غير صحيحة كما سيأتى فى القول الأتى.

قوله:وقد روى هذا عن الامام ابى حنيفة نصا ذكره ابن الهمام فى فتح القدير وغيره ولفظ ابن الهمام هكذا قال ابن عيينة انه اجتمع الامام ابو حنيفة مع الاوزاعى. (الخ).

اقول: هذه القصة موضوعة مكذوبة رواية فدراية ، اما الرواية فاخرجها الشيخ الموفق بن احمد المكى فى مناقب الامام ابى حنيفة) (ج١ ص١٣٠) بهذا السند "اخبرنى تاج سعد السمعانى فى كتابه اِلى اخبرنا ابو الفرج سعيد بن ابى الرجاء باصفهان. اذنا انا ابو الحصين احمد بن محمد الاسكاف قراء ة انا الحافظ ابو عبدالله بن مندة انا الاستاذ ابو محمد الحارثى انبأ محمد بن ابراهيم الرازى انبأ سليمان الشاذ كونى سمعت سفيان بن عيينة فذكره ؤ. فالشاذكونى: كذبه صالح جزرة وقال: يضع الاسانيد فى الوقت ، وقال البغوى: رماه الائمة بالكذب وقال ابو احمد الحاكم: متروك الحديث ، وكان ابن مهدى يسميه: الخائب ، وقال

(ان کا کہنا ہے):...... جن حضرات نے ان کی توثیق کی وتعدیل کی ہے، وہ عینی شارحِ بخاری کے حوالہ سے آگے آئے گی...... الخ

(میں کہتا ہوں):...... ان شاء اللہ ہمارے پاس جو تحقیق ہے وہ بھی آ جائے گی۔ پس ان کو ائمہ اور عینی نے اس بارے میں جو کچھ کہا ہے ان میں سے ان کے قول کو اختیار کرنا چاہیے جو اس کی اہلیت رکھتے ہیں۔

(ان کا کہنا ہے):...... تیسرے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ہیں، تذکرۃ القاری میں ہے، عبدالرحمٰن بن ابی لیلی الانصاری المدنی الکوفی ہیں جنھوں نے ایک سو بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا ہے ان سے شرف تلمذ بھی حاصل ہے۔

حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب میں رقمطراز ہیں ابن معین کہتے ہیں، ''وہ ثقہ ہیں'' عجلی بیان کرتے ہیں ''وہ تابعی ہیں ثقہ ہیں'' انتہی ...... الخ

(میں کہتا ہوں):...... ان کا ثقہ ہونا کوئی فائدہ مند نہیں اس لیے کہ ان سے پہلے کی تمام سند غیر مستند اور غیر معتمد ہے

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت:

(ان کا کہنا ہے):...... ان ہی میں سے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو صحیح مسلم میں مروی ہے، جس کے الفاظ ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا ''کیا بات ہے؟ میں تمہیں اس طرح ہاتھ اٹھاتے دیکھ رہا ہوں گویا وہ شریر وسرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں، جو بار بار ہل رہی ہیں۔ نماز میں سکون وطمانیت اختیار کرو...... الخ

(میں کہتا ہوں):...... امام بخاری جزء رفع الیدین ص ۱۵ میں فرماتے ہیں:

" فاما احتجاج بعض من لا يعلم بحديث وكيع عن الاعمش عن المسيب بن رافع عن تميم بن طرفة عن جابر بن سمرة رضي الله عنه قال : دخل علينا النبى صلى الله عليه وسلم ونحن رافعوا ايدينا فى الصلاة ، فقال : مالى اراكم رافعى ايديكم كانها اذناب خيل شمس ، اسكنوا فى الصلاة فانما كان هذا فى التشهد - لا فى القيام - كان يسلم بعضهم على بعض فنهى النبى صلى الله عليه وسلم عن رفع الايدين فى التشهد ، ولا يحتج بهذا من له حظ من العلم . هذا معروف ومشهور لا اختلاف فيه ، ولو كان كما ذهب اليه لكان رفع الايدين فى اول التكبيرة ، وايضا تكبيرات صلاة العيد منهيا عنها ؟ لانه لم يستثن رفعا دون رفع ، وقد ثبت حديث حدثنا ابو نعيم ثنا مسعر عن

عبدالرزاق: عدو الله الكذاب، الخبيث، جاء الى ههنا كان يفعل كذا وكذا، ثم ذهب الى العراق، فذكر: انى حديث باحاديث. والله ما حدثت بها عن معمر ولا عن الثورى ولا عن ابن جريج ولا سمعت منهم كذا فى (اللسان - ج٣ص٧٤-٧٦). وفى (الجوهر النقى - ج٢ص٢٧ فى ذيل البيهقى): "قال الرازى ليس بشئ متروك الحديث، وقال البخارى هو عندى اضعف من كل ضعيف، وقال ابن معين ليس بشئ وقال مرة كان يكذب ويضع الحديث" <اهـ>.

وتلميذه: ايضا مثله فقال الدار قطنى: "متروك، دجال يضع الحديث". وقال الصفار: لايحملون حديثه لضعفه، وقال شيرويه: يتكلمون فيه، وقال البرقانى: بئس الرجل، وذكر الخطيب له حديثا، وقال هو مما صنعته يداه، وضعفه ابو احمد الحاكم وقال: حدث عن شيوخ لم يدركهم كذا فى (اللسان - ج٥ص٣٢-٣٣) والراوى عنه هو الاستاذ الكذاب المذكور فى حديث ابن مسعود. ثم فيه شبهة الانقطاع والتدليس ايضا كما هو الظاهر من حال الرازى والاستاذ فلا يحل لاحد نسبة مثل هذا الكذب الى احد ممن يعتقد فيه انه امام من ائمة الدين.

واما الدراية: فمن وجوه، منها قوله لم يصح عن رسول الله ﷺ فيه شئ وهذا خلاف الظاهر فان الاحاديث فيه اكثر من ان تحصى حتى قال ابن القيم فى (الاعلام - ج٢ص٣ طبع الهند) "كانه راى عين وقال الشافعى وروى الرفع جمع من الصحابة لعله لم يرو قط حديث بعدد اكثر منهم كذا فى (التلخيص الحبير - ص٧٢)". وقد سلم المخدوم ايضا ذلك فكيف اعتمد اليه ولعله لايرضى بان يقال ان المقلد اعلم من امامه. ومنها معارضة الامام سند الزهرى عن سالم ابيه بسند حماد عن ابراهيم عن علقمة والاسود عن ابن مسعود فان بين السندين تفاوتا علمه الاطفال فضلا عن فحول الرجال سيأتى تفصيل ذلك. ومنها فقال الاوزاعى احدثك عن الزهرى (الخ) وهذا مناف لسكوت الاوزاعى بمجرد ما ذكره الامام لانه يدفعه كما ستعرفه. ومنها كان حماد افقه من الزهرى وهذا غاية فى التعجب اين حماد ومن مثله منه حتى قال ايوب السختيانى "ما رأيت اعلم من الزهرى كما فى (تهذيب النووى - ج١ص٩٢). وقال ابن حزم فى (الاحكام - ج٥ص٩٦)" وقد جمع

عبيد الله بن القبطية ؟ قال :سمعت جابر بن سمرة رضي الله عنه يقول : كنا اذا صلينا خلف النبى ﷺ قلنا السلام عليكم ، ، السلام عليكم ، فاشاره مسعر بيده فقال : ما بال هؤلاء يؤمون بايديهم كانها اذناب خيل شمس انما يكفى احد كم ان يضع يده على فخذه ثم يسلم على اخيه من عن يمينه ومن عن شماله . قال البخارى : فليحذر امرأ ان يتقول على رسول الله ﷺ ما لم يقل ـ قال تعالىٰ فليحذر الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم . "

"یعنی بعض لوگ جو وکیع کی حدیث کو نہیں جانتے ان کا اس سے حجت لینا کہ وہ اعمش سے وہ مسیّب بن رافع سے وہ تمیم بن طرفہ سے وہ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم اپنے ہاتھوں کو نماز میں اٹھا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا" کیا بات ہے کہ میں تم کو سرکش گھوڑوں کی دم کی طرح ہاتھوں کو اٹھاتے ہوئے دیکھتا ہوں؟ نماز میں سکونت اختیار کرو۔"

یہ تشہد میں تھا نہ کہ قیام میں، بعض بعض کو ہاتھ اٹھا کر سلام کرتے تھے تو نبی کریم ﷺ نے تشہد میں ہاتھ اٹھا کر سلام کرنے سے منع فرمادیا۔ لہٰذا جس کے پاس تھوڑا سا بھی علم ہوگا وہ اس سے حجت نہیں لے گا۔ اور یہ معروف و مشہور ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اگر بات ویسے ہی ہے جس طرح یہ لوگ کہتے ہیں تو تکبیر اولیٰ میں رفع الیدین کرنا اور نماز عیدین میں تکبیرات پر رفع الیدین کرنا ممنوع ہوگا اس لیے کہ اس نہی میں سے کسی ایک رفع الیدین کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا گیا (لہٰذا اگر مطلقاً رفع الیدین سے منع کیا گیا ہے تو تمام رفع الیدین شامل ہونا چاہیے) جب کہ حدیث سے ثابت ہے کہ ہم سے ابونعیم نے بیان کیا کہا ہم سے مسعر نے بیان کیا کہا ان سے عبید اللہ بن القطبیہ نے انہوں نے کہا کہ میں نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہم جب نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو السلام علیکم، السلام علیکم کہتے۔ مسعر نے اپنے ہاتھ کے ساتھ اشارہ کیا آپ نے فرمایا ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ یہ اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہیں گویا کہ یہ سرکش گھوڑے کی دم ہوں۔ تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ اپنے ہاتھ کو اپنے ران پر رکھے پھر دائیں طرف والے بھائی کو سلام کرے اور بائیں طرف والے بھائی کو سلام کرے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ آدمی کو رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کر کے ایسی بات کرنے سے ڈرنا چاہیے جو آپ ﷺ نے نہیں کہی ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

(النور: ٦٣)

محمد بن احمد بن مفرج فتاواه فى ثلاثة اسفار ضخمة على ابواب االفقه"<اهـ>.
وقال مكحول مابقى على ظهر الارض اعلم بسنة ماضية منه. وقال الليث: ما رأيت عـالـما اجمع ولا اكثر علما منه. كما فى (التهذيب - ج٩ص٤٤٩) "وفى الصفحة الماضية عنه. ما استفهمت عالما قط". وفى (التقريب - ص٤٠٧) "الفقيه الحافظ متفق على جلالته واتقانه وثبته وهو من رؤس الطبقة الرابعة". **وحماد** كان يصرع، وكـان يـصيبـه الـمس، وكان الاعمش يتقيه حين تكلم فى الارجاء؛ فلم يكن يسلم عليه. وقدم البصرة فجعل فتيانها يسخرون به؛ قال له رجل: ما تقول فى رجل وطئ دجـاجة ميتة فـخرج من بطنها بيضة؟ وقال له آخر ما تقول فى رجل طلق امرأته مثل سـكرجة؟ كذا فى (الميزان - ج١ ص٢٧٩). وقال ابن سعد اختلط فى آخر عمره، وقـال الـذهلى كثير الخطأ والوهم وقال مالك اعترض هذا الدين فقال فيه برأيه كذا فـى (التهـذيـب - ج٣ص١٧-١٨) وفـى التقريب - ص ١٠٥) "له اوهام". فكيف يـفـضله الامام عليه؟! ثم الزهرى متفق على توثيقه، وحماد ضعفه ابن سعد، وقال اعـمش: كان غير ثقة، وقال ابو حاتم: لايحتج بحديثه. كما فى (التهذيب) ايضا. وذكره العقيلى فى الضعفاء، وروى عن الاعمش قال: وما كنا نصدقه، وعن شعبة: لايحفظ، وعن مغيرة: كذب حماد، وعن عيسى: انه تركه. **ومنها قوله**: كان ابراهيم افـقـه مـن سـالـم. فان سالما من الفقهاء السبعة بالمدينة الذين كان القضاء موقوفا على نظرهم كما فى (التهذيب -ج٣ص٤٣٧)،
وابراهيم: هـو الـذى كـان لايحكم بالعربية، ربما لحن ونقموا عليه: قوله: "لم يكن ابـوهـريـرة فـقيهـا!". كذا فى (الميزان - ج١ ص٤٥). ثم سالم متفق على عدالته وامـامتـه والـنـخـعـى قال البيهقى فى (القراءة - ص١٤٤) "وان كان ثقة فانا نجده يروى عن قوم مجهولين لايروى عنهم غيره" <اهـ>.
ثـم هو مشهور بكثرة الارسال كما ذكر فى التهذيب والميزان والتقريب والمراسيل لابـن ابـى حـاتـم وعـلوم الحديث للحاكم وغيرها، ولم يسمع احدا من الصحابة بـخـلاف سـالـم فانه لقى جماعة من الصحابة وهو من كبار الطبقة الثالثة كالحسن وابن سيرين. والنخعى من الخامسة كما فى (التقريب)، **ومنها قوله**: "وعلقمة ليس بـدون ابـن عمر فى الفقه" (الخ)، هذا نهاية فى سوء الادب، لان فيه تنقيصا لشأن

''پس ان لوگوں کو ڈرنا چاہیے جو اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ کہیں ان کو کوئی فتنہ نہ پہنچ جائے یا کوئی دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔''

اور تلخیص الحبیر ج۱ص۲۴۰ میں آپ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

" من احتج بحديث جابر بن سمرة على منع الرفع عند الركوع فليس له حظ من العلم ، وهذا مشهور ، لا خلاف فيه انما كان فى حالة التشهد . "

یعنی جو شخص جابر بن سمرہ کی حدیث سے رکوع کے وقت رفع الیدین کرنے کی ممانعت پر حجت اور دلیل لے اس کے پاس علم کا تھوڑا سا بھی حصہ نہیں ہے۔ یہ مشہور ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ تشہد کی حالت میں تھا۔''

اسی طرح علامہ محمد عابد سندھی نے المواہب اللطیفۃ میں کہا ہے۔ اور امام مسلم نے اس کو سلام کے ابواب میں داخل کیا ہے۔ اسی طرح امام نسائی، ترمذی، ابوداؤد، ابوعوانہ بلکہ تمام محدثین نے یہاں تک کہ امام طحاوی نے بھی شرح معانی الآثار میں (اس کو سلام کے ابواب میں ذکر کیا ہے) اور آپ کے لیے ان کا قول ہی کافی ہے۔

علامہ سندھی فتح الودود شرح ابی داؤد میں لکھتے ہیں:

" لا دلالة فيه على النهى عن الرفع عند الركوع وعند الرفع منه ، ولذلك قال النووى : الا ستد لال به على النهى عن الرفع عند الركوع وعند الرفع منه جهل قبيح "

''یعنی اس میں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کے منع ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اسی لیے امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس سے رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کے منع ہونے پر استدلال کرنا بہت بری جہالت ہے۔''

ان کا کہنا ہے: ...... جواب دیا گیا ہے کہ ظاہرا یہ دو حدیثیں ہیں اسی طرح ملا علی قاری نے کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: ...... اما بخاری اور امام ابن حجر کا قول پیچھے گزر چکا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ منع کرنا تشہد کی حالت میں تھا اور ملا علی قاری نے جو کہا ہے وہ اجماع کی دھجیاں اڑانے کی مانند ہے۔ یوں بھی کہ بچگانہ عادت والے کے قول کا ان لوگوں کے قول سے کیا مقابلہ جو اس فن کے لیے پیدا کئے گئے ہیں۔ (یعنی بچگانہ عادت والے کے قول کا ماہرین فن کے قول سے کیا موازنہ؟ مطلب یہ ہے اتنے بڑے ماہرین فن حدیث کے مقابلے مین ملا علی قاری کے قول کا کوئی اعتبار نہیں)

ان کا کہنا ہے: ...... انہی میں سے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کو طبرانی نے اپنی سند سے تخریج

الصحابة ولا ننكر فقهه لكن اين هو من الصحابة ، وهذا كقول ابن عابدين فى (رد المختار - ج١ ص٤٠) "واما سلمان الفارسى رَضِىَ اللهُ عَنهُ فهو وان كان افضل من ابى حنيفة من حيث الصحبة؛ فلم يكن فى العلم والاجتهاد ونشر الدين وتدوين احكامه كابى حنيفة!!" <اهـ>.

وكتفوههم فى بعض الصحابة: انهم غير فقهاء ! كلا والله ان ادنى رجل من الصحابة افقه بدرجات ممن بعدهم ، قال ابن حزم فى (الاحكام - ج٥ ص٨٩) "كلهم عدل امام فاضل رضى فرض علينا توقيرهم وتعظيمهم وان نستغفر لهم ونحبهم وتمرة يتصدق بها احدهم افضل من صدقة احدنا بما يملك وجلسة من الواحد منهم مع النبى ﷺ افضل من عبادة احدنا دهره كله سواء كان من ذكرنا على عهده عليه السلام صغيرا او بالغا" <اهـ>.

فالحاصل ان هذه القصة لاتستقيم نقلا ولا عقلا فالتعويل عليها ليس من شأن من يملك نفسه فى دين الله .

قوله:قال ابن الهمام عقيب ذلك فرجح الامام ابو حنيفة بفقه رواته كما رجح الاوزاعى بعلو الاسناد.

اقول: اولا : لم تثبت هذه النسبة .

ثانيا: لم يحصل الترجيح وبقى الترجيح على فرض التسليم للاوزاعى بالعلو على قول الخصم وقال القارى فى شرح مسند ابى حنيفة - ص٢٠): "فى سند الزهرى وهم اجلاء فى الرواية مع قلة الواسطة فان اسناده ثلاثى " <اهـ>.

وقال : "فى حماد عن ابراهيم وهما غير مشهور فى نقل السند بالنسبة الى ما تقدم مع كثرة الواسطة فان اسناده رباعى" <اهـ>.

فهذا ترجيح ثان اعنى الجلالة .

ثالثا: ان الشيخين احتجا بجميع رواته بل اخرجاه بهذا السند بخلاف ذا فلم يحتجا بحماد .

رابعا: ان هذا اصح الاسانيد عند ابن راهويه كما فى (علوم الحديث) للحاكم - رحمه لله - (ص٥٤) وقد ذكر الحاكم اجتهاد ائمة الشأن ولم يذكر عن احد سند حماد .

کیا ہے وہ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے وہ حکم سے وہ مقسم سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ...... الخ

(میں کہتا ہوں) :...... یہ روایت باطل ہے۔ ابن ابی لیلیٰ کا حال پیچھے براء کی حدیث میں گزر چکا ہے ۔حکم بن عتبہ مدلس ہے جیسا کہ تقریب ص ۱۲۱ میں اور ابن حبان کی کتاب الثقات میں ہے۔ اور پھر یہ کہ اس نے مقسم سے پانچ حدیثوں کے علاوہ اور کوئی حدیث نہیں سنی ، اور یہ روایت ان پانچ حدیثوں میں شامل نہیں ہے جیسا کہ تہذیب ج ۲ ص ۴۳۴ میں احمد وغیرہ سے منقول ہے۔

اور مقسم بھی مختلف فیہ ہے۔ ان کو ضعیف قرار دینے والوں میں ابن سعد بخاری اور ابن حزم ہیں جیسا کہ تہذیب ج ۱۰ ص ۲۸۰ میں ہے۔

اور پھر یہ حدیث مخدوم صاحب کے مذہب کے مطابق بھی نہیں ہے نہ ایجابی طور پر نہ سلبی طور پر۔ اس لیے کہ وہ ان سات جگہوں پر تو رفع الیدین کرتے ہیں مثلاً قنوت پڑھتے وقت زوائد تکبیرات عیدین وغیرہ میں لہٰذا انہوں نے حصر کو توڑ دیا۔ پھر انہوں نے بیت اللہ کو دیکھتے وقت رفع الیدین کے بارے میں نہیں کہا۔ پس سب سے پہلے یہی لوگ ہیں جن کے خلاف یہ حدیث وارد ہوئی ہے۔ (اور یہ لوگ ہی اس روایت کو رد کرتے ہیں)

پھر یہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں جو رفع الیدین کے قائل ہیں اور کرتے ہیں۔ جزء البخاری ص ۲۱ میں ہے۔

"حدثنا مقاتل عن عبدالله ثنا شريك عن ليث عن عطاء قال رايت جابر بن عبد الله وابا سعيد الخدرى وابن عباس وابن الزبير يرفعون ايديهم حين يفتتحون الصلاة واذا ركعوا واذا رفعوا رؤسهم من الركوع."

"یعنی ہم سے مقاتل نے بیان کیا، کہا ہم سے شریک نے بیان کیا انہوں نے لیث سے انہوں نے عطاء سے انہوں نے کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ، ابوسعید خدری، ابن عباس اور ابن زبیر کو دیکھا وہ لوگ نماز شروع کرتے وقت رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر کو اٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔"

پس اگر حدیث صحیح ہوئی تو ہمارے طریق کے مطابق اس میں کوئی نزع نہیں ہے اور مقابل کے طریق کے مطابق منسوخ ہوگئی ہے اور ان مواضع اور مواقع کے علاوہ بھی ہاتھوں کا اٹھانا ثابت ہے جیسا کہ دعائے استسقاء میں جس طرح کہ مشہور ہے اسی طرح کسی حادثہ کے وقت نماز میں بھی (قنوت نازلہ میں) ہاتھ اٹھانا ثابت ہے جیسا کہ بخاری ج ۱ ص ۱۶۲ میں ہے۔ یہ سب مواقع اس روایت کو باطل اور حصر کو معطل کرنے والے ہیں۔

قوله:وهو مذهب المنصور عندنا ـ انتهى.

اقول:قد مر ما يتعلق به . ثم ليس هو مجمعا عليه عند الاحناف انظر (نور الانوار - ص١٤٥) .

ثم خالف ابن الهمام نفسه وغيره من الفقهاء ففى (الأثار لمحمد - ص١٤) "اخبرنا ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن علقمة بن قيس والاسود بن يزيد قال كنا عند ابن مسعود اذا حضرت الصلوة فقام يصلى فقمنا خلفه فاقام احدنا عن يمينه والأخر عن يساره ثم قام بيننا فلما فرغ قال هكذا اصنعوا اذا كنتم ثلاثة وكان اذا ركع طبق وصلى بغير اذان ولا اقامة قال يجزئ اقامة الناس حولنا قال محمد ولسنا نأخذ بقول ابن مسعود فى الثلاثة " <اهـ>.

فهذا هو السند بعينه الذى جعلوا رواته افقه من سند الزهرى ثم ردوه بسند هو دون سند الزهرى وهو سند ابى يعفور عن مصعب بن سعد عن ابيه كما فى (الطحاوى - ج١ ص١٣٥) وهكذا فى (الاثار لابى يوسف - ص٤٩) وهمادون الزهرى والسالم بدر كات وهذا منهم تلاعب بالدين اعاذنا الله منه .

قوله:ثم انه رجح الشافعية ـ الخ.

اقول: يكفى فى الباب صحة احد الجانبين كما مر هذا هو الذى عليه الاعتماد عند اهل العلم، وبقية الوجوه مفرعة عليه ونذكر ما يتعلق بها ايضا .

قوله:الاول ان احاديث الرفع اكثر (الى قوله) لايترجح الكثرة عند الحنفية .

اقول: قال العينى فى (العمدة ج٣ص١٢٠) "ان من جملة اسباب الترجيح كثرة عدد الرواة وشهرة المروى حتى اذا كان احد الخبرين يرويه واحد والآخر يرويه الاثنان فالذى يرويه الاثنان اولى بالعمل به" <اهـ>.

وقال القارى فى (المرقاة - ج١ ص٤٤٢) "والكثرة تفيد الترجيح فى الرواية" <اهـ>.

وقال الزيلعى فى (النصب - ج١ ص٣٥٩) "ان جماعة من الحنفية لايرون الترجيح بكثرة الرواية وهو قول ضعيف لبعد احتمال الغلط على العددالاكثر" <اهـ>.

وهذا هو الاصل عند المحدثين قال الحازمى فى (الاعتبار - ص٩) "الوجه الاول كثرة العدد فى احد الجانبين وهى مؤثرة فى باب الرواية لانها تقرب مما يوجب العلم وهو التواتر " <اهـ>.

(ان کا کہنا ہے): ...... اس کو امام بخاری نے تعلیقاً اپنی کتاب المفرد میں جو رفع الیدین کے بارے میں روایت کیا ہے کہتے ہیں ''وکیع ابن ابی لیلیٰ، حکم، مقسم، ابن عباس نبی ﷺ سے روایت ہے، سات جگہ کے علاوہ اپنے ہاتھ مت اٹھاؤ، نماز شروع کرتے وقت، استقبال قبلہ کے وقت، صفا مروہ کے پاس، عرفات میں، مزدلفہ میں دونوں مقام میں، دونوں جمروں کے پاس...... الخ

(میں کہتا ہوں): ...... یہ ایک بہت بڑی خیانت ہے وہ بھی اس شخص کی طرف سے جس کے بارے میں لوگ ولایت (ولی ہونے) کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ امام بخاری نے اس کو اپنی کتاب جزء رفع الیدین میں اس کی حالت بیان کرنے کے لیے ذکر فرمایا ہے اورنہوں نے اس کی حالت کو اس میں بیان بھی کیا ہے مگر صاحب کتاب نے امام بخاری رحمہ اللہ کے اس کو لانے کے مقصد کو بیان کئے بغیر (لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے) صرف بخاری کا تذکرہ کر دیا۔

ہم امام بخاری کی پوری بات نقل کرتے ہیں۔ اس روایت کے بیان کے بعد جزء رفع الیدین ص ۲۶ میں ہے۔

" قال علی بن مسهر البخاری، عن ابن ابی لیلی عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال: شعبة: ان الحکم لم یسمع من مقسم الا اربعة احادیث ولیس فیها هذا الحدیث، ولیس هذا محفوظ عن النبی ﷺ لان اصحاب نافع خالفوا. وحدیث الحکم عن مقسم مرسل. وقد روی طاؤس وابو جمرة وعطاء انهم رأوا ابن عباس یر فع یدیه عند الرکوع، واذا رفع راسه من الرکوع مع ان حدیث ابن ابی لیلی لو صح (یرفع یدیه فی سبعة مواطن) لم یکن فی حدیث وکیع (لا یرفع یدیه الا فی هذه المواطن) فیر فع فی هذه المواطن، وعند الرکوع، واذا رفع راسه حتی یستعمل هذه الا حادیث کلها. ولیس هذه من التضاد. وقد قال هو لاء ان الا یدی ترفع فی تکبیرات العیدین: الفطر والأضحیٰ، وهی اربعة عشر تکبیرة ـ فی قولهم ولیس هذا فی حدیث ابن ابی لیلی؟ وقال بعض الکوفیین یرفع یدیه فی تکبیرة الجنازة ـ وهی اربع تکبیرات، وهذه کلها زیادة علی ابن ابی لیلی وقد روی عن النبی ﷺ من غیر وجه سوی هذه السبعة."

''علی بن مسہر البخاری کہتے ہیں کہ بیان کیا ابن ابی لیلیٰ نے وہ حکم سے وہ مقسم سے وہ ابن

ولهذا المعنى قال الشاه ولى الله فى (الحجة - ج۱ ص ۱۰ طبع مصر) "والذى يرفع احب الى ممن لايرفع فان احاديث الرفع اكثر واثبت" <اهـ>.
وقال السندى فى (حاشية النسائى - ج۱ ص ۱٤۰) "والرفع اكثر واثبت" <اهـ>.

قوله: ولهذا قالوا لايرجح بكثرة الشهود (الخ).

اقول: يرد عليه ان الشاهدين اقوى عندهم من الشاهد،
وايضا ان الحاق الرواية بالشهادة غير ممكن لان الرواية وان شاركت الشهادة فى بعض الواجوه فقد فارقتها فى اكثر الوجوه الاترى انه لو شهد خمسون امراءة لرجل بمال لاتقبل شهادتهن ولو شهد به رجلان قبلت شهادتهما ومعلوم ان شهادة الخمسين اقوى فى النفس من شهادة رجلين لان غلبة الظن انما هى معتبرة فى باب الرواية دون الشهادة وكذا سوى الشارع بين شهادة امامين عالمين وشهادة رجلين لم يكونا فى منزلتهما واما فى باب الرواية ترجح رواية الاعلم على غيره من غير خلاف يعرف فى ذلك فلاح الفرق بينهما، كذا فى (الاعتبار للحازمى - ص۹).

قوله: وكذا الحكم الوارد فى الأية والأيتين.

اقول: انما الكلام فى الثبوت فاذا ثبت فى القرآن فلا كلام فيه وفيما نحن فيه بحث فى الثبوت.

قوله: والخبر المروى عن نبى واحد او نبيين (الخ).

اقول: هذا ايضا قياس مع الفارق لان الانبياء معصومون فالقلة والكثرة فيهم سواء لانه اذا ثبت عنهم فهو قطع فلا يقاس عليهم غيرهم من الرواة فلم يندفع ما اراد المخدوم دفعه.

قوله: الثانى ان الاثبات مقدم على النفى. قلنا: نعم: لكن انما ذلك اذا لم يكن النفى مما يحيط به علم الراوى (الخ).

اقول: الاحاطة بجميع المسائل متعذر من الانسان كما قاله المخدوم محمد عابد فى (المواهب اللطيفة) ولاننكر فضل ابن مسعود ولا علمه ولافقهه وانما الكلام فى الاحاطة فقد خفى على الكبار مسائل كثيرة.

هذا ابن عمر وهو من هو فى الاتباع قد خفى عليه المسح على الخفين المذكور فى كتب العقائد كما فى (مؤطا مالك - ص۱۲)، وفى (المعتصر لابى المحاسن

عباس رضی اللہ عنہ سے وہ نبی کریم ﷺ سے ۔ شعبہ کہتے کہ حکم نے مقسم سے صرف چار حدیثیں سنی ہیں ان میں یہ حدیث نہیں ہے ۔ اور یہ حدیث نبی کریم ﷺ سے محفوظ نہیں ہے اس لیے کہ نافع کے شاگردوں نے اس کی مخالفت کی ہے ۔ اور حکم کی حدیث مقسم سے مرسل ہے ۔ طاؤس ابو جمرہ اور عطاء بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ابن عباس کو رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھا ہے ۔

پھر یہ کہ ابن ابی لیلیٰ کی روایت صحیح ہو بھی جائے جس میں ہے کہ ''آپ سات موقعوں پر ہاتھ اٹھاتے (یعنی رفع الیدین کرتے) تھے'' تو وکیع کی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ آپ ان مواقع کے علاوہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے آپ ان مواقع پر بھی ہاتھ اٹھاتے تھے اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت بھی ہاتھ اٹھاتے تھے ۔ لہٰذا (جب ہم ایسا کہیں گے تو) تمام احادیث پر عمل ہو جائے گا اس میں کوئی تضاد نہیں ہے ۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ عیدین یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی تکبیرات (زوائد) میں رفع الیدین کرنا چاہیے ۔ اور ان کے قول کے مطابق چودہ تکبیرات ہیں، جبکہ یہ ابن ابی لیلیٰ کی حدیث میں نہیں ہے ۔ بعض کوفی کہتے ہیں کہ نماز جنازہ کی تکبیرات میں رفع الیدین کرنا چاہیے اور یہ چار تکبیرات ہیں اور یہ سب ابن ابی لیلیٰ کی روایت میں اضافہ ہے ۔ نبی کریم ﷺ سے ان سات مواقع کے علاوہ بھی رفع الدین کرنا کئی طرق سے مروی ہے ۔

اب دیکھئے امام صاحب کیا کہنا چاہ رہے ہیں اور فریب کار کیا فریب دینا چاہتا ہے؟

(اُن کا کہنا ہے): ...... ان ہی میں سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے ، جس کو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح الصراط المستقیم میں ان الفاظ میں روایت کیا ہے ۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر نے مسجد حرام میں ایک شخص کو رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرتے دیکھا ۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: اس طرح نہ کرو جس طرح تم نے کیا ہے ۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو پہلے کیا تھا ، پھر چھوڑ دیا ، یہ حکم ابتدا میں تھا ، بعد میں منسوخ ہوگیا ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: رسول اللہ ﷺ نے رفع الیدین کی تو ہم نے بھی کی رسول اللہ ﷺ نے چھوڑ دی ، ہم نے بھی چھوڑ دی ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ، حضرات عشرہ مبشرہ نماز شروع کرنے کے علاوہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے ۔

(میں کہتا ہوں): ...... یہ تینوں روایتیں (عبداللہ بن زبیر کی روایت ، ابن مسعود کی روایت اور ابن عباس کی روایت جن کو دہلوی نے شرح الصراط المستقیم میں نسخ رفع کو ثابت کرنے کی غرض سے ذکر کیا ہے)

الحنفی - ج ۱ ص ۲۲) " ولا يستبعد عدم العلم عن هؤلاء الاجلة ، كما خفی علی ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنہما مع جلالته نسخ التطبيق وكان يفعله الى ان مات وخفی علی علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ اباحة لحوم الاضاحی بعد ثلاث ...... ومثله كثير يجزئ ما جئنا به عن بقية" <اهـ> .

وفی (عمدة العينی - ج ۱ ص ۳۹۵) تحت حديث الاختبار فی شجرة النخلة "فيه ان العالم الكبير قد يخفی عليه بعض مايدركه من هو دونه لان العلم منح الهية ومواهب رحمانية والله الفضل بيد الله يؤتيه من يشاء" <اهـ> .

وفی (الزيلعی - ج ۱ ص ۳۹۷) نقلا عن ابی بكر بن اسحاق الفقيه "ان رفع اليدين قد صح عن النبی ﷺ ثم عن الخلفاء الراشدين ثم عن الصحابة والتابعين وليس فی نسيان ابن مسعود لذلك ما يستغرب قد نسی ابن مسعود من القرآن مالم يختلف المسلمون فيه بعد وهی المعوذتان ونسی ما اتفق العلماء علی نسخه: كالتطبيق ، ونسی كيف قيام الاثنين خلف الامام ، ونسی مالم يختلف العلماء فيه ان النبی ﷺ صلی الصبح يوم النحر فی وقتها ، ونسی كيفية جمع النبی ﷺ بعرفة ، ونسی مالم يختلف العماء فيه من وضع المرفق والساعد علی الارض فی السجود ، ونسی كيف كان يقرأ النبی ﷺ ﴿وما خلق الذكر والانثی﴾ واذا جاز علی ابن مسعود مثل هذا فی الصلوة كيف لايجوز مثله فی رفع اليدين " <اهـ> .

فصح ان هذا الوجه وجيه ولاينكر فقيه وقد استعمله الاحناف ايضا فقال القاری فی (المرقاة - ج ۱ ص ۴۴۲) "وقال ابن حجر وقدموا رواية بلال لانها مثبتة وتلك نافية والمثبت مقدم لزيادة علمه وقد ذكرنا كلام سيد المحدثين فی بحث اثر علی .

قوله:الثالث ان بعض احاديث الرفع موجود فی الصحيحين (الخ).

اقول: اتفقا علی حديثی ابن عمر وابن الحويرث وانفرد مسلم بحديث وائل ولم يخرج احدهما شيئا من روايات النفی وليس علی شرط واحد فضلا عن كليهما ، وعلی سبيل التنزل وما كان علی شرطهما دون ما كان فيهما وهذا مالا ينكره من له ادنی ممارسة بالفن ، قال السيوطی فی (التدريب -ص۳۷) "الصحيح اقسام متفاوتة بحسب تمكنه من شروط الصحة وعدمه اعلی ما اتفق عليه البخاری ومسلم ثم ماانفرد به البخاری ووجه تأخره عما اتفقا عليه اختلاف العلماء ايهما

کسی حدیث کی کتاب میں نہیں ہیں ۔ (حدیث کی کتابوں میں ان میں سے کسی ایک کا کوئی اثر تک نہیں ہے) اور محض فقہاء کا ان کو اپنی کتابوں میں ذکر کرنا ان کے مستند ہونے کے لیے کافی نہیں ۔ ملاعلی قاری اپنی کتاب الموضوعات الکبریٰ ص ۴۷ میں لکھتے ہیں ۔

”ثم لا عبرة بنقل النهاية ولا بقية شراح الهداية فانهم ليسوا من المحدثين ، ولا اسندوا الحديث الى احد المخرجين .“

”یعنی پھر یہ کہ صرف صاحب نہایہ اور باقی شارحین ہدایہ کے نقل کرنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس لیے کہ وہ محدثین میں سے نہیں ہیں اور نہ ہی انہوں نے حدیث کو اس کے کسی تخریج کرنے والے کی طرف منسوب کیا ہے ۔“

شیخ اشرف بن الخطیب الحنفی کی کتاب ” تنبیه الوسان “ میں ہے :

” ولو وجد واجد فی بعض کتب الحنفية من علماء ما وراء النهر والعراق والخراسان لم يسندوا احاديثهم التى يذكرونها فى كتب الحنفية الى أصل من اصول الحديث الجليل الشان ......الخ . “

اور اگر کوئی پانے والا بعض کتب حنفیہ میں ماوراء النہر، عراق، خراسان کے حنفی علماء کو پائے کہ وہ ان احادیث کو جو وہ اپنی کتابوں میں ذکر کرتے ہیں حدیث کی بنیادی کتابوں میں سے کسی کتاب کی طرف منسوب نہیں کرتے جو جلالت شان والی ہیں (تو وہ غیر معتبر ہیں) ۔

اور اس حدیث کے باطل ہونے کے لیے اس پر صحابہ کرام کا عمل کرنا ثابت ہونا ہی کافی ہے ۔ چنانچہ ابن زبیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما دونوں کا اثر ابھی گزر چکا ہے ۔ اور ابن مسعود کا عمل اس کی اپنی حدیث کے بیان میں گزر چکا ہے ۔

ان تاریک روایتوں پر اعتماد کرنا اور صاف وصریح احادیث سے اغماض برتنا جو جوامع سنن اور مسانید میں موجود ہیں ایسے شخص سے متوقع نہیں ہوسکتا جو علماء کی صف میں شامل ہو پھر ناقدین فن نے قطعی طور پر عشرہ مبشرہ سے ثبوت پیش کیا ہے ۔ ان شاء اللہ ہم اس کو اپنے مقام پر ذکر کریں گے جو ان سب کو جھٹلا دے گا ۔

مخدوم صاحب خود اپنے رسالہ ” نور العينين فى اثبات الاشارة فى التشهدين “ میں کہتے ہیں ۔

” المروى بغير سند يكون تعليقا والتعاليق لا يحكم بها ولا يعمل بها مالم يعلم سندها الا اذا وقع التعليق فى كتاب التزم مصنفه صحة تعاليقه

ارجح ثم ما انفرد به مسلم ثم صحيح على شرطهما ولم يخرجه واحد منهما ووجه تأخره عما اخرجه احدهما تلقى الامة بالقبول ثم صحيح على شرط البخارى ثم صحيح على شرط مسلم ثم صحيح عند غيرهما مستوفى فيه الشروط السابقة" <اهـ> .

فلو سلم قول المخدوم ان بعضها ثابت على شرطهما فذلك البعض فى الدرجة الرابعة وحديث ابن عمر ومالك فى الاولى ووائل فى الثالثة فالترجيح بهذا الوجه نجيح وعلى طريق الخصم صحيح .

قوله: وقد قال ابن الهمام فى تحرير الاصول ان القول بكون ما فى الصحيحين - الى قوله - وقال صاحب التيسير شرح التحرير وهو اى الحكم امر ظاهر - انتهى.

اقول: هذا هو عين التحكم لان لهما مزية على غيرهما من وجوه منها جلالة مصنفيهما فى الشأن ، وتقدمهما فى تمييز الصحيح على غيرهما ، وتلقى العلماء لكتابيهما وهذا التلقى وحده اقوى فى افاضة العلم ، وايضا فانهم متفقون على وجوب العمل بكل ما صح ولو لم يخرجاه فلم يبق لهما فى هذا مزية والاجماع حاصل على ان لهما مزية فيما يرجع الى نفس الصحة كذا فى (شرح النخبة - ص ٢٠ ـ ٢١) فما قاله تنقيص لشأنهما قال الشاه ولى الله فى (الحجة - ج ١ ص ٢٩٧ ـ اصح المطابع) "اما الصحيحان فقد اتفق المحدثون على ان جميع ما فيهما عن المتصل المرفوع صحيح بالقطع وانهما متواتران الى مصنفيهما وانه كل من يهون امرهما فهو مبتدع متبع غير سبيل المؤمنين" <اهـ> . وفى (تدريب السيوطى - ص ٤١) "يلزم من اتفاقهما اتفاق الامة لتلقيهم له بالقبول وقد قال امام الحرمين لو حلف انسان بطلاق امرأته ان ما فى الصحيحين مما حكما بصحته من قول النبى ﷺ لما لزمته الطلاق لاجماع علماء المسلمين على صحته " <اهـ> .

وفى (الرسالة المنسوبة الى السيد الشريف الجرجانى - ص ١) "واعلى اقسام الصحيح ما اتفقا عليه ، ثم ما انفرد به البخارى ، ثم ما انفرد به مسلم ، ثم ما كان على شرطهما؛ وان لم يخرجاه ثم على شرط البخارى ، ثم على شرط مسلم ، ثم ما صححه غيرهما من الائمة ، فهذه سبعة اقسام" <اهـ> . وكذا نقلنا عن السيوطى ، وهكذا قاله الشيخ عبد الحق فى (اشعة اللمعات ج ١ ص ٨) ، والعلامة المعين

كصحيحى البخارى ومسلم ، فان تعليقهما محكومة بصحتها ، بخلاف تعاليق غير هما من كتب المحدثين وغير ها فانه لا يحوز العمل بها لان الاسناد للحديث كالقوائم فما لم يعلم ذلك يحب التوقف عن قبولها كان حكم الضعيف فى عدم القبول ولهٰذا قال صاحب النخبة فى تعريف الصحيح : ان خبر الا حاد بنقل تام الضبط متصل السند هو الصحيح ، وقال شارح النخبة : انه انما قيدنا بالا تصال لان المر سل والمنقطع والمعلق ليست مما يحكم بها بل حكمها حكم الحديث الضعيف . "

یعنی جو حدیث بغیر سند کے مروی ہو وہ تعلیق ہوتی ہے اور تعلیق کے ساتھ حکم لگایا جاسکتا ہے اور نہ عمل کیا جاسکتا ہے جب تک اس کی سند معلوم نہ ہوجائے ۔ الا یہ کہ یہ تعلق ایسی کتاب میں ہو جس کے مصنف نے تعلیق کی صحت کا التزام کیا ہو جیسا کہ صحیحین بخاری و مسلم کی تعلیقات ہیں ، ان دونوں کی تعلیقات محکم بالصحت ہیں برخلاف دوسرے محدثین کی کتابوں کی تعلیقات کے کہ ان پر عمل کرنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ سند حدیث کے لیے پائے کی مانند ہے جس کی سند معلوم نہ ہو اس کو قبول کرنے سے توقف کرنا واجب ہے۔ عدم قبولیت میں اس کا حکم ضعیف کا حکم ہے اسی لیے صاحب النخبۃ صحیح کی تعریف میں کہتے ہیں : وہ خبر آحاد جس کو تام الضبط اور متصل السند نقل کرے وہ صحیح ہے۔

نخبہ کا شارح لکھتا ہے :ہم نے اتصال (متصل ہونے) کی قید اس لیے لگائی ہے کہ مرسل منقطع اور معلق ان حدیثوں میں سے نہیں ہے جن کے ساتھ حکم ثابت ہوجائے یا لگایا جائے بلکہ ان کا حکم ضعیف حدیث کا حکم ہے۔

اور " معیار النقاد "میں ہے:

" لا يخفى ان اسانيد هؤ لاء كلهم ليست معلومة لنا ، ولا لك وانت اقدرت نفسك انما ليس سنده معلوما لا يصلح لشىء ما . "

یعنی یہ بات پوشیدہ اور مخفی نہیں کہ ان سب کی سندیں ہمیں معلوم نہیں ہیں اور نہ آپ کو اس کا علم ہے۔ آپ نے صرف اندازہ لگایا ہے جب کہ اس کی سند معلوم نہیں ہے لہٰذا یہ کسی کام کی نہیں ہے (یعنی چونکہ اس کی سند معلوم نہیں ہے لہٰذا یہ دلیل بننے کے قابل نہیں ہے)

ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث :

(ان کا کہنا ہے) :...... ان ہی میں سے ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کو بیہقی نے خلافیات میں عبداللہ بن الخزاز کی سند سے بیان کیا ہے ، مالک ، زہری ، سالم ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ : رسول

التتوى فى (الدراسات –ص ۳۳۱ـطبع كراتشى). وقال القارى: لاشك ان الحديث المروى فى الصحاح اقوى من المروى فى الحسان، كذا فى (تعليق ابى داؤد للسنبهلى الحنفى –ج۱ ص۱۹۹)؛ بل! ابن همام نفسه ربما يرجح حديثهما على غيره كما لايخفى على من طالع كتابه (فتح القدير) وقد رده العلامة السندى ردا وافرا ذكر كلامه العلامة الحسين المغربى فى (البدر التمام) ومن جملة كلامه " قوله: تحكم هذا اذا لم يكن دليل عليه، وقد ذكروا وهو تلقى الامة بما فى الكتابين سوى ما انتقد عليهما، وتلقى الامة بالقبول ما يقوى الصحة والتقوية بتلقى الامة بالقبول قد اعتبرها اصحابنا ايضا فى كثير من المواضع، بل! عدوا الحديث الذى تلقاه الامة بالقبول مشهورا" <اهـ>.

وقال ايضا: "كثيرا ما يقدم المحقق بعض الاحاديث لذلك وهو غير مخفى للمتتبع للكتاب" <اهـ>.

فقول صاحب (التيسير) هو امر ظاهر، كمن قال: الليل اضوأ من النهار، والاعمى ابصر من البصير!

قوله: ولو سلم (الى قوله) وقد عارضه التراجيح الاربعة السابقة، وعند تعارض الترجيح يعتبر كثرة التراجيح (الخ).

اقول: ومعه ايضا الثلاثة الاخرى، وقد حققت. ثم معها تراجيح اخرى قد ذكرت. فعلى قول المخدوم: وبالاعتبار بالكثرة يقول الحنفية فى التراجيح ـ الخ ـ ترجح جانبنا لاجانبه ولله الحمد.

قوله: ان قيل هذا مسلم ولو ثبت صحة احاديث النفى (الى قوله) وكم من طرق هذا الحديث ليس كما ذكر محمد بن ابى ليلى، الخ.

اقول: هذا السند دار على يزيد وقد مر الكلام عليه ومن اجله ضعف الخبر ابوداؤد وعامة الائمة والجروح الواقعة فيه مفسرة كما مر، ثم الاسانيد تدور على ابن ابى ليلى على وجه الصواب، كما نقلنا عن البخارى، وضعفه مسلم عند المخدوم كما صرح ههنا، وانما ضعفه الائمة؛ لاجل تغيره وسوء حفظه. وفحش خطأء. وبطل بهذا اعتراضه على ابوداؤد، وكذا اعتذاره بان الجرح غير مفسر.

اللہ ﷺ نماز شروع کرتے وقت رفع الیدین کرتے پھر نہیں کرتے تھے۔

(میں کہتا ہوں) :...... یہ معلق ہے امام بیہقی اور خزاز نے اس کی وضاحت کی ہے یہ تو ایسا بیابان ہے جس میں سوار کی گردنیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ لہٰذا یہ روایت ایسا ذریعہ نہیں ہونا چاہیے جس کے ذریعے اللہ کے اس دین میں جس کو ہم نے اپنایا ہے کوئی چیز داخل ہو جائے (جو اس میں سے نہیں) ابن المبارک نے کیا سچ کہا:

" الا سناد من الدين ولو لا الا سناد لقال من شاء ماشاء " (مقدمه صحيح مسلم)

"یعنی اسناد دین کا ایک حصہ ہے اور اگر اسناد نہ ہوتی تو ہر کوئی جو جی چاہتا کہہ دیتا۔"

ہرگز نہیں۔ اللہ کی قسم یہ حدیث نہ امام مالک نے بیان کی ہے اور نہ زہری نے، نہ سالم نے، نہ ان کے والد نے، اور نہ ان میں سے کسی نے اس روایت کو جانا، اور نہ میں جانتا ہوں۔ بلکہ یہ روایت اس سند کے ساتھ موطا میں موجود ہے اور یہ رفع الیدین کے اثبات میں ہے اور یہ ہمارے بچوں پر بھی مخفی نہیں ہے۔ بلکہ یہ سند تو سلسلہ ذھبیہ یعنی سونے کی زنجیر (گولڈن چین) کی طرح ہے اور یہ سند لوگوں میں انتہائی مشہور ہے، لہٰذا ابلیس کی تلبیس کے ساتھ اس کو متلبس کرنا محال ہے۔ امام بیہقی نے اپنی کتاب الخلافیات میں اس کو اپنے استاد حاکم سے نقل کرنے کے بعد کہا ہے۔

" هـذا بـاطـل مـوضـوع لا يحوز ان يذ كر الا على سبيل القدح فقد روينا بالاسانيد الصحيحة عن مالك بخلاف هذا . اهـ"

یعنی یہ باطل اور من گھڑت ہے اس کو قدح اور اس کی خرابی بیان کرنے کے علاوہ بیان کرنا جائز نہیں، ہم نے امام مالک سے صحیح اسانید کے ساتھ اس کے برخلاف روایت کیا ہے۔

اور اس کے مردود ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا مشہور مذہب رفع الیدین کرنا ہے۔ اس بارے میں ان کے بہت سے آثار ہیں جو کہ صحیح بخاری، جزء رفع الیدین امام بخاری، سنن الکبریٰ بیہقی، وغیرہ معروف کتابوں میں موجود ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیٹا سالم رفع الیدین کرتا تھا جزء رفع الیدین بخاری ص ۲۲ میں ہے۔

"حـدثـنـا محمد بن مقاتل انا عبد الله ثنا عكرمة بن عمار قال : رايت سالم بن عبد الله والقاسم بن محمد وعطاء ومكحولا كانوا يرفعون ايديهم في الصلاة اذا ركعوا و اذا رفعوا . "

ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی کہا عکرمہ بن عمار نے ہم سے بیان کیا کہا میں نے سالم بن عبداللہ، قاسم بن محمد، عطاء اور مکحول کو دیکھا وہ سب رکوع میں جاتے

قوله: ونحن انما حكمنا بصحة الحديث ـ الخ.
اقول: لما ثبت ان السند على كل حال دائر على محمد، فلا طائل لهذه العبارة الطويلة؛ فالسند مردود فضلا ان يكون شرطهما او احدهما .
قوله: لاسيما سند عبدالرزاق فانه محكوم بصحته على شرطهما (الى قوله) ذكر العينى فى شرح البخارى ان يزيد هذا (الخ).
اقول: هذا الحكم ليس ممن يسمى ناقدا واهل النقد قد حكموا بخلافه وعليهم التعويل عند كل اصيل . ثم يزيد: امره ظاهر: وحاله باهر؛ وقد علم من قول الحميدى انه مسمى لاسمه وعمل كعلمه . وكل من نسب اليهم العينى توثيقه فتكلموا فيه غير احمد بن صالح لكن توثيقه من حيث الذات فقد ثبت تغيره كما نص عليه ابن سعد فقال: كان ثقة فى نفسه الا انه اختلط فى آخر عمره فجاء بالعجائب ، واما العجلى، ويعقوب بن سفيان، وابن حبان، فكلهم: وصفه بالاختلاط واقوالهم مذكورة فى التهذيب، واما الساجى فلا ندرى كيف نسب اليه فانا لانجد قوله فى التهذيب ولا الميزان ولا غيرهما، واما اخراج مسلم فقد مر الكلام عليه، واما ابن خزيمة فلا نعتمد على مجرد قوله ومع هذا فقد جرحه ايضا ففى (التهذيب -ج ١١ ص ٣٣١) عنه: وفى القلب منه .
قوله: وان يزيد لم يتفرد (الخ).
اقول: قد مر ان الصواب اتحاد السند فليراجعه .
قوله: قال الحافظ فى تهذيبه ان يزيد هذا اخرج له مسلم وعلق له البخارى.
اقول: هذا الانتساب غير صحيح ولا نجد هذه العبارة فى تهذيبه .
قوله: وقال فى حقه مسلم فى مقدمة صحيحه (الخ).
اقول: لم يصرح مسلم بتوثيقه بل قابل الجماعة مع الأخرين، ثم هذا باعتبار ذاته كبقية الذين معه كعطاء وليث: وكل هؤلاء من المختطلين، فلا يقال انه من رجال الصحيحين .
قوله: ان قيل قد قال الترمذى (الى قوله) والسند الذى اورده الترمذى لحديث ابن مسعود صحيح على شرط مسلم (الخ).
اقول: هذا كله تحامل والكلام عليه من وجوه:-

اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔

پھر ان سے روایت کرنے والا راوی یعنی امام زہری بھی رفع الیدین کرتا تھا بلکہ وہ دوسروں کو بھی رفع الیدین کرنے کا حکم دیتا تھا جیسا کہ جزء رفع الیدین ص ۷ میں ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ بھی رفع الیدین کرتے تھے جیسا کہ امام ابن عبدالبر نے اپنی کتاب "التمہید" میں ثابت کیا ہے۔ اور امام خطابی نے اس کو نقل کیا ہے اور قرطبی نے ان کی پیروی کی ہے۔ مفہم میں ہے "انه آخر قولی مالك واصحهما" یعنی یہ (رفع الیدین کرنا) امام مالک کے دو قولوں میں سے آخری اور اصح قول ہے۔

ملا علی قاری شرح مسند ابی حنیفہ میں لکھتے ہیں۔ "وبه قال ... الشافعی واحمد" یعنی یہی قول امام مالک امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کا ہے۔

اسی طرح شاہ ولی اللہ محدث دہلوی المصفیٰ ص ۱۰۴ وغیرہ میں کہتے ہیں۔ پس اس جھوٹ کو (یعنی رفع الیدین نہ کرنے کی بات) اللہ کے ان پاکیزہ بندوں کی طرف منسوب کرنا بدترین اور قبیح ترین فعل ہے۔

عبداللہ بن زبیر کی روایت:

(ان کا کہنا ہے) :...... ان ہی میں سے عباد بن زبیر کی حدیث ہے، اس کو بیہقی نے خلافیات میں بیان کیا ہے: ابوعبداللہ الحافظ، ابوالعباس محمد بن یعقوب، محمد ابن اسحاق، حسن بن الربیق، حفص بن غیاث، محمد بن ابی یحییٰ، عباد بن الزبیر سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو شروع نماز میں اٹھاتے پھر نماز سے فارغ ہونے تک نہیں اٹھاتے۔

شیخ ابن دقیق العید کتاب الامام مین رقمطراز ہیں۔ یہ عباد تابعی ہیں لہٰذا حدیث مرسل ہے۔

(میں کہتا ہوں) :...... پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ مرسل ہے جیسا کہ مخدوم صاحب نے خود تسلیم کیا ہے۔ اور مرسل روایت قابل حجت نہیں ہوتی جیسا کہ تمام علماء حدیث نے اس کی صراحت کی ہے۔ دیکھئے مقدمہ، صحیح مسلم، علوم الحدیث امام حاکم، التوحید لابن خزیمہ، سنن الترمذی، الثقات ابن حبان، المعرفۃ امام بیہقی، الکفایہ خطیب، مقدمہ ابن الصلاح، التقریب امام نووی، الفیہ، اختصار علوم الحدیث ابن کثیر، النکت ابن حجر، فتح المغیث امام سخاوی، فتح الباقی للانصاری، التدریب امام سیوطی وغیرہ اس فن کی کتابوں میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ اور یہ ناقابل قبول اس لیے ہے کہ محذوف (جس کا ذکر نہیں کیا گیا) شخص کی حالت مجہول اور نامعلوم ہوتی ہے۔ اور اس میں یہ دونوں احتمال ہیں کہ وہ شخص صحابی ہو یا تابعی۔ مؤخر الذکر ہونے کی صورت میں احتمال ہے کہ وہ ضعیف ہو یا ثقہ۔ ثانی الذکر ہونے کی صورت میں احتمال ہے کہ اس نے کسی صحابی سے روایت لی ہو یا کسی تابعی سے۔ دوسری صورت میں احتمال سابق پھر درپیش ہوگا، اس طرح عقلی طور پر

اولا:- ان تحسين الترمذى غير مقبول ههنا كما مر فكيف الصحة واين شرط مسلم.

وثانيا:- لو سلم فالحسن دون الصحيح هذا لاينكره من باشر الاصول.

وثالثا:- ان قوله: "لايريد به المقابل الصريح" يرد عليه قوله صحيح فقط فى البعض وحسن فى البعض واما جمعه بين الوصفين فهو اما للتردد او للتعدد او للاعتبارين وهو الحسن لذاته والصحيح لغيره فقوله: "بل ما هو اعم منه منظور فيه".

ورابعا:- فعلى هذا التعريف يشركه الصحيح لانه هو بل بينهما عموم وخصوص مطلقا فكل صحيح بخلاف العكس.

وخامسا:- ان قوله: "لايكون فى اسناده متهم". يحتمل معنيين احدهما ان يتوهم الغفلة والكذاب والفسق فى الراوى فلا يتوهم. وثانيهما ان يتوهم فيه ذلك ولايتهم وهذا هو مستور العدالة وهو المعنى به فى التعريف وقد قصد بهذا القيد الاحتراز عن الصحيح لانه شرطه ان يكون مشهورا بالعدالة قاله الطيبى فى (الخلاصة) كما فى (شفاء الغلل - ص ٤٠٠) للمباكفورى وهو ملحق مع المجلد الرابع من (تحفة الاحوذى)، فعلى هذا المراد به الحسن لغيره لا لذاته كما يشير اليه قوله: "ويروى من غير وجه" وقد علمت انه لايعاضده سند قابل لجبر ضعفه فكيف: لو سلم فهو حسن لغيره؛ فلا يقابل ما هو حسن لذاته فضلا عن الصحيح وفضلا على فضل عن المتفق عليه.

قوله: قد قال الترمذى (الخ).

اقول: قد حذف المخدوم من العبارة شيئا واصل العبارة فى العلل الملحق بالجامع فى آخره هكذا "قال ابو عيسى وما ذكرنا فى هذا الكتاب حديث حسن فانما اردنا حسن اسناده عندنا كل حديث" (الخ) فهذا صريح فى ان مراده لحسن الاسناد فقط وهو لايستلزم حسن المتن ولاصحته كما تقرر فى الاصول، وقد عقد له الحاكم عنوانا مستقلا فى (علوم الحديث - ١١٢) وهكذا هو الظاهر من (الزيلعى -ج١ ص١٨٣ طبع الهند) و (تدريب السيوطى - ص٨٩) و (الرفع التكميل للكهنوى - ص١٣) نقلا عن العراقى وغيره.

احتمالات اور امکانیات کا ایک لا متنا ہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ جبکہ استقراء اور تتبع وتلاش کی صورت میں بھی یہ احتمالات (کا سلسلہ) چھ یا سات ہوں گے۔ اور بعض تابعین کا بعض سے روایت کرنا عموماً پایا جاتا ہے۔ (اسی طرح شرح نخبہ ص ۵۰ پر مذکور ہے)

دوسرا یہ کہ حافظ ابن حجر (الدرایہ ص ۸۴) لکھتے ہیں:

" وهذا مرسل وفی اسناده ایضا من ینظر فیه ."

یعنی یہ روایت مرسل ہے اور اس کی سند میں ایسے راوی بھی ہیں جو محل نظر ہیں اور ابن حجر رحمہ اللہ نے واقعی سچ فرمایا ہے اس لیے کہ حفص کا حافظ متغیر ہو چکا تھا جیسا کہ تقریب ص ۱۱۹اور میزان ج ا ص ۲۶۶ پر موجود ہے۔ پھر یہ کہ وہ مدلس بھی تھا جیسا کہ التہذیب ج ۲ ص ۴۱۷ میں احمد اور ابن سعد سے نقل کیا گیا ہے۔ پھر ان سے روایت کرنے والا راوی حسن بن الربیع کے بارے میں عثمان بن ابی شیبہ کہتے ہیں "لیس بحجۃ" یعنی یہ شخص قابل حجت نہیں ہے (التہذیب ج ۲ ص ۲۷۸) تو ثابت ہوا کہ یہ حدیث مردود ہے۔ ابن القیم فرماتے ہیں . " هـــو مــوضـــوع " یہ موضوع اور من گھڑت ہے۔ جیسا کہ ملاعلی قاری کی کتاب "الموضوعات" ص ۱۱۱میں ہے۔

اور عبدالحی لکھنوی صاحب التعلیق الممجد ص ۷۱ میں اس کی صراحت یوں کرتے ہیں " ان المحدثین لـم یثبتوه " یعنی محدثین نے اس کو ثابت نہیں کیا ہے اور اس کے باطل ہونے پر یہ بھی دلالت کرتا ہے کہ اگر یہ "عباد" عبداللہ بن زبیر کا بیٹا ہے تو اس کا والد رفع الیدین کرتا تھا (یہ حافظ صاحب نے الدرایہ ص ۸۴ میں شک کی صورت میں کہا ہے ورنہ یہ مجہول ہے) اور ان کا اثر ذکر ہو چکا ہے اور انہوں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (رفع الیدین کی حدیث) روایت کی ہے جیسا کہ ہم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بیان میں ذکر کیا ہے۔ اور بغیر واسطہ کے بھی روایت کیا ہے جیسا کہ ابو داؤد وغیرہ میں ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے جزء رفع الیدین ص ۴ میں اشارہ کیا ہے۔ لہٰذا محال ہے کہ وہ اپنے والد کو رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھ لے یا بیان کرتے ہوئے دیکھے پر خود اس کے برخلاف روایت کرے۔

حنفیہ کے نزدیک مرسل روایت کی قبولیت:

(ان کا کہنا ہے):...... اور مرسل حنفیہ کے نزدیک مقبول ہے۔ خصوصاً قرون ثلاثہ کی مرسلات جبکہ دوسری سندوں سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

(میں کہتا ہوں):...... مخدوم صاحب نے یہاں تو اسی طرح کہا ہے لیکن اپنے رسالہ "دراهم الصرة" میں اس (ارسال) کو ایک علت قادحہ شمار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

" علی روایة ابن عباس فی تفسیر النحر قال البخاری : فی اسناده نظر لانه

قوله: ولا خفاء ان هذا التفسير يشمل الصحيح (الخ).
اقول: قد مر ما فيه، ثم الشمول على التقدير يستلزم كون الخبر منه لانه على هذا بينهما عكس كلى كما بيناه قريبا، وايضا فتسليم الاعم لايستلزم تسليم الاخص؛ فبطل قوله: "بانه لايكون الحكم منه لحسنه نفيا للحكم بصحته"؛ لان لقائل ان يقول لايكون اثباتا لها ايضا .

قوله: ومن قول الترمذى يظهر رد قول ابن المبارك (الخ).
اقول: ابن المبارك ليس متفردا فقوله مقدم عليه، ثم هو مؤيد بالتحقيق، فكيف يرد بقوله المحتمل على ان هذا موقوف على تعذر الجمع بين القولين وليس كذلك ههنا بل هو ممكن وذلك على الوجهين: احدهما ان الحسن من حيث السند فقط ولاينا فى عدم الثبوت، والثانى انه ان سلم من اجل التعدد وعدم الثبوت من حيث الذات. وعلى كل حال لايقاوم الخبر اخبار الاثبات مع ان الترجيح كما ذكر لابن المبارك لوجوه عديدة ومراصد سديدة .

قوله: فان قيل قال الفيروز آبادى (الى قوله) نعم قد حقق الحافظ جلال الدين السيوطى (الخ).
اقول: تسميته افراطا عين الافراط فان مراد قول الفيروز آبادى: ورودوه بطرق تبلغ الى هذا العدد، وهذا لايخفى على من تتبع الاسانيد. وتجاهل المخدوم عنها لايدل على عدم الوجود. ثم هو لم يقطع بل قال "شابه المتواتر" وهكذا نقل المخدوم عنه فقال: "از كثرت روايت اين بمتواتر ما نندہ است" والسيوطى الذى فضله المخدوم عليه فى علم الحديث بل لقبه بخاتمة المحدثين قد قطع بكونه متواترا فى رسالته (الازهار المتناثرة) و (التدريب - ص١٩١) وقال "من روايه نحو خمسين" <اهـ>. فليرجع الى قوله .

قوله: لـ م يحكم بكون احاديثهم صحيحة (الخ).
اقول: لما حكم بكونه متواترا فهو لا يحتاج الى التصحيح. واما حصره الصحة لستة او سبعة ففى غاية التفريط لانه قد ذكر تصحيح احاديث الخلفاء الثلاثة وابنا، عمر والزبير وعباس ومسعود ثم وائل وسعد بن ابى وقاص والبراء وهذا العدد فوق ما ذكره، ثم صح عن ابى حميد وابى موسى وابى هريرة وانس وغيرهم قد صرح الائمة بثبوتها: كالحاكم، والبيهقى، والزيلعى والعسقلانى، وغيرهم.

لا یصح روایتہ ای ابی الجوزاء قال ابن عدی فکان الحدیث ضعیفا من حیث الانقطاع ".

یعنی نحر کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت پر (تبصرہ کرتے ہوئے) امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں اس کی سند میں نظر اس لیے کہ ابن ابی الجوزاء کی روایت صحیح نہیں ہوگی، ابن عدی کہتے ہیں حدیث انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہوگئی ہے۔

اور'' نور العین'' میں تسلیم کیا ہے کہ اس کا حکم ضعیف کا حکم ہے جیسا کہ اس کی عبارت پیچھے گزر چکی ہے۔ پھر یہ کہ احناف میں سے ہی بہت سے لوگوں نے روایات میں ارسال اور انقطاع کی وجہ سے کلام کیا ہے جیسا کہ امام زیلعی، ابن الہمام، ملا علی قاری وغیرہ۔ اور پھر یہ کہ احناف خود اس مسئلہ میں متفق نہیں ہیں۔ ابن حجر کی کتاب " النکت" میں ہے۔ "ان عیسی بن ابان وابن الساغاتی وغیر هما من الحنفیة ...... لا یقبلون منه ، الا ما ارسله امام من ائمة النقل . "

یعنی حنفیوں میں سے عیسیٰ بن ابان اور ابن الساغاتی وغیرہ ائمہ نقل میں سے کسی امام کے ارسال کے علاوہ کسی اور کے ارسال کو قبول نہیں کرتے اور عبدالقادر قرشی حنفی کی کتاب الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ ج ۲ ص ۴۲۹ میں ہے۔

" واعلم ان : ان وعن مقتضیان للا نقطاع عند اهل الحدیث . "

یعنی معلوم ہونا چاہیے کہ لفظ "ان" اور "عــن" (دونوں الفاظ) اہل الحدیث (محدّثین) کے نزدیک انقطاع کے متقاضی ہیں۔ پس یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ارسال علت قادحہ ہے۔

قرون ثلاثہ کی قید لگانا بھی کوئی مفید نہیں ہے۔ اس بارے میں صاحب شرح نخبہ کا کلام پیچھے گزر چکا ہے کہ تابعین بھی ایک دوسرے سے بکثرت روایت کرتے تھے۔

پھر یہ کہ روایت ارسال اسی بات پر موقوف ہے کہ انہوں نے صرف ثقہ سے مرسل بیان کی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اس لیے کہ کبار نے بھی ضعفاء اور متروکین سے ارسال بیان کیا ہے اور تلاش کرنے والے پر یہ کوئی مخفی نہیں ہے۔ ابن حزم نے اپنی کتاب الاحکام ص ۱۳۸ پر اس کی مثالیں ابن شہاب، ابن سیرین، ثوری اور مالک سے بیان کی ہیں۔ جب اتنے بڑے پائے کے لوگوں سے اس طرح ارسال ممکن ہیں تو پھر ان سے کم درجے کے لوگوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ رہا تائید کا مسئلہ تو وہ اصل کے ثبوت کے لیے فرع ہے جب اصل ہی مفقود ہے تو ان کا کہنا ہی مردود ہے۔

قوله: على ان تلك الاحاديث الستة و السبعة (الخ).

اقول: ليس فيها مقال لاحد من المحدثين بل وللحنفيين فى بعضها ايضا كحديث الشيخين، وقد تظافرت اقوالهم فى كون حديث الرفع متواترا كابن دقيق العيد كما فى (الزيلعى - ج١ص٣٩١) وابن تيمية فى (القواعد النورانية - ص٤٨) وابن حزم فى (المحلى - ج٤ص٩٢) وابن حجر فى (الفتح - ج١ص١٤٦ - طبع بولاق) وابن قدامة فى (المغنى - ج١ص٥٤٣ - مع الشرح) والزرقانى فى (شرح الموطا - ج١ص١٥٩) وغيرهم

قوله: وما نقله الفيروز آبادى عن العشرة المبشرة فى دوام فعله ﷺ الرفع (الخ).

اقول: عبارة الفيروز آبادى هكذا "درين سه موضع برداشتن دست ثابت، شده واز كثرت رواة ايں معنى متواتر مانند است چهار صد خبر واثر درين باب صحيح شده وعشره مبشره روايت كرده لايزال برين كيفيت بود تا ازين جهان رحلت كردو وغير ازين چيزى ثابت نشده" انتهى. فالظاهر انه قال: لايزال. الخ. من عند نفسه بعد تحقيقه ولم ينسب رواية ذلك الى العشرة المبشرة. وقد اخطأ المخدوم فى فهم عبارته. وهكذا فى (سفر السعادة - العربى) ولفظه "وقد ثبت رفع اليدين فى هذه المواضع الثلاثة، والكثرة رواته شابه المتواتر، وقد صح فى هذا الباب اربع مأة خبر واثر ورواه العشرة المبشرة ولم يزل على هذا الكيفية حتى رحل عن العالم، ولم يثبت شئ غيرها". فهذا صريح فى ان قوله: ولم يزل الخ، مستأنف، وكلتا دعوييه اعنى ان الرفع مروى من احاديث العشرة ثم انه عمل واظب عليه النبى ﷺ ثابتة مبرهنة.

اما الاولى :- فقد سبقه اليها الحاكم وابن مندة كما ذكرنا عبارة الفتح ووافقهما البيهقى كما فى (الزيلعى - ج١ص٤١٨)، ثم سكوته وسكوت ابن حجر وكذا العينى فى (العمدة - ج٥ص٢٧٢) يكفى للتأييد، وقد مضت عبارة ابن القيم، وان انكر المخدوم انكر روايتهم الدوام نصا لااصل الرواية.

والثانية:- فيه اولا حديث ابن عمر الصريح باللفظ "فما زالت تلك صلوته حتى لقى الله" وهو ان انكر صحته المخدوم؛ لكن انكاره مردود؛ لانه انما تكلم فى الرجلين فى السند عبدالرحمن بن قريش وعصمة بن محمد. وهو لا يضر فقيل فى الاول

آثارِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے متعلق

(ان کا کہنا ہے) :...... وہ آثار جو رفع الیدین نہ کرنے کے متعلق ہیں۔

(میں کہتا ہوں) :...... ہم نے ابتداء میں ہی ذکر کر دیا تھا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ

"ان اهل العلم اتفقوا على انه لم يثبت الترك عن احد من الصحابة ، وهذا اجمال وياتى تفصيله ان شاء الله".

''یعنی اہل علم کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی سے بھی ترک، رفع الیدین ثابت نہیں ہے۔اور یہ اجمال ہے اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ان شاء اللہ۔''

جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ کی روایت:

(ان کا کہنا ہے) :...... ان میں سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اثر......الخ

(میں کہتا ہوں) :...... یہ بالکل ہی باطل روایت ہے جیسا کہ اپنی جگہ پیچھے گزر چکا ہے۔ بلکہ ہم نے ان سے رفع الیدین کرنا دو صحیح طریقوں اور سندوں سے ثابت کیا ہے۔

جناب عمر رضی اللہ عنہ کا اثر:

(ان کا کہنا ہے) :...... ان ہی میں سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا اثر ہے، جس کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ابن آدم، ابن عیاش، عبدالمالک بن ابجر، زبیر بن عدی، ابراہیم، اسود سے روایت ہے: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے کسی وقت اپنے دونوں ہاتھ سوائے نماز شروع کرتے وقت نہیں اٹھائے۔

(میں کہتا ہوں) :...... یہ خبر اور روایت بھی کئی وجوہ کی بنا پر بے اصل ہے۔

اولاً:...... زبیر بن عدی نے بشر بن حسین جو کہ متروک ہے کو اپنی باطل حدیث میں داخل کیا ہے جیسا کہ تہذیب ج ۳ ص ۳۱۷، میزان ج ۱ ص ۱۴۷ میں ہے۔اس میں ابن حبان سے یہ مروی ہے:

"يروى عنه نسخة موضوعة شبيهة بمائة وخمسين حديثا."

یعنی اس سے ایک موضوع نسخہ روایت کیا جاتا ہے اس میں تقریباً ایک سو پچاس حدیثیں ہیں۔

پس جب ثابت نہیں ہوا کہ یہ حدیث اس موضوع نسخہ میں سے نہیں ہے تو اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی صحیح حدیث کے مقابلہ یہ پیش کی جاسکتی ہے۔ بلکہ بلا شبہ یہ بھی ان میں سے ہے اس لیے کہ عمر رضی اللہ عنہ سے کئی احادیث میں رفع الیدین کرنا ثابت ہے جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

اتهمه السليماني بوضع الحديث كما فى (الميزان - ج٢ص١١٤)، فنقول السليماني ليس قوله مقبولا عند الحنفية؛ حيث لم يقبلوه فى عده ابا حنيفة الامام من الشيعة التفضيلية كما فى (الرفع والتكميل -ص٢٥) للكهنوى. ثم التهمة لاتكفى فى القطع، وقد عقبه فى (اللسان - ج٣ص٤٢٦) بقوله: "وقد ذكره الخطيب فى تاريخه، وقال فى حديثه افراد وغرائب، ولم يسمع عنه الا خيرا" وهذا: صريح فى التعديل، وبه اندفعت التهمة وارتفعت الشبهة. وقيل فى الثانى كذبه يحيٰى وجرحه ابو حاتم، والعقيلى، والدار قطنى، كما فى (الميزان - ج٢ص٩٦) ونقول: العصمة اثنان احدهما هذا والثانى ذكره ابن حبان فى الثقات فى الطبقة الرابعة وقال: "مستقيم الحديث" <اهـ>.

والظاهر انه آخر، لانه اورد هذا الحديث الائمة: كالبيهقى، وابن دقيق العيد، ثم الزيلعى، والعسقلانى، وغيرهم: استنادا، واستدلال ففى (النصب - ج١ص٤٠٩) عن ابن دقيق "ويزيل هذا التوهم يعنى دعوى النسخ ما رواه البيهقى فى سننه ـ الخ" وفى الدراية - ص٨٥) عن البيهقى "هذا يدل على خطأ الرواية التى جاء ت عن مجاهد يعنى المتقدمة" <اهـ>.

فلو كان الذى قيل فيه كذا وكذا لما اورده فى رد دعوى الشيخ ولاتخطية الرواية النافية، وقد اورده الحافظ فى (التلخيص - ص٨١) ونقل التصحيح عن ابن المدينى علم يستثن تلك الزيادة.

فقول المخدوم: ومن ادعى صحته. (الخ) مردود عليه فقد اتينا بالبيان بما لامزيد عليه عند اهل الشأن.

قوله: والعجب العجاب عن الفيروز آبادى انه يقول: غير ازين ثابت نشده - الخ.

اقول: واعجب منه تشبث المخدوم بالشيخ عبدالحق فى مقابلة ائمة الشأن: كالبخارى، وشيوخه: كالحميدى، وابن المدينى، وابن معين، واحمد، واسحاق، ثم من المتأخرين: كابن تيمية، وصاحبه ابن القيم، وغيرهم. وقد مر التصريح عنهم. وانما اخذ الفيروز آبادى من مثل هؤلاء، وليس هو ممن احدث هذا القول من عند نفسه. واى مقدار للشيخ فى جنب هؤلاء ائمة الهدى الذين بهم فى هذا الشأن يقتدى.

دوئم: ..... امام بیہقی نے اس کو تخریج کیا ہے سعید بن مسیّب سے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن خطاب کو دیکھا وہ نماز شروع کرتے وقت اور رکوع کرتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے اور ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھاتے ۔ یہ اثر اگر چہ سند میں رشدین بن سعد ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے مگر گذشتہ قوی احادیث کے لیے مؤید ہے اور مخدوم صاحب نے جو اثر بیان کیا ہے اس سے تو کئی درجہ بہتر ہے۔

ثانیا: ..... ابراہیم نخعی مدلس ہے ۔اس کی تدلیس ثوری کی تدلیس کے مرتبہ میں ہے جس کی حدیث پر حنفیہ نے شعبہ کی حدیث کو آمین کی روایت کی وجہ سے ترجیح دی ہے ۔لہٰذا یہ ہمارے مخالف فریق کے طریقہ کے مطابق بھی ضعیف ہے۔

ثالثاً: ..... یہ شاذ ہے ۔التعلیق الممجد لکھنوی ص ۷۱ میں ہے:

" واعترض الحاكم على ما نقله الزيلعي في تخريج احاديث الهداية بانها رواية شاذة لا يعارض بها الاخبار الصحيحة ، عن طاؤس بن كيسان ، عن ابن عمر ان عمر كان يرفع بديه في الركوع وعند الرفع منه . "

یعنی امام زیلعی نے تخریج احادیث ہدایہ میں جو نقل کیا ہے اس پر امام حاکم نے اعتراض کیا ہے کہ یہ روایت شاذ ہے ، اس کے ذریعے صحیح احادیث کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا ، طاؤس بن کیسان ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔

رابعاً: ..... اس کے باطل ہونے کے لیے یہ بھی کافی ہے کہ عام اہل علم نے عمر رضی اللہ عنہ کو رفع الیدین کرنے والوں میں شمار کیا ہے جیسا کہ امام بخاری اور امام السبکی نے اپنے جزء رفع الیدین میں ترمذی اور بیہقی نے اپنی سنن میں ، ابن القیم نے زاد المعاد میں ، زیلعی نے اپنی تخریج میں ، مجد نے سفر السعادۃ میں ، ابن عبدالبر نے التمہید میں ، ابن الملقن نے البدر المنیر میں ، نووی نے شرح المہذب میں ، ابن سید الناس نے شرح ترمذی میں ، ابن حجر نے التلخیص میں ، سیوطی نے الازہار المتناثرۃ میں اور اسی طرح دوسروں نے بھی ذکر کیا ہے ، لہٰذا اس جھوٹے اثر کی طرف التفات ہی نہیں کیا جاسکتا

اور حافظ نے الدرایہ ص ۸۵ میں اس کو معلول قرار دیتے ہوئے غیر محفوظ کہا ہے۔

(ان کا کہنا ہے): ..... دار قطنی نے بھی اس کو پچھلی سند کے ساتھ ابن مسعود کی احادیث سے تخریج کیا ہے۔

(میں کہتا ہوں): ..... اس موضوع اور من گھڑت سند کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے اب دوبارہ اس کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔

قولہ: فی الحدیث الشریف من بلغه عنی حدیث ثم رده فانا خصیمه یوم القیمة (الی قوله) واگر ایراد آن برائے آنست که مراد بلفظ رد ترک اعتقاد است الخ .

اقول: معنی الخبر علی العموم، وتقسیم الشیخ غیر مستقیم، وتعویل المخدوم علیه معری عن الدلیل؛ فلا یغنی العلیل، ولا یروی الغلیل. ثم لا نری وجها لرد احادیث المعصوم بابی هو وامی ﷺ یسمی مشروعا عند اهل الحق والسداد ولاحاجة لنا الی البیان لان العموم شمول. والبیان علی من ادعی الخصوص.

قوله: هرکه خواند یا خواناند کتب حدیث را وعمل نکند بر غیر احادیث مذهب آن شخص را ضال و مضال باید گفت یا نه.

الجواب اگر ترک میکند عمل را برآن بر وجه عناد وتمرد وطعن آن ـ الخ .

اقول: هذا مبنی علی ما مضی، وقد بطل. فهو مثله.

وای ضلالة اضل من ترک العمل بعد وصول الا حادیث!؟

قوله: بلکه ترک نمودن آن را عالم غیر مجتهد بواسطة قصور فهم خودرا از اطلاع کما ینبغی بر حقائق قرآن وحدیث وتقلید نمود یکی راز مجتهد آن دین الخ .

اقول: لکن من اهل الایمان طریقان لا ثالث ورائهما: اما ان یسمع الفاظ الحدیث ویفهم معانیها فهو مکلف بالعمل علیها؛ لان قول النبی ﷺ لاینزل عن قول المفتی صرح به فی (الهدایة ج۱ ص۲۰۶) وغیره من الفقهاء.

اولا یفهمها فالسبیل له التواقف حتی یفهمها او یمتثل بقوله جل وعلا ﴿فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون﴾ (النحل) ولیس هذا تقلیدا بل طلب الحق حیث کان ﴿وفوق کل ذی علم علیم﴾ (یوسف).

قوله: جمهور علماء برآن اند که واجب است بر عامی وعالم غیر مجتهد تقلید یکی از مجتهدان لا علی التعین.

اقول: هذا خلاف نص الامام ابی حنیفة؛ حیث قیل له: اذا قلت قولا. وکتاب الله یخالفه. قال: اترکوا قولی بکتاب الله تعالی، فقیل: اذا کان خبر الرسول ﷺ، قال: اترکوا قولی بخبر الرسول ﷺ کما فی (خزانة الروایات)؛ وقال لاینبغی لمن لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی کذا فی (حجة الله - ج۱ ص ۳۷۰ـ اصح المطابع)، بل یخالفه قول المخدوم نفسه حیث قال فی کتابه (نور العین) "انا انعتقد فی امامنا

جناب علی رضی اللہ عنہ کا اثر:

(اُن کا کہنا ہے) :...... ان ہی میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر ہے، جس کو امام محمد بھی اپنے موطا میں ان الفاظ میں روایت کیا ہے، محمد، محمد بن ابان بن صالح اور ابو بکر بن عبداللہ النہشلی، عاصم بن کلیب الجری اپنے باپ سے جو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے صحبت یافتہ ہیں۔ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جس وقت نماز شروع کرتے تھے، تکبیر اولیٰ میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ پھر نماز میں کسی وقت نہیں اٹھاتے تھے۔

(میں کہتا ہوں) :...... امام بخاری رحمہ اللہ نے الکنی ص ۹ اور جزء ص ۸ پر لکھا ہے:

"قال ابن مهدی ذكرت لسفيان عن ابی بكر عن عاصم بن كليب ان عليا كان يرفع يديه ثم لا يعوده، فانكره."

ابن مہدی کہتے ہیں میں نے سفیان سے ذکر کیا ابو بکر سے وہ عاصم بن کلیب سے کہ علی رضی اللہ عنہ پہلے رفع الیدین کرتے پھر دوبارہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ تو انہوں اس بات کا انکار کیا۔

پس ثوری کا انکار کرنا ان کے رفع الیدین کے ثبوت پر دلیل ہے۔ اور انہوں نے اس کو منکرات میں شمار کیا ہے۔ پھر ان کی متابعت بھی دو اماموں کی طرف سے ہے ایک امام ابن مہدی دوسرا امام بخاری، اور یہ دونوں اس بارے میں پائے کے ائمہ ہیں۔

ثانیاً:...... عاصم متفرد ہے۔ اس کا بیان پیچھے گزر چکا ہے۔

ثالثاً:...... نہشلی (۱) بھی ان میں سے نہیں ہے جن سے صحاح کے مقابلہ میں حجت لی جاسکے۔ ابن حبان کہتے ہیں: اس سے حجت لینا باطل ہے۔ اگر کسی نے ثقات کی موافقت کی ہوئی روایات پر اعتبار کیا بھی ہے تو اس سے اس کے فعل میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔

ابو حاتم ایک حدیث کے بارے میں جو انہوں نے روایت کی ہے کہتے ہیں یہ باطل ہے (المیز ان ج ۱ ص ۳۴۵) اور محمد بن ابان جس سے محمد نے متابعت کی ہے انتہائی ضعیف ہے۔ ابو داوٗد، ابن معین اور بخاری نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے جیسا کہ (اللسان ج ۵ ص ۳۱) میں ہے۔

رابعاً:...... اس کو ائمہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ زیلعی ج ۱ ص ۴۱۳ میں ہے:

"وقال الشيخ فی الامام قال عثمان بن سعيد الدارمی وقد روی من طريق واهية عن علی انه كان يرفع يديه فی اول تكبيرة من الصلاة، ثم لا يعود. قال وهذا ضعيف."

یعنی شیخ (ابن دقیق العید) الامام میں کہتے ہیں کہ عثمان بن سعید الدارمی کہتے ہیں کہ ایک انتہائی کمزور واہی سند سے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ وہ نماز میں تکبیر اولیٰ کے وقت رفع الیدین کرتے تھے پھر

الاعـظم الذی هو الامام الاعظم اكملهم واقدمهم سنا وتقوى وفضلا انه لا يخالف هـذا الـمـقـدار من الاحاديث الصريحة التى مر ذكرها اصلا ، وبعيد عنه ان لايطلع على واحد من تلك الاحاديث المذكورة قطعا ، وعلى تقدير فرض ان يكون الامام قـال بـخـلافهـا؛ فقد صح وثبت عنه ـ رحمه اللّهـ حين سئل: بانك اذا قلت قولا قد خـالـفت قول الرسول ﷺ فكيف نفعل؟ فقال: اتركوا قولى ـ الخ . كما تقدم ، وذكر فى الخزانة ، والمتانة ، وغيرهما ناقلا عن الروضة الزندوسية عن كل من الامام ابى حـنـيـفة ومـحـمـد انه قال : اذا قلت قولا وكتاب الله يخالفه ، وكذا خبر النبى ﷺ ، وكذا قول صحابى: فاتركوا قولى . فما احسن انصاف الامام وما اجمل اتباعه لسيد الانام عليه وآله واصحابه افضل الصلوات والسلام . وقد صح بنحو هذا عن الامام الشـافـعـى . فـاذا صـح مثل هذا عن افضل المجتهدين فى مخالفة حديث صحيح واحـد فما فوقه فكيف لايجوز لنا ترك قوله بورود هذا المبلغ من الاحاديث النبوية الثـابتة التى كاد ان يتواتر معناها . والعجب من بعض المتأخرين انهم يجوزون ترك قـول الامـام ابـى حنيفة فى المزارعة بسبب التعامل ومسئلة السعابة لغلبة الكفار ، وفى مسئلة الوقف لتحصيل غلات الاوقاف وفى مسئلة عدم جواز الاستيجار على الـعبـادات بـامـرها كالا مامة والاذان ، وتعليم الفقه والقرآن وامثال ذلك لتحصيل شئ من حطام الدنيا فى سائر المسئلة الكثيرة يعنى ذلك من الاسباب!! ولايجوزون ترك قوله المخالف لقول سيد الاولين والآخرين ﷺ وقد قال سبحانه وتعالى ﴿وما اتاكم الرسول فخدوه وما نها كم عنه فانتهوا﴾ (الحشر) ان قيل: قد يمكن ان يحسن الـظـن بالامام الاعظم ان هذه الاحاديث كلها او اكثرها قد بلغته ، وقد بلغه ايضا ما يـعارض من الاحاديث الاخر لم نطلع عليها نحن . قلنا سلمنا انه يحتمل ان الامام قـد اطـلـع عـلـى حديث واحد او اكثر فى نفى الاشارة ونحن لا نطلع عليها . فهذا الاحتـمـال الـمـوهـوم هل يعارض الاحاديث الصحيحة الموجودة فى غاية الكثرة وجـودا اثبـاتـا محققا . وتر جيح الموهوم على المحقق غير صحيح ، ولا معقول . فضعف ذلك الاحتمال ، وارتفع الاشكال ، - وماذا بعد الحق الا الضلال ، والحق احـق ان يتبع والعلم لله الكبير المتعال" ـ انتهى مختصرا . فاولى للمخدوم الرجوع فـى الـمسئلة لان اثبات الرفع اقوى من اثبات الاشارة ، وتواتره اوكد بل منصوص

دوبارہ نہیں کرتے تھے۔انہوں نے کہا کہ یہ روایت ضعیف ہے۔

اسی طرح امام بیہقی نے اپنی سنن ج ۲ ص ۸۱ پر اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔اور امام شافعی نے بھی اس کی تضعیف نقل کی ہے۔ پھر علی رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت بیان کی ہے جس میں رفع الیدین کرنا ثابت ہے۔ امام ترمذی اپنی سنن ج ۲ ص ۷۹ میں لکھتے ہیں:

" حدثنا الحسن بن علی الخلال ثنا سلیمان بن دائود الهاشمی ثنا عبدالرحمن بن ابی الزناد عن موسی بن عقبة عن عبد الله بن الفضل عن عبدالرحمن الا عرج عن عبید الله بن ابی رافع عن علی بن ابی طالب عن رسول الله ﷺ انه كان اذا قام الی الصلاة المكتوبة رفع يديه حذو منكبيه ويصنع ذلك اذا قضى قراته واراد ان يركع ويصنعه اذا رفع راسه من الركوع ، ولا يرفع يديه في شيء من صلا ته؟ وهو قاعد ، فاذا قام من السجد تين رفع يديه كذالك فكبر ، الحديث وقال هذا حديث حسن صحيح . "

یعنی ہم سے حسن بن علی بن الخلال نے بیان کیا کہا ہم سے سلیمان بن داؤد ہاشمی نے بیان کیا کہا ہم سے عبدالرحمٰن بن ابی الزناد نے بیان کیا انہوں نے موسیٰ بن عقبہ سے انہوں نے عبداللہ بن فضل سے انہوں نے عبدالرحمٰن الاعرج سے انہوں ے نے عبید اللہ بن ابی رافع سے انہوں نے علی بن ابی طالب سے وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ جب فرض نماز کے لیے کھڑے ہوجاتے تو دونوں ہاتھوں کو دونوں کندھوں کے برابر اٹھاتے (یعنی رفع الیدین کرتے) اور جب قرات پوری کر کے رکوع میں جانے کا ارادہ کرتے تب بھی ایسا ہی کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تب بھی ایسا ہی کرتے۔اس کے علاوہ بیٹھنے کی حالت میں آپ ہاتھوں کو بالکل نہیں اٹھاتے (یعنی رفع الیدین نہیں کرتے) اور جب دو رکعتوں کے بعد کھڑے ہوتے تب بھی اسی طرح رفع الیدین کرتے اور تکبیر کہتے۔الحدیث۔امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

سلیمان الہاشمی سے منقول ہے:

" قال : هذا عند نا مثل حديث الزهری عن سالم عن ابيه "

یعنی انہوں نے کہا کہ یہ سند ہمارے نزدیک " زهری عن سالم عن ابیه " کی طرح ہے۔(واضح رہے کہ یہ سند محدثین کے نزدیک اُصح الا سانید میں سے ہے) اسی طرح اس کو امام احمد نے صحیح کہا ہے جیسا کہ امام ابن دقیق العید نے الامام میں علی الخلال سے نقل کیا ہے۔اور زیلعی نے نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۱۲ میں

عـلـيـه . ثم نسبة الشيخ الى الجمهور خلاف الواقع . قال ابن حزم: "قد صح اجماع الـصـحـابة كلهم اولهم عن آخرهم ، واجماع التابعين اولهم عن آخرهم ، واجماع تـابـعى التابعين اولهم عن آخرهم على الامتناع والمنع من ان يقصد منهم احد الى قـول انسان منهم او ممن قبلهم فيأخده كله فليعلم من اخذ بجميع اقوال ابى حنيفة او جـمـيـع اقـوال مـالك او جـمـيع اقوال الشافعى اوجميع اقوال احمد ـ رضى الله عـنهـم ـ ولم يترك قول من اتبع منهم او من غيرهم الى قول غيره ولم يعتمد على ما جـاء فـى القرآن والسنة غير صارف ذلك الى انسان بعينه انه قد خالف اجماع الامة كـلـهـا اولهـا عـن آخـرها بيقين لااشكال فيه ، وانه لايجد لنفسه سلفا ولاانسانا فى جـمـيـع الاعصار المحمودة الثلاثة فقد اتبع غير سبيل المؤمنين ونعوذ بالله من هذا الـمـنزلة" كذا فى (حجة الله - ج١ ص١٥٥ طبع مصر) وقال الشاه عقيبه "انما يتم ـ يعنى ما قاله ابن حزم ـ فيمن له ضرب من الاجتهاد ولو على مسئلة واحدة ، وفيمن ظهـر عـليه ظهورا بينا ان النبى ﷺ امر بكذا او عمل كذا وانه ليس بمنسوخ اما بتتبع الا حـاديـث واقوال المخالف او الموافق فى المسئلة فلا يجد لها نسخا اوبان يرى جـمـا غـفيـرا مـن المتبحرين فى العلم يذهبون اليه ويرى المخالف له لا يحتج الا بـقيـاس او استـنباط او نحو ذلك فحينئذ لا سبب المخالفة حديث الانفاق خفى او حُـمـق جـلـى و هـذا هـو الذى اشار اليه الشيخ عز الدين بن عبدالسلام حيث قال: "ومـن العجب العجيب ان الفقهاء المقلدين يقف احدهم على ضعف ما اخذ امامه بحيث لا يجد لِضعفه مدفعا وهو مع ذلك يقلده فيه و يترك من شهد الكتاب والسنة والا قيسة الـصـحـيـحة لـمـذهبـهـم جـمـودا على تقليد امامه بل يتخيل لدفع ظاهر الـكتاب والسنة ويتأولها بالتأويلات البعيدة نضالا عن مقلّده" وقال: "لم يزل الناس يسـئلون من اتفق من العلماء من غير تقييد لمذهب ولا انكار على احد من السائلين الـى ان ظهـرت هذه المذاهب و متعصبوها من المقلدين فان احد هم يتبع امامه مع بـعـد مذهبه عن الأدلة مقلدا له فيما قال كانه نبى ارسل ، وهذا نأى عن الحق وبعد عن الصواب لا يرضى به احد من اولى الالباب" . وقال الامام ابوشامة: "ينبغى لمن يشتـغـل بـالـفقه ان لا يقتصر على مذهب امامه ويعتقد فى كل مسئلة صحة ما كان اقـرب الـى الـكتاب و السنة المحكمة وذلك سهل عليه اذا كان اتقن معظم العلوم

اس کا اقرار کیا ہے۔اس کے راوی سب ثقہ ثبت حافظ اور عالم ہیں۔تقریب میں ان کا تذکرہ موجود ہے۔ امام بخاری نے بھی اس کو اپنی کتاب جزء رفع الیدین میں اور ابو داؤد، ابن ماجہ اور بیہقی نے اپنی سنن میں اور دار قطنی اور احمد وغیرہ نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔امام بخاری جزء ص ۷ پر لکھتے ہیں :

" وروى ابو بكر النهشلى عن عاصم بن كليب عن ابيه عن على رفع يديه فى اول التكبير ثم لم يعد . وحديث عبيد الله هو شاهد فاذا روى رجلان عن محدث قال احدهما رايته فعل وقال الآخر : لم اره ؟ فالذى قال : رايته فعل فهو شاهدو الذى قال لم يفعل ليس هو بشاهد لانه لم يحفظ الفعل . وهكذا قال عبد الله بن الزبير ما كشاهدين شهدا ان لفلان على فلان الف درهم باقراره . وشهد آخر انه لم يقر بشىء . يعمل بقول الشاهد . ويسقط ما سواء . وكذلك قال بلال رايت النبى ﷺ صلى فى الكعبة فقال الفضل بن عباس لم يصل . واخذ الناس بقول بلال لانه شاهد ولم يلتفتوا الى قول من قال لم يصل حين لم يحفظ " .

یعنی ابو بکر نہشلی نے روایت کی ہے عاصم بن کلیب سے وہ اپنے والد سے وہ علی رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے تکبیر اولیٰ میں رفع الیدین کیا اور پھر دوبارہ نہیں کیا۔اور عبید اللہ کی حدیث اس کی شاہد ہے۔اور جب دو آدمی ایک ہی محدث سے بیان کریں اور ایک کہے کہ میں نے ان کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے اور دوسرا کہے کہ میں نے ان کو ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔تو جو یہ کہے کہ میں نے ان کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے وہ شاہد ہے اور جو یہ کہے کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا وہ شاہد نہیں ہے اس لیے کہ انہوں نے اس کام (فعل) کو یاد نہیں رکھا۔اسی طرح عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (امام حمیدی) نے کہا ان دو گواہوں کی طرح جو یہ گواہی دے کہ فلاں کے لیے فلاں کے ذمہ اس کے اقرار کے ساتھ ایک ہزار درہم ہیں۔دوسرا گواہی دے کہ انہوں نے کسی چیز کا اقرار نہیں کیا تو شاہد (گواہ) کے قول کے مطابق عمل کیا جائے گا۔اس کے سوا جو ہے وہ ساقط ہو گا۔اسی طرح جس طرح بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی۔تو لوگوں نے بلال رضی اللہ عنہ کی بات کو لے لیا اس لیے کہ وہ شاہد (گواہ) تھے اور جنہوں نے کہا کہ آپ نے (کعبہ کے اندر) نماز نہیں پڑھی اس کی طرف لوگوں نے توجہ ہی نہیں دی اس لیے کہ ان کو یاد نہیں رہا۔

ان کا کہنا ہے :...... اس کے بعد طحاوی کہتے ہیں ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شایان شان یہ نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو رفع الیدین کرتے دیکھتے ، پھر رفع الیدین کرنا چھوڑ دیتے ، مگر چونکہ رفع الیدین کا

المتقدمة وليجتنب التعصب والنظر فى طرائق الخلاف المأخرة فانها مضيعة للزمان ولصفوه مكدرة .
فقد صح عن الشافعى انه نهى عن تقليده وتقليد غيره وقال صاحبه المزنى فى اول مختصره اختصرته هذا من علم الشافعى عمن معنى قوله لاقربه على من اراده مع اعلاميه نهيه عن تقليده وتقليد غيره لينظر فيه لدينه ويحتاط لنفسه اى مع اعلامى من اراد علم الشافعى نهى الشافعى عن تقليده وتقليد غيره" انتهى .
وفيمن يكون عاميا ويقلد رجلا من الفقهاء بعينه لو يرى انه يمتنع من مثله الخطأ وان ما قاله هو الصواب البتة . واضمر فى قلبه ان لايترك تقليده وان ظهر الدليل على خلافه وذلك ما رواه الترمذى " عن عدى بن حاتم انه قال سمعته يعنى رسول الله ﷺ "**اتخذوا احبارهم ورهبانهم ارباب من دون الله**". قال انهم لم يكونوا يعبدونهم ولكنهم اذا احلوا شينا استحلوه واذا حرموا عليهم شيئا حرموه".
وفيمن لايجوز ان يستفتئ الحنفى مثلا فقيها شافعيا وبالعكس ولا يجوز ان يقتدى الحنفى بامام الشافعى مثلا ، فان هذا قد خالف اجماع القرون الاولى ، وناقض الصحابة والتابعين وليس محله فيمن لايدين الا بقول النبى ﷺ ولا يعتقد حلالا الاما احله الله ورسوله ﷺ ولا ما حرمه الله رسوله ﷺ .
لكن لما لم يكن له علم بما قاله النبى ﷺ ولا بطريق الجمع بين المختلفات من كلامه ولابطريق الاستنباط من كلامه اتبع عالما راشدا على انه يصيب فيما يقول ويفتى ظاهرا متبع سنة رسول الله ﷺ فان خالف ما يظنه اقلع من ساعته من غير جدال ولا اصرار فهذا كيف ينكره احد مع ان الاستفتاء لم يزل بين المسلمين من عهد النبى ﷺ ولا فرق بين هذا دائما .
اويستفتئ هذا حينا وهذا حينا بعد ان يكون مجمعا على ما ذكرناه وكيف لا ولم نؤمن بفقيه ايا كان انه اوحى الله اليه الفقه وفرض علينا طاعته وانه معصوم فان اقتدينا بواحد منهم فلذلك لعلمنا بانه عالم بكتاب الله وسنة رسوله ﷺ فلا يخلو قوله اما ان يكون من صريح الكتاب والسنة او مستنبطا عنهما بنحو من الاستنباط او عرف بالقرائن ان الحكم فى صورة ما منوطة كذا او اطمأن قلبه بتلك المعرفة فقاس غير المنصوص على المنصوص فكانه يقول ظننت ان رسول الله ﷺ قال كلما

منسوخ ہونا ان کے نزدیک ثابت ہو چکا تھا، اس لیے اس کو ترک کر دیا...... الخ

(میں کہتا ہوں) :...... احناف نے اس اصول کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔

❶ ...... یہ بڑی جرأت کی بات ہے کہ معصوم (نبی ﷺ) کی حدیث کو ایسے شخص کے عمل یا فتویٰ کے ساتھ منسوخ قرار دینا جس سے غلطی اور خطا کا امکان ہمیشہ سے موجود رہتا ہے۔ اللہ کی قسم یہ تو بہت بڑی بات ہے۔

❷ ...... اس میں خطا اور بھول ونسیان کا احتمال بھی ہے لہٰذا جب احتمال آ جائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

❸ ......اس اصول کو لوگوں نے بے شمار مواقع ومواضع پر چھوڑ دیا ہے مثلاً حدیث " قراءة الامام له قراة" اس کے ضعیف ہونے کے ساتھ ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جن کی سند، طریق سے اس کو روایت کیا گیا ہے اس کی مخالفت کی ہے اور اس کے برخلاف فتویٰ دیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب " المرأة لطرق حديث من كان له امام فقراء ة الا مام له قرأة" میں اس کی وضاحت کی ہے۔ اس کے باوجود یہ مشہور مسئلہ ہے جس سے لوگ چمٹے ہوئے ہیں۔ اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ "اقبل الحديقة وطلقها تطليقة " (یعنی خلع لینے والی عورت سے باغ لے لو اور اس کو ایک طلاق دیدو) لوگوں نے اس کو دلیل بنا لیا ہے حالانکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے برخلاف فتویٰ دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ "خلع تفریق ہے نہ کہ طلاق" جیسا کہ (المحلی ج ۱۰ ص ۲۳۷۔۔۲۳۹) میں ہے۔ اسی طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔

❹ ...... یہ اثر کی صحت پر منحصر اور موقوف ہے جب اثر ہی صحیح نہیں تو پھر......؟

❺ ...... اگر یہ تسلیم کیا جائے تو یہ تعارض کا فرع ہے۔ اور وہ یہاں نہیں ہے اس لیے کہ وہ نص نہیں ہے، پس جو نص نہیں ہے وہ منصوص کے مقابلے میں پیش نہیں کیا جا سکتا تو منصوص کا ناسخ کیونکر ہو سکتا ہے؟ اس لیے کہ ناسخ ہونے کی شرائط میں سے یہ ہے کہ وہ منسوخ سے زیادہ قوی ہو۔ (زیلعی ج ا ص ۳۹۲)

❻ ...... دو حدیثوں کے درمیان جمع وتطبیق دینا اصولیوں کے نزدیک نسخ پر مقدم ہے اور زیر بحث مسئلہ میں دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق دینا ممکن ہے اس لیے اس اثر کو افتتاح (نماز شروع کرتے وقت) پر محمول کیا جائے۔

❼ ...... نسخ اس وقت متصور ہوتا ہے جب ترجیح متعذر ہو اور یہاں ترجیح متعذر نہیں ہے بلکہ وجوہ ترجیح موجود ہیں مثلاً صحت، قوۃ، دلالت، درجہ، نقض، اثل، شہرت سب حاصل ہے۔

❽ ...... مخدوم صاحب اور اس کی قوم نے وتر اور عیدین میں رفع الیدین کر کے اثر کی مخالفت کی ہے۔

وجدت هذا العلة فالحكم ثمة هكذا والمقيس مندرج فى هذا العموم فهذا ايضا معزى الى النبى ﷺ، ولكن فى طريقة ظنون ولولا ذلك لما قلد مؤمن بمجتهد فان بلغنا حديث من الرسول المعصوم الذى فرض الله علينا طاعته بسند صالح يدل على خلاف مذهبه وتركنا حديثه واتبعنا ذلك التخمين فمن اظلم منا: وما عذرنا يوم يقوم الناس لرب العالمين. انتهى ما فى الحجة:

والمراد من قوله "اتبع عالما راشدا"۔الخ۔هو من يفتى بالحديث لا من يفتى بالرأى او فقه الائمة او اقوال الناس. قال ابن حزم فى (الأحكام - ج٦ ص٥٨) "حدثنا حمام حدثنا عباس بن اصبغ

ثنا محمد بن عبد الملك بن اعين ثنا

عبدالله . بن احمد بن حنبل قال سألت

ابى عن الرجل يكون ببلد لايجد فيه الا صاحب حديث لايعرف صحيحه من سقيمه، واصحاب رأى فتنزل به النازلة. من يسأل؟ فقال ابى: يسأل صاحب الحديث، ولايسأل صاحب الرأى. ضعيف الحديث اقوى من رأى ابى حنيفة قال ابو محمد۔هى كنية ابن حزم - صدق احمد رحمه الله لان من اخذ بما بلغه عن رسول الله ﷺ وهو لايدرى ضعفه فقد اجر يقينا على قصد الى طاعة رسول الله ﷺ كما امره الله تعالى، واما من اخذ برأى ابى حنيفة او رأى مالك او غيرهما فقد اخذ بما لم يأمره الله تعالى قط بالاخذ به وهذه معصية لا طاعة" <اهـ>.

وقال فى (المحلى ج١ ص٦٩) "والمجتهد المخطئ افضل عند الله من المقلد المصيب، هذا فى اهل الاسلام خاصة واما غير اهل الاسلام فلا عذر للمجتهد المستدل ولا للمقلد وكلاهما هالك وبرهان هذا ما ذكرناه آنفا باسناده من قول رسول الله ﷺ: اذا اجتهد الحاكم فاخطأ فله اجر. وذم الله التقليد جملة فالمقلد عاص والمجتهد مأجور، وليس من اتبع رسول الله ﷺ مقلداً؛ لانه فعل ما امره الله تعالىٰ به وانما المقلد من اتبع دون رسول الله ﷺ لانه فعل ما لم يأمره الله تعالى به واما غير اهل الاسلام فان الله تعالى يقول ﴿ومن يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه وهو فى الآخرة من الخاسرين﴾".

حاصل کلام یہ ہے کہ عینی وغیرہ یا افرادامت میں سے کسی کا قول اس درجے کا نہیں ہوتا کہ اس کی وجہ سے سید ولد آدم ﷺ سے جو صحیح ثابت ہے اس کو مسترد کیا جائے ۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دھوکہ، فریب، کج روی سے بچائے اور ہمیں اپنے پسندیدہ کام کرنے کی توفیق عنایت فرمائے ۔ آمین

(اُن کا کہنا ہے) :...... عینی نے شرح بخاری میں کہا ہے ’’اسناد حدیث عاصم بن کلیب ھذا صحیح علی شرط مسلم‘‘، یعنی عاصم بن کلیب کی اس حدیث کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(میں کہتا ہوں) :...... یہ کیسے صحیح ہوسکتی ہے؟ اس میں تو مذکورہ بالا نقائص اور علل موجود ہیں ۔ پھر یہ کہ عینی اہل نقد میں سے نہیں ہے۔ جبکہ اہل نقد نے اس کی حقیقت کھول کے رکھ دی ہے، لہٰذا اس کو لے لینا چاہیے اور ایسے شخص کی بات کو لے کر حد سے نہ بڑھنا چاہیے جس کی جب تک رہنمائی نہ کی جائے وہ خود راہ نہیں پاتا، تم لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ کیسے فیصلے کرتے ہو؟؟؟

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر:

(اُن کا کہنا ہے) :...... ان ہی میں سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر ہے جس کو امام محمد نے اپنی موطا میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے: محمد، یعقوب بن ابراہیم، حسین بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں میں اور عمر بن مرّہ، ابراہیم نخعی کے پاس گئے عمرو نے کہا علقمہ بن وائل الحضرمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو رسول اللہ ﷺ کو تکبیر تحریمہ کہتے وقت رکوع میں جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرتے دیکھا۔ ابراہیم نے کہا میں نہیں سمجھ سکتا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ایک روز کرتے دیکھا، یاد رکھ لیا، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یاد نہیں رکھا۔ جس کو میں نے ہر ایک سے سنا کہ وہ ابتدا نماز میں تکبیر تحریمہ کہتے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔

(میں کہتا ہوں) :...... اس پر کئی طرح کے اعتراضات ہیں۔

1 حصین: ابن عبدالرحمٰن کا حافظہ بگڑ گیا تھا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

2 یعقوب: ابو یوسف قاضی ہے وہ مختلف فیہ ہے۔ فلاس کہتے ہیں ’’صدوق کثیر الخطا‘‘ یعنی اگر چہ وہ صدوق ہے لیکن بہت زیادہ غلطی کرنے والا ہے ۔ امام بخاری اس کے بارے میں فرماتے ہیں ’’ترکوہ‘‘ یعنی محدثین نے اس کی حدیثیں لینا چھوڑ دیا تھا۔ ابو حاتم کہتے ہیں ’’یکتب حدیثہ‘‘ یعنی اس کی حدیث لکھی جاسکتی ہے۔ ابن معین نے اس کو ’’لین‘‘ قرار دیا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں ’’اذا روی عنہ ثقۃ وروی ھو عن ثقۃ فلا باس بہ‘‘ یعنی جب ان سے کوئی ثقہ راوی روایت کرے اور یہ خود کسی ثقہ سے روایت کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ۔ نسائی اور ابن حبان نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے ۔ اور ابن المبارک نے اس کو کمزور اور واہی قرار دیا ہے۔ یزید بن ہارون کہتے ہیں ’’لا تحل الروایۃ عنہ‘‘ یعنی

قوله: لان غير المجتهد عاجز عن النظر الكامل (الخ).

اقول: هـذا حجر لرحمة الله التى وسعت كل شئ. فان الله تعالى قال فى شأن كتابه ﴿هـدى لـلـنـاس﴾ (البقرة) فقول الشيخ هذا ينابذ هذا؛ لانه يدل على انه يهتدى به بـعـض الـناس وبعض لايهتدى ومدلول الآية انه هداية لكل من يريد ان يهتدى به، فـلا شك فـى بـطـلانه. وقال العلامة الفلانى فى (ايقاظ الهمم - ص ٥٥) "واماما يـورد على الالسنة من ان العمل على الفقه لاعلى الحديث: فتفوه، لامعنى له؛ لانه مـن البيـن ان. مبـنـى الـفـقه ليس الا الكتاب والسنة. واما الاجماع والقياس فكل واحـد مـنهما يرجع الى كل واحد من الكتاب والسنة فما معنى لاثبات العمل على الفقه ونفى العمل عن الحديث فان العمل بالفقه عين العمل بالحديث كما عرفت. وغـاية مـا يـمكن فى توجيهه ان يقال ان ذلك حكم مخصوص لشخص مخصوص هـو مـن ليـس من اهل الخصوص بل من العوام الذين هم كالهوام لايفهمون معنى الـحـديـث. ومـراده: ولا يميزون بين صحيحه وضعيفه ومقدمه ومؤخره ومجمله ومفسره وموضوعه وغير ذلك من اقسامه ...... فيقال: -لامثاله- ان يعمل بما جاء عن الـفقيه لايعمل بمجرد سماع الحديث لعدم ضبطه، واما من اهل الخصوص واهل الـخبـرة لـلـحـديث وفنونه فحاشا ان يقال له ان يعمل بما جاء عن فقيه وان كانت الاحـاديـث الـواردة خلاف ذلك لان العمل على الفقه لا على الحديث هذا اثم مع هـذا لايـخـفى ما فى هذا اللفظ من سوء الادب والشناعة والبشاعة فان التفود بنفى الـعـمل على الحديث على الاطلاق مما لايصدر عن عاقل فضلا عن فاضل" <اهـ >.

ومـراده: مـن الـفقيه الذى يميز الصحيح من السقيم ويفهم المعنى والمراد لا الذى يـفتى برأيه. ثم المخدوم هل هو من الجماعة الاولى ام الثانية؟ على الاول؛ فكيف تـكـلف لتـصـنيف هـذه الـرسالة وغيرها من الكتب، وكيف جمع الروايات وذكر وجـوه التـرجيـح، وحـكم بصحة هذه الروايات، واما ان كان من الثانية؛ فلا معنى لنقل عبارة الشيخ هذه

قوله: وهـمچنين اگر ترك نمود مجتهدى عمل. عمل بعض احاديث لا بواسطة علم بضعف سند او يا نسخ او يا معارضة الخ.

اس سے روایت لینا جائز نہیں۔ (اللسان ج ۲ ص ۳۰۱)

لہٰذا معلوم ہوا کہ ابو یوسف ان لوگوں میں سے نہیں ہے جن پر اعتماد کر کے ان سے حدیث لی جائے۔ پھر ان سے حدیث لینے کے بارے میں ضابطہ اور قاعدہ وہی درست ہے جو ابن عدی نے بیان کیا ہے اور زیر بحث مسئلہ ایسا نہیں ہے۔

[۳] محمد صاحب مؤطا: ان کو ابو یوسف القاضی، اسد بن عمرو اور ابن معین نے کذاب جھوٹا قرار دیا ہے اور اس کو ضعیف قرار دینے والوں میں ابن عدی، احوص علائی، عمرو بن علی اور عقیلی وغیرہ ہیں جیسا کہ اللسان ج ۵ ص ۱۲۲ میں ہے۔

میزان الاعتدال میں ہے:

" لينه النسائي وغيره من قبل حفظه يروي عن مالك بن انس وغيره وكان من بحور العلم والفقه قويا في مالك . "

یعنی نسائی وغیرہ نے اس کے حافظہ کی وجہ سے لین قرار دیا ہے۔ وہ مالک بن انس وغیرہ سے روایت کرتا ہے وہ علم اور فقہ کا سمندر ہے، امام مالک سے روایت کرنے میں قوی ہے۔ اور یہاں امام مالک سے وہ روایت نہیں کر رہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔

پھر ابراہیم نخعی کی ابن مسعود سے ملاقات نہیں ہوئی۔ ابراہیم نخعی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے کئی سال بعد پیدا ہوئے۔ پس مسند حدیث کو اس کے قول کے ساتھ رد کرنا بہت بڑی جرات کی بات ہے۔ حالانکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کے برخلاف ثابت ہے جو ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔

(ان کا کہنا ہے): ...... محمد، ثوری، حصین، ابراہیم، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔ ...... الخ

(میں کہتا ہوں): ...... سند میں بھی حصین ہے، پھر محمد ہے، اور نخعی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔ (ان سب پر کلام گزر چکا ہے) اس سب کے باوجود اس میں ان کے مطلوب و مقصود کے لیے کوئی دلیل بھی نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس میں انہوں نے یہ نہیں کہا کہ اس کے بعد رفع الیدین نہیں کیا۔ اور رفع الیدین کے اثبات کے بارے میں جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے وہ زیادہ ہے لہٰذا وہ اس پر مقدم ہے۔

(ان کا کہنا ہے): ...... ابن ابی شیبہ نے بھی ان الفاظ میں روایت کی ہے۔ وکیع، ابن مسعود، ابراہیم عبداللہ سے روایت ہے کہ وہ "پہلی بار شروع کرتے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔" ...... الخ

(میں کہتا ہوں): ...... نخعی کا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرنا مرسل ہے۔ پھر ان کے شاگرد ابو معشر،

اقول: هـذه كـلهـا ظـنون وهی میون ومخالفة الا حادیث من الامور الظاهرة والا یراد عـلـی الـظـاهـر بالموهوم تلبیس ولیس هذا حسن الظن بل هو غلو لاشك فیه كما مرت عبارة الحجة .

قوله: وهیـچ شك نیسـت كـه سـرمایه مقصود بهر مؤمنین كلام الله عز وجل وكلام رسـول اوسـت . ﷺ . قـال الله: اطیـعـوا الله واطیـعـوا الرسول . ولیكن چون لا بداست كه در اطلاع كما ینبغی بر حقائق كلامین مذكورین از علم ناسخ ومنسوخ . الخ .

اقول: هـذه الاصطلاحات وضعها المتأخرون وهذا لایخلومن احد الوجهین: اما ان یـكـونـوا عـارفین بتعریفاتها وحدودها ، ولم یبق اذا مقلد؛ لان اصحابهم تعلموها مـنهـم وهـلـم جـرا؛ ولهذا المعنی قال الشوكانی: فی (ارشاد الفحول - ص ٢٥٤) "الاجتهـاد عـلـی المتأخرین ایسر واسهل من الاجتهاد علی المتقدمین ولا یخالف فـی هـذا من له فهم صحیح وعقل سوی واذا امعنت النظر وجدت هؤلاء المنكرین انـمـا اتـوا من قبل انفسهم فانهم لما عكفوا علی التقلید واشتغلوا لغیر علم الكتاب والسـنة حـكموا علی غیر هم بما وقعوا فیه واستصعبوا ما سهله الله تعالی علی من رزقه الله العلم والفهم وافاض علی قلبه انواع علوم الكتاب والسنة" <اهـ> .

وامـا لایـكونوا: كذلك؛ فكیف خرجوا وتحرجوا . ثم نسأل المخدوم ممن انـت؟ مـن الاولیـن؛ فـقـد ابـطلت ما ادعیته من الخلو عن الاجتهاد ولا معنی ایضا لـلتـصـنیف مـع الصحیح والتضعیف اومن الاخرین؛ فما معنی لهذه المصطلحات التـی ذكـرتهـا فانها اسماء لاتعلم مسماتها . وعلی التقدیر اتباع المجتهد ایضا مثله فی العسرة بل اعسر منه وذلك ان الائمة مختلفون فالاربعة وفی زمنهم كثیر سواهم كـابـن ابـی لیـلـی والثـوری وابی الثور والاوزاعی واللیث وغیرهم وكلهم خالف بـعـضهم بعضا فالمقلد لا یعلم من یتبعه ، ثم عن كل احد روایات مختلفة فرجعت الـمسئلة الی معرفة اسباب الترجیح والتطبیق والجدید من القول والقدیم والراجح والـمـرجـوح والـمـرجـوع عـنه والظاهر الروایة وغیرها والعام والخاص والظاهر والـنـص والـمجمل والمفصل والمطلق والمقید والمنطوق والمفهوم ثم تصحیح النقل وتضعیفه وترجیح بعض الناقلین ، فهذا فرار من المطر تحت المیزاب .

زیاد بن کلیب ہے اگر چہ یہ ثقہ ہے لیکن ابو حاتم کہتے ہیں کہ حفظ میں وہ مضبوط اور پختہ نہیں ہے۔ لہٰذا صحیح کے مقابلہ میں اس کی روایت سے حجت نہیں لی جاسکتی۔

جناب ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اثر:

(اُن کا کہنا ہے): ...... ان ہی میں سے ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اثر ہے جس کو امام محمد بن الحسن رحمہ اللہ نے اپنی موَطا میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: محمد، محمد بن ابان بن صالح، عبدالعزیز بن حکم کہتے ہیں ''میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے، وہ ابتداء نماز میں پہلی تکبیر پر اپنے دونوں ہاتھ دونوں کانوں کے مقابل اٹھاتے، پھر اس کے علاوہ نہیں اٹھاتے ...... الخ

(میں کہتا ہوں): ...... ابن عمر رضی اللہ عنہ کا مذہب مشہور ہے اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور اس کے ثبوت بے شمار ہیں۔ اور یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے۔ خود محمد اور اس کے استاد محمد بن ابان دونوں کے احوال گزر چکے ہیں۔ پھر عبدالعزیز بن حکیم بھی مختلف فیہ ہے۔ لہٰذا ان کے ساتھ ان کے مذہب کی تلبیس نہیں کی جاسکتی (یعنی اس روایت کے ذریعہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے مذہب کو غلط قرار نہیں دیا جاسکتا)

(اُن کا کہنا ہے): ...... ان ہی میں سے ابن عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرا اثر بھی ہے، جس کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں اور طحاوی نے معانی الآثار میں روایت کیا ہے ...... الخ

(میں کہتا ہوں): ...... ابن اَبی شیبہ اور طحاوی دونوں کی سندوں کا دارو مدار " ابو بکر بن عیاش عن حصین " ہے۔ اور ابو بکر ساقط الاعتبار ہے اس لیے کہ اس کا حافظہ آخری عمر میں بگڑ گیا تھا جیسا کہ تقریب ص ۵۷۶ پر ہے اور حصین کے بارے میں آپ کو معلوم ہو ہی چکا ہے کہ وہ بھی نا قابل حجت ہے۔ اور پھر اس حدیث میں شذوذ ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ جزء رفع الیدین ص ۳۲ میں لکھتے ہیں:

" فقد خولف فی ذلك عن مجاهد قال وكيع عن الربيع بن الصبيح قال رايت مجاهدا يرفع يديه اذا ركع ، واذا رفع راسه من الركوع . وقال جرير عن ليث عن مجاهد انه كان ير فع يديه . وهذا احفظ عند اهل العلم . قال صدقة ان الذی يروی حديث مجاهد عن ابن أبی عمر انه لم يرفع يديه الا فی اول التكبيرة ، كان صاحبه فقد تغير بآخره ، والذی روا الربيع وليث اولی مع ان طائو سا وسالما ونافعا وابا الزبير ومحارب بن دثار وغير هم قال : راينا ابن عمر يرفع يديه اذا كبرو واذا رفع . "

وايضا يكون الامر موقوفا على ظن المقلد ولا ظن له اصلا قال السندى فى (حواشى فتح القدير) "اذا قلنا بعدم جواز العمل بالاحاديث بسبب الظن فى ثبوت الاحاديث عند المقَلد. نقول ان ظنه لاعبرة به فتجب ان لاتكون لظنه عبرة فى الاقوال المنقولة عن المجتهدين فحينئذ ينبغى ان لايجوز لهم العمل بتلك الاقوال بل ينبغى ان يجب عليهم الرجوع الى المجتهدين الاحياء. وهم فرضوا ان ليس فى الدنيا مجتهد حى فينبغى ان يسقط عن العوام التكليف بل عن العالم التكاليف غالبها لظهور انهم لايأخذون فيها بالاحاديث ولاباقوال المجتهدين للزوم العمل بالظن وظنهم لاعبرة به ولا مجتهد فيهم حتى يتبعه غيره وهذا كما ترى مصيبة عظيمة" <اهـ>.

ثم غاية ما فيه انه ليس له اهلية التمييز فعلى هذا ان سلمنا يخشى عليه العمل بالمنسوخ اوالضعيف، فهو وان كان مخطئا فى اخذه ولكن مصيب بحسب طاقته ﴿ولا يكلف اللّٰهنفسا الاوسعها﴾ (البقرة) بل هو مأجور لانه سعى فى طاعة رسول اللّٰه ﷺ الذى هو مأمور بطاعته ونوى اتباعه "وانما الاعمال بالنيات" الحديث، متفق عليه. واما لو تبع غير النبى ﷺ فهو وان اصاب مخطئ بل آثم لانه احدث شيئا من عند نفسه فتبع من لم يؤمر باتباعه فما ظنك به ان اخطأ وذلك اقرب من الاول واكثر فهذه مصيبة على المصيبة.

قوله: وحصول اين علم مر غير مجتهد راميسر نشود الخ.

اقول: يرد عليه قوله تعالى ﴿ والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا﴾ (العنكبوت) واما القياس على غير الغواض فباطل فى مقابلة النص فقال النبى ﷺ "اذا حكم حاكم فاجتهد فاصاب فله اجران واذا حكم ثم اخطأ فله اجر" اخرجاه من عمرو بن العاص وابى هريرة ولو صح لكان منه عين الباطل؛ لانه ليس هذا موقوفا على كلام النبى ﷺ بل اقوال من بعده ايضا بلا ولى لان كلام اللّٰه وكلام رسوله ﷺ اقرب الى الافهام وادنى الى اصابة المرام فانه ابلغ الكلام بالاجماع واعذبه فى الافواه والاسماع واقربه الى الفهم والانتفاع ولاينكر هذا الا جلمود الطباع ومن لا حظ له فى النفع والانتفاع والافهام التى فهم بها الصحابة الكلام الالهى والخطاب النبوى وهى كافها منا واحلامهم كا حالامنا اذ لوكانت الافهام متفاوتة تفاوتا يسقط معه

یعنی اس حدیث کے مجاہد سے روایت کرنے میں اختلاف ہے، وکیع ربیع بن صبیح سے بیان کرتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے مجاہد کو رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھا ہے ۔ جریر لیث سے وہ مجاہد سے بیان کرتے ہیں کہ وہ رفع الیدین کرتا تھا اور یہ اہل علم کے نزدیک زیادہ محفوظ ہے ۔ صدقہ کہتے ہیں جو شخص مجاہد سے ابن عمر کی وہ حدیث روایت کرتا ہے جس میں ہے کہ انہوں نے تکبیر اولیٰ کے علاوہ رفع الیدین نہیں کیا تو یہ وہ شاگرد ہے جس کی آخری عمر میں یاداشت خراب ہوگئی تھی ۔ اور جو ربیع اور لیث بیان کرتے ہیں وہ زیادہ درست ہے ۔ اور اس کے ساتھ ساتھ طاؤس سالم، نافع، ابو زبیر، محارب بن دثار وغیرہ کہتے ہیں کہ ہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

پس مخالفت دو جگہ واقع ہوگئی ہے اور پھر مجاہد کا اپنا عمل اس حدیث کے تکذیب اور مخالفت کرتا ہے ۔

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی کتاب جزء کے ص ۹ پر لکھتے ہیں ۔

" عن ابن معين حديث ابى بكر عن حصين انما هو تو هم منه لا اصل له ".

یعنی ابن معین بیان کرتے ہیں کہ ابو بکر کی حصین سے بیان کردہ وہ حدیث صرف ان کا وہم ہے اس کی کوئی حقیقت اور اصل نہیں ہے ۔

(ان کا کہنا ہے) :...... اس کے بعد طحاوی (شرح معانی الآ ثار میں) رقمطراز ہیں : یہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع الیدین کرتے دیکھا، پھر چھوڑ دیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کے بعد ۔ یہ رفع الیدین چھوڑنا، اس وقت تک ممکن نہیں ہوسکتا تھا جب تک ابن عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کا منسوخ ہونا ثابت نہیں ہوجاتا ۔ اس سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل دیکھا ہے اسی سے اس پر حجت و دلیل قائم ہوئی ہے۔

(میں کہتا ہوں) :...... اس پر جو اعتراضات ہیں وہ علی رضی اللہ عنہ کے اثر کے بیان کے تحت گزر چکے ہیں وہاں ملاحظہ کیا جائے ۔

پھر یہ کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے جزء ص ۹ پر لکھا ہے کہ:

"انه لم يحفظ من ابن عمر الا ان يكون سهى ، كما يسهو الرجل فى الصلاة فى الشيء بعد الشى ، كما ان اصحاب محمد ﷺ ربما يسهون فى الصلاة فيسهون فى الركعتين ، وفى الثلاث ، الا ترى ان ابن عمر كان يرمى من لا يرفع يديه بالحصىٰ فكيف يترك ابن عمر شيئا يا مر به غيره وقد يرى النبى ﷺ فعله . "

''ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرنے والا خود بھول گیا ہے جس طرح کہ آدمی نماز میں بعض چیزیں

فهم العبارات الالهية والا حاديث النبوية لما كنا مكلفين ولا مأمورين ومنهيين لااجتهادا ولا تقليدا اما الاول فلاستحالته واما الثانى فلانا لانقلد حتى نعلم انه يجوز لنا التقليد ولانعلم ذلك الا بعد فهم الدليل من الكتاب والسنة على جوازه لتصريحهم بانه لايجوز التقليد فى جواز التقليد فهذا الفهم الذى فهمنا به هذا الدليل نفهم به غيره من الأدلة من كثير وقليله على انه شهد المصطفى ﷺ بانه يأ تى من بعده من هو افقه ممن فى عصره واوعى لِكلامه حيث قال "فرب مبلغ افقه من سامع وفى لفظ "اوعى له من سامع" قاله الامير اليمانى فى (سبل السلام - ج٤ ص٩٤)".

قوله: پس لازم باشد غير غواص را كه عامى يا عالم غير مجتهدتا دامن غواص. الخ.

اقول: كما انه لااهلية له على قولكم لمعرفة الاحاديث كذلك ليس اهلا لمعرفة من هو اهل للتشبث به فدار الامر على ما تخشونه من العواقب بل هى ورطة فى ورطة، فالاولى: ان يتشبث بمن يستحيل عليه الخطأ وهو الذى فرض علينا طاعته ﷺ. ثم الظاهر من كلامه هذا ان اخذ الاحكام من الكتاب والسنة بدون واسطة مشكل ويرد عليه قوله تعالى ﴿يريد الله بكم اليسر ولايريد بكم العسر﴾ (البقرة) وقوله ﴿ وما جعل عليكم فى الدين من حرج ﴾ (الحج) وقوله ﴿فانما يسرناه بلسانك لعلهم يتذكرون﴾ (الدخان) وفى الحديث "وايم الله لقد تركتكم مثل البيضاء ليلها ونهارها سواء". اخرجه ابن ماجة وغيره من الاحاديث ومدلول الكريمات والروايات ان الدين سهل الاخذ والحصول من الاصلين فلا يقبل قوله فى مقابلة قول من انزلهما فانه اعلم بما انزل حيث قال ﴿كتاب احكمت آياته ثم فصلت من لدن حكيم خبير ﴾ (هود) وقال ﴿ثم ان علينا بيانه﴾ (القيامة)، ولا فى معارضة قول من بلغهما الينا من الله تعالى وهو اعلم ممن بعده، فقال الله تعالى ﴿وانزلنا اليك الذكر لتبين للناس ما نزل اليهم لعلهم يتفكرون﴾ (النحل) بل هذا من سوء الادب فى جنابه ﷺ ان يتسلل من احاديثه لواذا متعذرا بانى عامى، او لا افهم المراد، او لا ادرى المحكم منها او المنسوخ او المؤول، او لا احسن اخذ المسائل منها اولا اقدرعلى الاستنباط والاجتهاد. ثم يسهل عليه اقوال الناس:

بھول جاتا ہے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کبھی نماز میں بھول جاتے کہ دو رکعتیں پڑھی ہیں یا تین ، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نماز میں رفع الیدین نہ کرنے والوں کو کنکریاں مارتے تھے ، لہٰذا ابن عمر رضی اللہ عنہ ایسے کام کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں جس کے کرنے کا وہ دوسروں کو حکم کرتے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔

ان کا کہنا ہے:...... اس کو ابن ہمام نے تحریر الاصول میں اور دہلوی نے بھی نقل کیا ہے...... الخ

میں کہتا ہوں:...... محض ان کا وارد کرنا یا ذکر کر دینا کوئی سودمند نہیں جبکہ وہ حدیث روایتاً ودرایتاً ضعیف اور کمزور ہے۔

ان کا کہنا ہے:...... اس حدیث میں طحاوی کی سند صحیح ہے. انتہیٰ

میں کہتا ہوں:...... یہ کہاں ہے؟ جبکہ ابن معین نے کہا ہے کہ اس کی کوئی حقیقت اور اصل نہیں وہ اس فن کے امام ہیں۔ اور پھر امام بخاری نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ اور اللہ نے حدیث کی حفاظت کے لیے کچھ خاص لوگوں کو پیدا کیا تھا (جن میں سے بخاری وابن معین بھی ہیں)۔

ان کا کہنا ہے:...... ابن ابی شیبہ کہتے ہیں: جن لوگوں سے رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین نہ کرنا مروی ہے، وہ حضرت علی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے صحبت یافتہ وشاگرد ہیں اور ابراہیم نخعی، خیثمہ، قیس، ابن ابی لیلیٰ، مجاہد، اسود، شعبی، ابو اسحٰق ہیں۔ میں کہتا ہوں یہی قول امام ابوحنیفہ، امام مالک اور دیگر حضرات کا ہے۔

میں کہتا ہوں:...... علی اور ابن مسعود کے شاگردوں کے اثر کی سند میں ابو اسحاق ہے، آخری عمر میں وہ مختلط ہو گئے تھے۔ (التقریب ص۳۹۳) اور پھر اصحاب ابن مسعود یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد کون ہیں معلوم نہیں۔

❀:...... نخعی کے اثر میں ابو بکر بن عیاش ہے جس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے اور دوسرے میں حصین ہے جس کا بھی ذکر ہو چکا ہے کہ وہ بھی مختلط ہو گئے تھے۔ اور اس کی متابعت کرنے والا المغیرہ بن مقسم مدلس ہے خصوصاً وہ ابراہیم سے تدلیس کرتا ہے۔ (تقریب ص۵۰۴)

❀:...... ابن خیثمہ کے اثر میں حجاج بن ارطاۃ ہے اور وہ بہت زیادہ خطا کرنے والا اور تدلیس کرنے والا ہے (تقریب ص ۹۷) اور یہاں اس نے عنعنہ سے روایت کیا ہے۔

❀:...... قیس کے اثر میں اسماعیل بن ابی خالد ہے اور وہ مرتبہ ثانیہ میں ہے اور مدلس ہے جیسا کہ طبقات ابن حجر میں ہے۔ اور مد مقابل کے نزدیک بھی ان جیسے لوگوں سے حجت نہیں لی جاسکتی، جیسا کہ گزر

فیذهب فیخرّج منها مسائل حتی من مسئلة واحدة ما لا یحصی من التخریجات، ویوفق بین روایات الامام بعضها علی بعض ویقوی هذا ویضعف هذا، ویمیز بین القول القدیم والجدید؛ حتی یقدر بل یجترأ علی التأویل فی الاحادیث التی ترد علی قول امامه! ویردها بالاقیسة المخترعة عنده ویوهنها بالظنون الکائنة فی قلبه.
قال القسطلانی فی (المواهب اللدنیة - ج۲ ص۷۸) "ومن الادب معه ﷺ ان لایستشکل قوله ﷺ بل تستشکل الاراء بقوله علیه السلام، ولایعارض نصه بالقیاس بل تستشکل الاراء بقوله علیه السلام، ولایعارض نصه بالقیاس بل تهدر الاقیسة وتلقی لنصوصه" <اهـ>.
ولا یحرف کلامه عن حقیقة لخیال مخالف تسمیه اصحابه معقولا نعم هو مجهول و عن الصواب معزول ولایتوفق قبول ما جاء علی موافقة احد فکل هذا من قلة الادب معه وهو عین الجرأة علیه ﷺ، ومن الادب معه ﷺ کما التسلیم له والانقیاد لامره تلقی خبره بالقبول والتصدیق دون ان یحمله معارضة خیال باطل یسمیه معقولا او شبهة او شکا او یقدم علیه آراء الرجال وزیالات اذهانهم فیوحد التحکیم والتسلیم والانقیاد والاذعان کما وحد الرسل بالعبادة والخضوع والذل والانابة والتوکل فهما توحید ان لا نجاة للعبد من عذاب الله الا بهما توحیدان المرسل و توحید متابعة الرسول ﷺ فلا یتحاکم الی غیر ولا یرضی بحکم غیر.
وقد وقع الفراغ من تنقید رسالة کشف الدین.
وظهر الحق علی الباطل بالغلبة والدین.
بل کالذی عجلت به المنیة والدین.
وازلنا عن المسئلة الدنس والدین.
بعون الله والعین. والتوفیق لعبده الهین.
وهذا هو لحمده الحین. ولشکره الاین.
وللصلوة والسلام العین. علی رسوله امام الدارین.
زیادة للزین. وصی انة من الشین.
هدی الحیاة الی البین. وقضاء الدین.

چکا ہے۔

❀:......ابن ابی لیلیٰ کے اثر میں مقسم ہے وہ کثیر التدلیس ہے جیسا کہ تقریب ص ۵۳۴ میں ہے اور اس نے سفیان بن مسلم الجہنی سے عنعنہ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور پھر ہم اس کے حالات سے بھی واقف نہیں ہوئے۔ (یعنی ہمیں معلوم نہیں ہوا کہ یہ کون ہے) اور اس میں رفع الیدین کا انکار نہیں ہے۔ اور پھر ابن ابی لیلیٰ احناف کے نزدیک قابل حجت بھی نہیں ہے جیسا کہ عمدۃ القاری ص ۱۱۳ میں مذکور ہے۔

❀:......مجاہد کا اثر: ابن عمر کی حدیث کے ضمن میں گزر چکا ہے۔

❀:...... اسود کے اثر میں شریک بن عبداللہ نخعی ہے اس کا حافظہ خراب ہوگیا تھا جیسا کہ تقریب ص ۲۲۴ میں ہے۔ اور اس کا استاد جابر بن یزید جعفی کذاب مشہور ہے۔ اس کو شعبی، ایوب سختیانی، لیث بن ابی سلیم، ابراہیم جوز جانی، سعید بن جبیر، احمد بن خداش وغیرہ نے کذاب اور جھوٹا قرار دیا ہے۔
(تہذیب ج ۳ ص ۴۷۔۴۹)

ابوحنیفہ کہتے ہیں:

"مارایت فیمن لقیت اکذب منه ما اتیته بشیء من رای الا جاء نی فیه بحدیث" (العینی ج ۲ ص ۷۵۰، وزیلعی ج ۲ ص ۷)

یعنی میں نے جن سے بھی ملاقات کی ہے ان میں سے اس (جابر جعفی) سے زیادہ جھوٹا کسی کو نہیں پایا، میں اس کو اپنی رائے سے کوئی بھی بات کہتا وہ اس بارے میں ضرور کوئی نہ کوئی حدیث پیش کرتا۔

❀:...... شعبی کے اثر میں اشعث بن سوار کندی ہے اس کو ابوزرعہ، نسائی، ابن معین، اور دار قطنی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن المثنیٰ کہتے ہیں میں نے یحییٰ اور عبدالرحمٰن دونوں کو اس سے حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا۔ ابن حبان کہتے ہیں وہ فاحش الغلط، اور کثیر الوہم ہے (یعنی فحش غلطی کرنے والا بہت زیادہ وہمی ہے) (المیزان ج ۱ ص ۱۲۲)

تقریب ص ۲۹ میں بھی اس کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

❀:...... ابواسحاق: مصنف میں اس کا کوئی اپنا اثر نہیں ہے بلکہ علی اور ابن مسعود کے شاگردوں کے اثر اس کی سند سے ہے اور اس کا حال بھی گزر چکا ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام عبداللہ بن المبارک کا ایک دلچسپ مکالمہ

ان کا کہنا ہے:......اور یہی قول امام ابوحنیفہ اور امام مالک وغیرہ کا بھی ہے۔

میں کہتا ہوں:...... ابوحنیفہ نے ابن مبارک کے ساتھ گفتگو میں خاموشی اختیار کی تھی۔ جزء البخاری ص ۱۹ میں ہے۔

" ولقد قال ابن مبارك كنت اصلي الى جانب نعمان بن ثابت فرفعت يدي ، فقال : انما خشيت ان تطير ، فقلت : ان لم أطير في اوله لم أطير في الثانية ، قال وكيع : رحمه الله على ابن المبارك ، كان حاضر الجواب ، فتحير الآخر ."

''ابن المبارک کہتے ہیں کہ میں نعمان بن ثابت (ابوحنیفہ) کے پہلو میں نماز پڑھ رہا تھا اور میں نے رفع الیدین کیا تو انہوں نے کہا کہ مجھے تو اندیشہ ہوا تھا کہ تو اڑ جائے گا۔ میں نے کہا اگر میں پہلی مرتبہ نہیں اڑ سکا تو دوسری مرتبہ بھی نہیں اڑسکتا۔ (مطلب یہ تھا کہ شروع میں آپ بھی رفع الیدین کرتے ہیں پھر آپ نہیں اڑ سکے تو میں کیسے اڑسکتا تھا) وکیع کہتے ہیں کہ ابن مبارک پر اللہ کی رحمت ہو وہ بڑا حاضر جواب تھا چنانچہ دوسرا شخص (ابوحنیفہ) حیران رہ گیا (یعنی ان سے کوئی جواب نہ بن پایا اس کو ابن قتیبہ نے تاویل مختلف الحدیث ص ٦٦ میں ، بیہقی نے اپنی (سنن ج٢ص٨٢) میں خطیب نے اپنی (تاریخ ج١٣ص٣٨٩) میں ذکر کیا ہے۔''

امام مالک کا صحیح مذہب اور دوسرا قول رفع الیدین کرنا ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ ابن رشد اپنی کتاب مقدمات الممندات ص٤ پر لکھتے ہیں :

" وهي رواية شاذة ضعيفة خاملة ."

یعنی یہ (ترک رفع الیدین کی) روایت شاذ ،ضعیف اور کمزور ہے۔

چنانچہ امام مالک سے ترک رفع الیدین کی روایت ضعیف اور متروک ہے اور آپ نے اس سے رجوع کیا ہے۔ ابن وہب، ولید بن مسلم ، اشہب ، ابومصعب اور سعید بن ابی مریم کہتے ہیں آپ ابن عمر کی حدیث کی بنا پر مرتے دم تک رفع الیدین کرتے رہے ہیں۔ ابوعبیدہ بن احمد کہتے ہیں میں آپ کی وفات سے ایک سال بیشتر آپ کے ساتھ رہا اور آپ کا جب انتقال ہوا اس وقت بھی آپ رفع الیدین کرتے تھے۔ ابن وہب کہتے ہیں یہ ہمیشہ سے آپ کی نماز رہی ہے۔ (التمہید ابن عبدالبر)

الفصل الثانی

(اُن کا کہنا ہے) :...... ان احادیث میں جو دونوں حالتوں میں رفع الیدین نہ کرنے کے بارے میں حنفیہ کے طریق ترجیح سے متعلق ہیں۔

(میں کہتا ہوں) :...... ترجیح تو تعارض کی فرع ہے اور تعارض اس وقت تک لازم نہیں آتا جب تک دونوں طرف کی روایتیں صحت میں برابر نہ ہوں۔ اور یہاں معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔

(ان کا کہنا ہے) :...... رفع الیدین کرنے اور نہ کرنے دونوں کے متعلق احادیث آئی ہیں ۔ امام ابو حنیفہ نے چند وجوہ کی بنا پر رفع الیدین نہ کرنے کو ترجیح دی ہے ۔

(میں کہتا ہوں) :...... یہ قول ایسا ہے کہ اس کے کہنے والے کے لیے کوئی سند نہیں اور جو وجوہات انہوں نے ذکر کی ہیں ان کا امام صاحب کی طرف نسبت کرنا کسی طور بھی درست نہیں ہے ۔

پھر وہ وجوہات بھی مد مقابل کے لیے کوئی سود مند نہیں ہیں ۔

اول :...... صحیح یا حسن تو درکنار ایک ضعیف حدیث بھی نہیں جو رفع الیدین نہ کرنے پر دلالت کرتی ہوں ۔

دوم:...... ترک رفع الیدین ثابت ہی نہیں ہے ۔ لہٰذا اصول کی طرف رجوع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور یہ کہ حاکم ج ۲ص ۵۶۸ کی حدیث میں ہے رفع الیدین کرنا فروتنی اور عاجزی ہے اور یہ حالت اس سے کمتر نہیں ہے جس پر مخدوم صاحب نے اعتماد کیا ہے ۔

ســـــوم : ...... یہ اصول اور جو اس میں مفاسد ہیں جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے یہ صریح حدیث کی مخالفت پر موقوف ہے ۔ اور مجاہد کی روایت رکوع میں جاتے اور رکوع سے اُٹھتے وقت رفع الیدین کے ترک پر نص نہیں ہے لہٰذا وہ منصوص کا کیسے مخالف ہوسکتا ہے ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ ترجیح بلا مرجح ہے بلکہ رفع الیدین کے اثبات کی احادیث کو ان روایات کے جو مجروح اور مدخول فیہا ہیں اگر ہم برابر بھی تسلیم کریں تب بھی بہت سی وجوہات کی بنا پر اثبات کی روایات کو ترجیح حاصل ہے ۔

مثلاً (۱) کثرت تعداد (۲) راوی کا زیادہ ،مضبوط زیادہ حافظ ہونا (۳) سب کا متفق العدالۃ ہونا (۴) کثرت مخارج (۵) ان کی اسناد کا حجازی ہونا (۶) مرفوع ہونے پر اتفاق ہونا (۷) متصل ہونے پر اتفاق ہونا (۸) پھر قول کا متصل مقارن ہونا (۹) ان اقوال کا سنت کے موافق ہونا (۱۰) خلفاء راشدین کے عمل سے مضبوط ہونا (۱۱) قرون اولیٰ (پہلی صدیوں) میں امت کا اس پر عمل پیرا ہونا جیسا کہ ابن القیم نے اعلام الموقعین ج ۲ص ۳ طبع ہند میں اس کی وضاحت کی ہے (۱۲) اسی طرح اس کا منطوق ہونا (۱۳) دونوں فریقوں کا اس کو صریح قرار دینا (۱۴) اسی طرح دونوں کا اس کو ثابت کرنا (۱۵) اور اس کا زیادتی کا متضمن ہونا اور اہل فن کے نزدیک ثقات کی زیادتی مقبول ہے ۔ حازمی نے ان تمام وجوہات کو مقدمۃ الاعتبار میں ذکر کیا ہے ۔

اور ان کا راوی کے فقہ کے بارے میں جو کہنا ہے وہ اپنی جگہ پر آئے گا ۔ ان شاء اللہ اور جہاں تک امام صاحب کی طرف نسبت کا مسئلہ ہے اس کے لیے ایسے ثبوت کی ضرورت ہے جس پر اعماد کیا جا سکے اور وہ سند ایسی سند ہو جو واقعی امام صاحب تک پہنچے ۔

ان کا کہنا ہے :...... اگر یہ کہا جائے قسطلانی نے شرح بخاری میں ، ابو بکر بن عیاش کو ضعیف کہا ہے ، میں کہتا ہوں اس کو ضعیف کہنا خود ان کے ضعیف ہونے پر دلالت کرتا ہے ، اس لیے کہ بخاری ومسلم نے اس کی توثیق کی ہے ، اور دونوں نے اس کی احادیث روایت کی ہیں اور اصحاب سنن اربعہ نے اس کی احادیث کی تخریج کی ہے۔

پس صحیحین کے رواۃ پر جرح قابل سماعت ہی نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں :...... ان کو امام قسطلانی وغیرہ نے اس کے حافظہ کے خراب ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور جس نے ان کو ثقہ صدوق قرار دیا ہے یا ان کی تعریف کی ہے تو وہ ان کی ذات کی وجہ سے ہے اور ہم اس کا انکار نہیں کرتے ۔ اسی لیے ان کی وہی حدیثیں قبول کی جائیں گی جو تغیر اور خرابی حافظہ سے پہلے بیان کی ہوں ، نہ کہ اس طرح کی روایتیں جو زیر بحث ہیں (اس لیے کہ یہ حدیث انہوں نے حافظہ کے خراب ہونے کے بعد بیان کی ہے) اور جو اس کے مخالف دعویٰ کرے اس کی وضاحت کرنا اس کے ذمہ ہے اور صحیحین کی حدیثیں (جو ان سے مروی ہیں) وہ ان کی خرابی حافظہ سے قبل بیان کی ہوئی روایات ہیں جیسا کہ حفاظ نے اس کی وضاحت کی ہے خصوصاً امام سیوطی نے جو کہ مخدوم صاحب کے نزدیک بمنزلہ خاتم اور مہر کے ہیں۔ لہٰذا مخدوم صاحب کے اس تضعیف کے قول کو ضعیف قرار دینا نا قابل توجہ ہے۔

ان کا کہنا ہے :...... چوتھے رفع الیدین کرنے میں جس طرح احادیث مرویہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سند ہے اسی طرح رفع الیدین نہ کرنے میں قوی تر احادیثِ مرویہ میں ابن مسعود کی حدیث ہے۔ ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ترجیح دی ہے ، اس لیے کہ وہ خلفاء اربعہ کے بعد افقہ الصحابہ ہیں ۔ امام ابو حنیفہ کا اصول ہے ، فقہی کی روایت پرہیز گار کی روایت پر ترجیح رکھتی ہے ۔ اس کا جمع ہونا ظاہر ہے ، اس لیے کہ دونوں صحابی ابن عمر ابن مسعود رضی اللہ عنہ اگر چہ فقہ وورع کے جامع ہیں ، مگر ابن مسعود رضی اللہ عنہ فقیہ ہیں ، اور ابن عمر رضی اللہ عنہ میں دراصل فقہ سے زیادہ ورع (پرہیز گاری) ہے۔

میں کہتا ہوں :...... ان دونوں احادیث کا تقابل انتہائی تعجب انگیز ہے ۔ اور جس کو انہوں نے قوی ترین قرار دیا ہے وہ ضعیف ترین روایت ہے جس پر اعتماد کیا جائے ، جیسا کہ ہم نے ابن حبان کے نص کو ذکر کیا ہے اور ابن عمر کی حدیث کی صحت کے بارے میں دونوں فریقوں کا کوئی کلام یا اعتراض نہیں ہے ۔ (یعنی دونوں فریق اس کی صحت پر متفق ہیں)

جبکہ فقہی طور پر اس کو ترجیح دینا یہ ایسا نہیں جس طرح مخدوم صاحب نے کہا ہے بلکہ حازمی الاعتبار ص ۱۵ پر مرجحہ وجوہات کے تحت لکھتے ہیں :

" الوجه الثالث والعشرون ان يكون رواة احد الحديثين مع تساويهم في

الحفظ والاتقان فقهاء عارفين باجتناء الاحكام من مثمرات الالفاظ فالاستروا ح الى حديث الفقهاء اولىٰ."

دونوں حدیثوں میں سے کسی ایک کے راوی حفظ واتقان میں برابری کے ساتھ فقیہ ہوں الفاظ مثمرات سے احکام استنباط کر سکتے ہوں تو اس صورت میں فقہاء کی حدیث کی طرف مائل ہونا اولیٰ ہے۔

اور شرح المنار ص ۱۴۴۔۱۴۵ میں بھی یہی وضاحت ہے۔ اور جس بارے میں ہم گفتگو کر رہے ہیں اس میں تساوی اور برابری مفقود ہے۔ پھر مخدوم ساحب نے خود تسلیم کیا ہے کہ دونوں صحابی اہل فقہ میں سے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

" وان كانا جامعين بين الفقه والورع ."

اگر چہ یہ دونوں فقہ اور تقویٰ اور ورع کے حامل ہیں۔

لہٰذا جب شرط مفقود ہوگئی تو مشرود بھی مفقود ہوگئی۔ اور پھر صحیح بات یہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین کرنا ثابت ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

اور پھر ابو ہریرہ، انس، معاذ، عقبہ بن عامر، ابن عباس، ابن الزبیر، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم فقہ میں آپ سے کمتر نہ تھے۔ اگر چہ ان میں سے بعض بعض سے کم جانتے ہیں۔ نور الانوار ص ۱۴۴ پر لکھا ہے:

" والراوى ان عرف بالفقه والتقدم فى الا جتهاد ، كالخلفاء الراشدين و العبادلة - هو جمع عبد ل ، مرخم عبد الله ، المراد بهم عبد الله بن مسعود ، و عبدالله بن عمر ، وعبد الله بن عباس ، وقيل عبدالله بن الزبير ويلحق بهم زيد بن ثابت و ابى بن كعب ومعاذ بن جبل وعائشة وابو موسىٰ الاشعرى ".

یعنی اور اگر راوی فقہ اور اجتہاد میں مقدم ہونے میں معروف ہو جیسا کہ خلفائے راشدین اور عبادلہ ہیں۔ یہ عبدل کی جمع ہے جو کہ عبداللہ کا مرخم (اختصار) ہے۔ ان سے مراد عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس ایک قول کے مطابق عبداللہ بن زبیر بھی۔ ان کے ساتھ زید بن ثابت، ابی بن کعب، معاذ بن جبل، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔ اور ان میں سے اکثر جیسا کہ ہم نے سیوطی سے نقل کیا ہے کہ رفع الیدین کی حدیث کے راوی ہیں اسی طرح سعد بن ابی وقاص کہ ان کی حدیث کا ذکر عبداللہ بن مسعود کی حدیث کے ساتھ ہو چکا ہے۔

پھر مخدوم صاحب نے خلفاء اربعہ کے علاوہ جن کا تذکرہ اور شمار کیا ہے وہ بھی رفع الیدین بیان کرنے والے راویوں میں سے ہیں۔ ہم نے ان تینوں حدیثوں کو بیان کر دیا ہے۔ اور عثمان کی طرف محدثین میں

سے حاکم اور بیہقی وغیرہ نے اشارہ کیا ہے جیسا کہ نصب الرایہ ج ا ص ۴۱۸ پر ہے۔ لہٰذا مخدوم صاحب کے فارمولے اور طریقے کے مطابق رفع الیدین کے اثبات والی حدیث کے لیے ترجیح ثابت ہوتی ہے۔ والحمد للہ۔

اور ان کا ابن عمر رضی اللہ عنہ کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فقہ میں کمتر قرار دینے کو ملا جیون نے بھی مسترد کر دیا ہے اور ابن حزم نے اپنی کتاب الاحکام ج ۵ ص ۹۲ پر ان دونوں کو ایک ہی درجہ میں شمار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

"المکثرون من الصحابة رضی الله عنهم فیما روی عنهم من الفتیا عائشة، ام المؤمنین، عمر بن الخطاب، ابنه عبدالله علی بن طالب، عبدالله بن العباس، عبدالله بن مسعود، زید بن ثابت."

یعنی صحابہ کرام میں سے بکثرت حدیث بیان کرنے والوں میں جن سے فتاوی بھی مروی ہیں عائشہ ام المؤمنین، عمر بن خطاب، ان کا بیٹا عبداللہ، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود اور زید بن ثابت ہیں۔

اور یہ ترجیح کو باطل قرار دیتا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی فقاہت انتہائی مشہور تھی۔ زہری کہتے ہیں کہ ابن مسعود کی فقاہت ابن عمر کی رائے اور فقاہت کے برابر اور مساوی نہیں تھی۔ اس لیے کہ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساٹھ سال تک زندہ رہے اور آپ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معاملات میں سے کچھ بھی مخفی نہیں رہا، اس کو امام نووی نے تہذیب الاسماء ج ا ص ۲۷۹ میں ذکر کیا ہے۔ اور التہذیب ج ا ص ۳۳۰ میں امام مالک سے مروی ہے کہ انہوں (ابن عمر) نے ساٹھ سال تک لوگوں کو فتویٰ دیا۔ اسی طرح ابن عبدالبر کی الاستیعاب ج ا ص ۳۶۹ میں ہے:

"ویقولون انه کان من اعلم الصحابة بمناسك الحج."

یعنی لوگ کہتے ہیں کہ وہ تمام صحابہ کرام میں سے مناسک حج کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور یہ بھی ہے کہ اجتہاد کی وسعت اور اس کی تنگی فقاہت کی کثرت وقلت کا دارو مدار روایات کے استیعاب اور استقصاء اور اس کی تہہ تک پہنچنے پر ہے جب کہ ابن مسعود کی احادیث کی تعداد ابن عمر کی احادیث کے نصف کے برابر ہے۔ نووی نے (تہذیب ج ا ص ۲۸۹) میں نقل کیا ہے۔

"له الفاو ستمائة وثلاثین حدیثا ولا بن مسعود ثمان مائة وثمانیة واربعین حدیثًا اعن رسول الله ﷺ."

یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کردہ احادیث کی تعداد ایک ہزار چھ سو تیس (۱۶۳۰) ہے جبکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ احادیث کی تعداد آٹھ سو اڑتالیس (۸۴۸) ہے۔

اور پھر ان کا کہنا "واخذ الفقه ممن له کمال فی الفقه" الخ یعنی انہوں نے اس سے فقہ

حاصل کیا جس کو فقہ میں کمال حاصل تھا۔ یہ صحابی کے بارے میں انتہائی توہین آمیز الفاظ ہیں، اس لیے کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ابن عمر فقہ میں غیر کامل تھے۔ اور یہ ایک صحابی کے حق میں سوء ادب ہونے کے ساتھ ساتھ اس پر عبارت مذکورہ رد بھی کرتی ہے کہ یہ کس طرح ہوسکتا ہے (کہ وہ فقیہ نہ ہو) جبکہ وہ ساٹھ سال تک افتاء کے منصب پر فائز رہے۔ لہٰذا وہ اس فن کے بارے میں کامل ترین شخص تھے اور پھر یہ بھی مخدوم صاحب کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ابن مسعود پر ورع اور تقویٰ میں زیادہ فضیلت رکھتے تھے۔ جیسا کہ مخدوم صاحب کا کہنا ہے کہ "ابن مسعود افقه وابن عمر اورع" یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ زیادہ فقیہ تھے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ زیادہ تقویٰ والے تھے۔ اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ فقاہت اور افتاء کی صحت ورع اور تقویٰ پر موقوف ہے اس لیے کہ تقویٰ ان دونوں میں اثر پذیر ہوتا ہے۔

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ترجیح دینے کی بات امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرنا بھی درست نہیں ہے اس کے بارے میں آگے آئے گا۔

ان کا کہنا ہے:...... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی یہ بہت مشہور روایت ہے، جس کو علامہ ابن ہمام نے اس طرح بیان کیا ہے، ابن عیینہ کہتے ہیں، امام ابوحنیفہ اور اوزاعی کی مکہ کے اندر دارالحناطین میں ملاقات ہوئی اوزاعی نے کہا "کوفہ میں کیا بات ہے؟ کہ تم رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین نہیں کرتے۔" "ابوحنیفہ رحمہ اللہ" نے کہا اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کچھ ثابت نہیں۔ "اوزاعی نے کہا" کیسے ثابت نہیں؟ مجھ سے زہری، سالم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت نماز شروع کرتے تھے اور رکوع کرتے تھے اور رکوع سے اٹھتے تھے، رفع یدین کرتے تھے، ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا" مجھ سے حماد ابراہیم علقمہ اور اسود نے عبداللہ سے روایت کیا کہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف نماز شروع کرتے وقت رفع الیدین کرتے تھے پھر کسی وقت نہیں کرتے تھے" اوزاعی نے کہا" میں آپ سے زہری سالم ان کے والد کے حوالہ سے حدیث بیان کرتا ہوں۔ آپ حماد ابراہیم سے روایت کرتے ہیں۔" "ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا" حماد زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اور ابراہیم سالم سے زیادہ فقیہ ہیں۔ اور علقمہ ابن عمر سے فقہ میں کم نہیں اگر چہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو صحابی ہونے کی فضیلت حاصل ہے اور اسود کی بہت فضیلت ہے عبداللہ تو عبداللہ ہی ہیں (ان کی کیا تعریف کی جائے ان کا فقہ میں درجہ اور قربت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم مشہور و معروف ہے۔"

میں کہتا ہوں:...... یہ قصہ روایتاً و درایتاً دونوں طرح سے جھوٹ اور من گھڑت ہے۔ روایتاً اس لیے کہ اس کو شیخ الموفق بن احمد المکی نے مناقب امام ابوحنیفہ ج۱ص۱۳۰ میں اس سند سے تخریج کیا ہے:

"اخبرنی تاج الاسلام ابو سعد السمعانی فی کتابه الی اخبرنا ابو الفرج

سعيد بن ابى الرجاء باصفهان اذنا انا ابو الحصين احمد بن محمد الاسكاف قراة انا الحافظ ابو عبدالله بن مندة انا الا ستاذ ابو محمد الحارثى انبأ محمد بن ابراهيم الرازى انبا سليمان الشاذ كونى سمعت سفيان بن عيينه فذكره . فالشاذ كونى كذبه صالح بن جزرة وقال : يضع الاسانيد فى الوقت ، وقال البغوى : رماه الائمة بالكذب وقال ابو احمد الحاكم : متروك الحديث وكان ابن مهدى يسميه الخائب ، وقال عبدالرزاق : عدو الله الكذاب الخبيث ، جاء الى ههنا كان يفعل كذا وكذا . ثم ذهب الى العراق فذكر : انى حدثت باحاديث . والله ما حدثت بها عن معمر ولا عن الثورى ولا عن ابن حريج ولا سمعت منهم
(كذا فى اللسان ج ٣ ص ٨٤-٨٦)

تاج الاسلام ابوسعد السمعانی نے مجھے اپنے خط میں خبر دی کہا ابوالفرج سعید بن ابی الرجاء نے اصفہان میں با اجازت ہم کو خبر دی، ابوالحصین احمد بن محمد الاسکاف نے خبر دی کہا الحافظ ابوعبداللہ مندہ نے ہم کو خبر دی کہا ہم کو استاد ابومحمد حارثی نے خبر دی کہا ہم کو محمد بن ابراہیم الرازی نے خبر دی کہا ہم کو سلیمان الشاذ کونی نے خبر دی کہا میں نے سفیان بن عیینہ کو سنا پھر انہوں نے روایت ذکر کی۔

الشاذ کونی: صالح بن جزرہ نے اس کو جھوٹا کہا ہے اور کہا کہ '' کان یضع الاسانید فی الوقت'' یعنی وہ اسی وقت اسانید گھڑ لیا کرتا تھا۔ بغوی کہتے ہیں کہ ائمہ حدیث نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے۔ ابواحمد الحاکم کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ ابن مہدی اسے '' الخائب'' یعنی نامراد کہتے ہیں۔ عبدالرزاق کہتے ہیں '' عدو اللہ الکذاب'' یعنی اللہ کا دشمن جھوٹا، خبیث، یہاں آ کر ایسے ایسے کام کرتا تھا اور عراق جا کر کہا کہ میں نے اسے حدیثیں بیان کی ہیں، اللہ کی قسم میں نے وہ حدیثیں بیان ہی نہیں کیں نہ معمر سے نہ ثوری سے نہ ابن جریج سے، اور نہ ہی میں نے اس سے یہ حدیثیں سنی ہیں۔

الجوہر النقی فی ذیل البیہقی ج ۲ ص ۲۸ میں ہے۔

" قال الرازى ليس بشىء متروك الحديث وقال البخارى هو عندى اضعف من كل ضعيف ، وقال ابن معين : ليس بشىء وقال مرة كان يكذب ويضع الحديث ."

رازی کہتے ہیں کہ وہ کسی کھاتے میں نہیں ہے، متروک الحدیث ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ میرے نزدیک تمام ضعیفوں میں سے سب سے زیادہ ضعیف ہے۔ ابن معین کہتے ہیں کہ وہ کسی کام کا نہیں ہے، کبھی

کہتے ہیں کہ وہ جھوٹ بولتا اور حدیثیں گھڑتا ہے۔

اور اس کا شاگرد بھی اس کی طرح ہے۔ دار قطنی کہتے ہیں: "دجال یضع الحدیث" یعنی وہ متروک ہے، دجال ہے حدیثیں وضع کرتا تھا۔ صفار کہتے ہیں کہ محدثین اس کے ضعف وجہ سے اس سے حدیثیں نہیں لیتے تھے۔ شیرویہ کہتے ہیں کہ محدثین اس کے بارے میں کلام کرتے ہیں۔ برقانی کا کہنا ہے کہ وہ بہت ہی برا آدمی تھا۔ خطیب نے اس کی ایک حدیث بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ وہ حدیث ہے جس کو اس کے ہاتھوں نے بنایا ہے۔ ابو احمد حاکم نے اس کو ضعیف قرار دیا، اور کہا کہ اس نے ایسے شیوخ و اساتذہ سے حدیثیں بیان کی ہیں جن کو اس نے پایا ہی نہیں۔ (اللسان ج ۵ ص ۳۲-۳۳)

اس سے روایت کرنے والا وہ استاذ کذاب ہے جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے۔

پھر اس سند میں انقطاع اور تدلیس کا شبہ بھی ہے جیسا کہ امام رازی اور استاد کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے، لہٰذا کسی بھی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس طرح کے جھوٹ کو ایسے شخص کی طرف منسوب کرے جس کے بارے میں اس کا اعتقاد ہو کہ وہ ائمہ دین میں سے ایک امام ہے۔ درایتاً بھی کئی وجوہ کی بنا پر درست نہیں۔

❶ ...... اس کا کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کوئی صحیح روایت ثابت نہیں۔ یہ خلاف ظاہر اور خلاف حقیقت ہے اس لیے کہ اس بارے میں بے شمار حدیثیں مروی ہیں۔ یہاں تک کہ امام ابن القیم نے اعلام الموقعین ج ۲ ص ۳ طبع ہند میں لکھا ہے۔

"کانہ رای عین وقال الشافعی و روی الرفع جمع من الصحابۃ لعلہ لم یرو قط حدیث بعدد اکثر منھم، کذا فی التلخیص الحبیر ص ۸۲".

گویا یہ آنکھوں دیکھا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رفع الیدین کی حدیث کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی اتنی کثیر تعداد نے روایت کیا ہے شاید اتنی کثیر تعداد نے کسی اور حدیث کو روایت نہ کیا ہو۔ اسی طرح تلخیص الحبیر ص ۸۲ میں ہے۔

مخدوم صاحب نے خود اس کو تسلیم کیا ہے پھر اس نے اس روایت پر کیسے اعتماد کر لیا؟ شاید اس لیے کہ وہ یہ کہنا پسند نہ کرتا ہو کہ مقلد اپنے امام سے زیادہ علم رکھتا ہے۔

❷ ...... "زھری عن سالم عن ابیہ" کی سند کو "حامد عن ابراھیم عن علقمۃ والاسود عن ابن مسعود" کی سند کے ساتھ تقابل کرنا۔ اس لیے کہ ان دونوں سندوں کے درمیان جو تفاوت ہے وہ ماہرین فن حدیث کو چھوڑیں بچوں تک کو معلوم ہے اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ ان شاء اللہ۔

❸ ...... اوزاعی رحمہ اللہ نے کہا کہ میں تجھے زہری سے حدیث بیان کرتا ہوں ...... الخ۔ اور امام صاحب کا یہ مجرد ذکر و بیان کرنا، اوزاعی رحمہ اللہ کے سکوت کے منافی ہے۔ آپ اس کو عنقریب جان لیں گے۔

❹ ...... یہ کہ حماد زہری سے زیادہ فقیہ تھا۔ یہ انتہائی تعجب انگیز ہے۔ حماد اور اس جیسے لوگوں کا زہری سے کیا مقابلہ؟ ایوب سختیانی کہتے ہیں:

" ما رایت اعلم من الزهری " (تهذيب النووی ج١ ص ٩٢)

''میں نے زہری سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا۔''

امام ابن حزم الاحکام ج۵ ص ۹۶ میں لکھتے ہیں:

" وقد جمع محمد بن احمد بن مفرج فتاواه فی ثلاثة اسفار ضخمة علی ابواب الفقه . "

محمد بن احمد بن مفرج نے ان کے فتاویٰ کو تین بڑی بڑی ضخیم کتابوں میں فقہی ابواب پر ترتیب دیکر جمع کیا ہے۔

مکحول کہتے ہیں کہ زمین کی پشت پر زہری سے زیادہ گذشتہ سنت کو جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا۔ لیث کہتے ہیں میں نے سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا۔ (التہذیب ج۹ ص ۴۴۹) صفحہ ماضیہ میں ان سے مذکور ہے کہ میں نے ان سے بڑھ کر کسی عالم کو نہیں جانا۔

التقریب ص ۴۰۷ میں ہے

" الفقيه الحافظ متفق علی جلالته واتقانه وثبته وهو من رؤس الطبقة الرابعه "

فقیہ، حافظ، ان کی جلالت شان، اتقان اور پختگی ومضبوطی علم پر سب کا اتفاق ہے اور وہ طبقہ رابعہ کے سرکردہ لوگوں میں سے ہیں۔ جبکہ حماد کو مرگی کا دورہ پڑتا تھا، جن چڑھ جاتا تھا۔ جب اس نے مرجئیہ کے عقیدہ کے موافق بات کرنا شروع کی تو اعمش اس سے (حدیث وغیرہ لینے سے) اجتناب کرنے لگا بلکہ اس کو سلام بھی نہیں کرتا تھا جب وہ بصرہ آیا تو وہاں کے جوان اس سے مذاق اور تمسخر کرنے لگے۔ ایک آدمی نے کہا آپ اس آدمی کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس نے ایک مردہ مرغی سے وطی کیا تو اس کے پیٹ سے ایک انڈا نکلا؟ دوسرے نے اس سے پوچھا آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس نے اپنی بیوی کو سکرجہ (چھوٹی پیالی) کی مانند طلاق دیدی؟ (المیزان ج ١ ص ٢٧٩)

ابن سعد کہتے ہیں کہ آخری عمر میں حماد کا حافظہ خراب ہوگیا تھا، ذہلی کہتے ہیں کہ وہ بہت زیادہ خطا کرنے والا اور کثیر الاوہام تھا۔

مالک کہتے ہیں اس دین میں کوئی بھی مسئلہ درپیش آیا تو اس نے اس میں اپنی رائے پیش کی۔

(التہذیب ج ۳ ص ۱۷۔۱۸)

اور تقریب ص ۱۰۵ پر ہے " لـه اوهام " یعنی اس کے بہت سے اوہام ہیں۔لہٰذا وہ ایک امام پر کیسے فضیلت پا سکتا ہے؟ پھر یہ کہ امام زہری کی توثیق پر سب کا اتفاق ہے جبکہ حماد کو ابن سعد نے ضعیف کہا ہے۔ اعمش کہتے ہیں'' وہ ثقہ نہیں تھا'' ابو حاتم کہتے ہیں'' اس کی حدیث قابل حجت نہیں'' جیسا کہ التہذیب میں ہے۔اور امام عقیلی نے حماد کو ضعفاء میں شمار کیا ہے۔اعمش کا بیان ہے وہ کہتے ہیں، ہم ان کو سچا نہیں سمجھتے تھے۔شعبہ کہتے ہیں وہ یاد نہیں رکھ سکتا تھا۔مغیرہ کا بیان ہے کہ حماد جھوٹ بولتا تھا۔عیسیٰ کہتے ہیں کہ انہوں نے حماد سے حدیث وغیرہ لینا چھوڑ دیا تھا۔

(۵)......ان کا کہنا کہ ابراہیم نخعی سالم سے زیادہ فقیہ تھا (یہ بھی درست نہیں اس لیے کہ) سالم مدینہ کے ان سات مشہور و معروف فقہاء میں سے ہیں جن کے نظریہ اور تفکر پر عدالتی فیصلوں کا مدار تھا۔جیسا کہ التہذیب ج ۳ ص ۴۳۷ میں ہے۔اور ابراہیم عربی بھی صحیح طرح نہیں بول سکتا تھا وہ اعرابی غلطیاں کرتا تھا۔ اور وہ اپنے اس قول کی وجہ سے جس میں اس نے کہا کہ'' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ نہیں تھے'' علماء نے اس پر طعن و تشنیع کیا ہے جیسا کہ المیزان ج ۱ ص ۴۵ پر مذکور ہے۔سالم کی عدالت اور امامت پر اتفاق ہے جبکہ ابراہیم نخعی کے بارے میں امام بیہقی اپنی کتاب جزء القراءۃ ص ۱۴۴ میں لکھتے ہیں۔

" وان كان ثقة فانا نجده يروى عن قوم مجهولين لا يروى عنهم غيره . "

''اگر چہ وہ ثقہ ہے لیکن ہم اس کو ایسے مجہول لوگوں سے روایت کرتے ہوئے پاتے ہیں جن سے اس کے علاوہ کوئی اور روایت نہیں کرتا۔''

پھر یہ کثرت ارسال میں بھی مشہور ہے جیسا کہ التہذیب، المیزان، التقریب، مراسیل ابن ابی حاتم اور علوم الحدیث حاکم وغیرہ کتب میں مذکور ہے۔اور سالم کے برخلاف اس نے کسی ایک بھی صحابی سے سماع نہیں کیا جبکہ سالم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے ملا ہے اور حسن بصری رحمہ اللہ اور ابن سیرین رحمہ اللہ کی طرح وہ کبار طبقہ ثالثہ میں سے ہیں جبکہ نخعی طبقہ خامسہ میں ہے جیسا کہ التقریب میں مذکور ہے۔

(۶)......اس کا قول: علقمہ فقہ میں ابن عمر سے کم نہیں تھا......الخ مصنف کا یہ قول بے ادبی کی انتہا ہے اس لیے کہ اس میں ایک بزرگ صحابی کی تنقیص ہے اگر چہ ہم اس (علقمہ) کی فقاہت کا انکار نہیں کرتے مگر کہاں وہ اور کہاں صحابہ؟ یہ رد المختار ج ۱ ص ۴۰ میں ابن عابدین کے اس قول کی مانند ہے جس میں اس نے کہا تھا۔

" واما سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ فهـو وان كان افضل من ابی حنيفة من حيث

الصحبة فلم يكن فی العلم والا جتهاد ونشر الدين وتدو ين احكامه كابی حنيفه ."

سلمان فارسی رضی اللہ عنہما گرچہ صحابی ہونے کی حیثیت سے ابوحنیفہ سے افضل ہے لیکن علم، اجتہاد، دین کی نشر واشاعت اور احکام دین کی تدوین کرنے میں ابوحنیفہ کے درجے کے نہیں تھے۔ اسی طرح بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بھی ہذیان بکتے ہیں اور چھوٹا منہ بڑی بات کرتے ہیں کہتے ہیں کہ" وہ فقیہ نہیں تھے" خبردار ہرگز ایسا نہیں: اللہ کی قسم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک ادنیٰ صحابی بھی ان کے بعد آنے والوں سے بدرجہا زیادہ فقیہ اور عالم تھے۔ ابن حزم الاحکام ج۵ ص ۸۹ میں لکھتے ہیں۔

" كلهم عدل امام فاضل رضی فرض علينا تو قير هم وتعظيمهم وان نستغفر لهم ونحبهم وتمرة يتصدق بها احد هم افضل من صدقة احدنا بما يملك و جلسة من الواحد منهم مع النبی ﷺ افضل من عبادة احد نا دهره كله وسواء كان من ذكر نا علی عهده عليه السلام صغير ا او بالغا ."

وہ سب (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) عادل، امام، فاضل، پسندیدہ لوگ ہیں، لہٰذا ہم پر فرض ہے کہ ہم ان کی عزت، توقیر وتعظیم کریں اور ان کے لیے استغفار کریں اور ان سے محبت رکھیں، ان میں سے کسی ایک کا ایک کھجور صدقہ کرنا ہم میں سے کوئی اپنی تمام ملکیت جائیداد کو صدقہ کرنے سے زیادہ افضل ہے۔ ان میں سے کسی ایک کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک مرتبہ بھی نشست کرنا ہم میں سے کسی ایک کی ساری زندگی کی عبادت سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے خواہ وہ صحابی آپ ﷺ کے زمانہ میں چھوٹا ہو یا بالغ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ قصہ نہ نقلاً درست ہے اور نہ عقلاً صحیح ہے لہٰذا اس پر اعتماد کرنا اس شخص کی شایان شان نہیں جو اپنے آپ کو اللہ کے دین کے لیے وقف کرے۔

(ان کا کہنا ہے) :...... ابن ہمام رقمطراز ہیں امام ابوحنیفہ نے فقیہ راویوں کی روایت کو ترجیح دی ہے، جس طرح اوزاعی نے عالی سند کو ترجیح دی ہم کہتے ہیں ایسا نہیں ہے بلکہ حنفیہ کے نزدیک کثرت وزیادتی ترجیح کا سبب نہیں ہے۔

(میں کہتا ہوں) :...... ❶ ...... یہ نسبت ثابت ہی نہیں ہے۔

❷ ...... یہاں ترجیح حاصل ہی نہیں ہوئی ہے۔ اگر بالفرض ترجیح کو تسلیم کرلیا جائے تو وہ مد مقابل کے قول کے مطابق اوزاعی رحمہ اللہ کے لیے علو سند کے ساتھ حاصل ہے۔ شرح مسند ابی حنیفہ ص ۲۰ میں ملا علی قاری کہتے ہیں۔

" فی سند الزهری وهم اجلاء فی الرواية مع قلة الواسطة فان اسناده

ثلاثی ."

زہری کی سند کے سب راوی جلیل القدر اور بزرگ ہیں اس کے ساتھ ساتھ اس میں واسطے بھی کم ہیں اس لیے کہ اس کی سند ثلاثی ہے۔ (تین واسطے ہیں)

اور کہا:

" فی حماد عن ابراهیم وهما غیر مشهور فی نقل السند بالنسبة الی ما تقدم مع کثرة الواسطة فان اسناده رباعی ."

''حماد کا ابراہیم سے روایت کرنے کے بارے میں یہ ہے کہ یہ دونوں مقدم الذکر کی بہ نسبت سند کے نقل کرنے میں غیر معروف ہیں۔ اس کے ساتھ اس کا واسطہ بھی زیادہ ہے اس لیے کہ اس کی اسناد رباعی ہے۔ (چار واسطے ہیں)

لہٰذا یہ جلالت شان دوسری ترجیح ہے۔

۳ ...... شیخین نے اس سند کے تمام راویوں سے حجت لی ہے بلکہ دونوں حماد والی سند کے برخلاف اسی سند سے اپنی کتابوں میں حدیثیں لائے ہیں۔ ان دونوں نے حماد سے حجت نہیں لی۔

۴ ...... ابن راہو یہ کے نزدیک یہ اصح الاسانید ہے (اسی طرح احمد کے ہاں بھی) جیسا کہ علوم الحدیث حاکم ص ۵۴ میں ہے اور حاکم نے اس فن کے ائمہ کے اجتہاد کو ذکر کیا ہے جبکہ کسی سے بھی حماد کی سند کا ذکر نہیں کیا۔

(اُن کا کہنا ہے) :...... اور یہی ہمارا اختیار شدہ مسلک ہے، (کہ فقیہ راویوں کو غیر فقیہ راویوں پر ترجیح دیتے ہیں ...... الخ

(میں کہتا ہوں) :...... اس کے متعلقات پیچھے گزر چکے ہیں۔ پھر یہ کہ یہ احناف کے نزدیک بھی متفق علیہ نہیں ہے۔ دیکھئے نور الانوار ص ۱۴۵۔ پھر فقہاء میں سے ابن الھمام وغیرہ نے خود اس کی مخالفت کی ہے۔ امام محمد کی کتاب الآثار ص ۱۴ میں ہے۔

" اخبر نا ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن علقمة بن قیس والاسود بن یزید قال کنا عند ابن مسعود اذا حضرت الصلاة فقام یصلی فقمنا خلفه فاقام احدنا عن یمینه والآخر عن یساره ثم قام بیننا فلما فرغ قال هکذا اصنعوا اذا کنتم ثلاثة و کان اذا رکع طبق وصلی بغیر اذان ولا اقامة قال یجزی اقامة الناس حولنا ، قال محمد : ولسنا ناخذ بقول ابن مسعود فی الثلاثة ".

ہم کو ابو حنیفہ نے خبر دی، اس نے حماد سے اس نے ابراہیم سے اس نے علقمہ بن قیس اور اسود بن یزید سے انہوں نے کہا کہ ہم ابن مسعود کے پاس تھے جب نماز کا وقت ہوا تو وہ نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوگئے ہم بھی آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے آپ نے ہم میں سے ایک کو اپنے دائیں طرف اور دوسرے کو بائیں طرف کھڑا کیا اور خود ہمارے درمیان کھڑے ہوگئے۔ جب نماز سے فارغ ہوگئے تو کہا جب تم تین آدمی ہوتو ایسا ہی کیا کرو۔ آپ جب رکوع کرتے تو اطباق (دونوں ہاتھوں کو ملا کر دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھا) کرتے اور بغیر اذان واقامت کے نماز پڑھتے اور کہتے کہ ہمارے اردگرد کے لوگوں کا اقامت کہنا ہی کافی ہے۔ اور امام محمد کہتے ہیں کہ ان تینوں باتوں میں ہم ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) کے قول کو نہیں لیتے۔

یہ سند بعینہٖ وہی سند ہے جس کے راویوں کو انہوں نے زہری کی سند کے راویوں سے زیادہ فقیہ قرار دیا ہے۔ پھر انہوں نے اس کو ایک ایسی سند کے ساتھ رد کیا ہے جو زہری کی سند سے بھی کمتر ہے۔ وہ " ابو یعفور عن معصب بن سعد عن ابیه " والی سند ہے جیسا کہ طحاویہ ج ا ص ۱۳۵ میں ہے اور اسی طرح آثار ابی یوسف ص ۴۹ میں بھی ہے اور یہ دونوں زہری اور سالم سے کئی درجے کم تر ہیں اور یہ ان دین کے ساتھ کھیل اور تمسخر ہے۔ اللہ ہمیں اس سے بچائے رکھے۔ آمین۔

(ان کا کہنا ہے) :...... شافعی حضرات نے جو رفع الیدین کے قائل ہیں چند وجوہ کی بنا پر رفع الیدین کی احادیث کو ترجیح دی ہے...... الخ

(میں کہتا ہوں) :...... اس بارے میں دونوں جانب میں سے کسی ایک کا صحیح اور درست ہونا ہی کافی ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ اور اہل علم کا بھی اس پر اعتماد ہے۔ باقی وجوہات اس کے فروعات ہیں ان کے متعلقات ہم ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

(ان کا کہنا ہے) :...... رفع الیدین کرنے کی احادیث رفع الیدین نہ کرنے کی احادیث سے زیادہ ہیں، اور زیادہ کے مقابلے میں کم کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

(میں کہتا ہوں) :...... عینی عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۲۰ پر لکھتے ہیں۔

" ان من جملة اسباب الترجيح كثرة عد دالرواة وشهرة المروى حتى اذا كان احد الخبرين يرويه واحد والآخر يرويه الاثنان فالذى يرويه الا ثنان اولى بالعمل به ."

جملہ اسباب ترجیح میں سے راویوں کی تعداد کا زیادہ ہونا اور مروی حدیث کا مشہور ہونا بھی ہے۔ یہاں تک کہ دونوں حدیثوں میں سے ایک حدیث کو ایک راوی بیان کرے اور دوسری حدیث کو دوسرا راوی روایت کریں تو جس حدیث کو دوراوی روایت کریں وہ پہلی حدیث کی نسبت عمل کے لیے زیادہ اولیٰ اور حقدار ہے۔

اور ملا علی قاری المرقاۃ ج۱ص۴۴۲ میں لکھتے ہیں۔

" والکثرة تفید الترجیح فی الرواة . "

یعنی کثرت روایت ترجیح کا فائدہ دیتی ہے۔

امام زیلعی نصب الرایہ ج۱ص ۳۵۹ میں لکھتے ہیں:

" ان جماعة من الحنفیة لا یرون الترجیح بکثرة الروایة وھو قول ضعیف لبعد احتمال الغلط علی العدد الاکثر . "

یعنی احناف میں سے ایک گروہ کے خیال میں کثرت روایت سے ترجیح ثابت نہیں ہوتی، یہ ایک ضعیف اور کمزور قول ہے۔ اس لیے کہ تعداد کے زیادہ ہونے سے غلطی کا احتمال دور ہوجاتا ہے (یعنی کم ہوجاتا ہے) (لہٰذا یہ بھی وجوہ ترجیح میں سے ہے)

اور محدثین کے نزدیک بھی یہی اصول ہے۔

امام حازمی اپنی کتاب الاعتبار ص ۹ پر لکھتے ہیں:

" الوجه الاول کثرة العدد فی الجانبین وھی مؤثرة فی باب الروایة لانھا تقرب مما یوجب العلم وھو التواتر . "

وجہ اول یہ کہ ایک جانب تعداد کی کثرت ہے اور یہ روایت کرنے میں مؤثر ہے۔ یہ اس لیے کہ جو علم کا فائدہ دیتا ہے (یعنی تواتر) کے زیادہ قریب کرتا ہے۔

اسی مفہوم کی بات شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ ج۱ص۱۰ طبع مصر میں لکھا ہے۔

" والذی یرفع احب الی ممن لا یرفع فان احادیث الرفع اکثر واثبت . "

یعنی جو شخص نماز میں رفع الیدین کرتا ہے میرے نزدیک اس شخص سے زیادہ پسندیدہ ہے جو رفع الیدین نہیں کرتا اس لیے کہ رفع الیدین کرنے کی احادیث کی تعداد زیادہ اور صحیح ہیں۔

امام السندھی حاشیہ نسائی ج۱ص ۱۴۰ میں لکھتے ہیں " اکثر واثبت "یعنی رفع الیدین کرنے کی حدیث تعداد میں زیادہ اور صحیح ہیں۔

(ان کا کہنا ہے):...... گواہوں کی زیادتی وکثرت سے ترجیح نہیں دی جائے گی اگر ایک مدعی دو گواہ پیش کرے اور دوسرا دس یا زیادہ پیش کرے تو دونوں برابر ہیں۔

(میں کہتا ہوں):...... اس کے اس قول کا اس طرح رد ہوتا ہے کہ ان (احناف کے نزدیک دو گواہ ایک گواہ کے مقابلے میں زیادہ قوی ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی کہ روایت کا شہادت کے ساتھ الحاق کرنا ناممکن ہے اس لیے کہ روایت اگرچہ بعض وجوہات میں شہادت کے ساتھ شریک ہوتی ہے لیکن اکثر وجوہات میں

اس سے الگ اور جدا ہوتی ہے۔ دیکھئے اگر پچاس عورتیں بھی کسی آدمی پر مال کے بارے میں گواہی دیں تو ان کی شہادت (گواہی) قابل قبول نہیں، جبکہ دو آدمیوں کی شہادت قابل قبول ہے، اور یہ معلوم ہی ہے کہ پچاس کی گواہی فی نفسہ دو آدمیوں کی گواہی سے زیادہ قوی ہوتی ہے۔ اس لیے کہ غلبہ ظن روایت کے باب میں تو معتبر ہے شہادت کے بارے میں نہیں۔ اسی طرح شارع نے دو عالم اماموں کی شہادت دو ایسے آدمیوں کی شہادت کے برابر قرار دی ہے جو ان کے درجے اور منزلت کے ہیں ہیں جبکہ روایت کے بارے میں یہ ہے کہ اعلم (زیادہ جاننے والے) کی روایت کو دوسرے پر ترجیح دی جاتی ہے۔ اور اس بارے میں کوئی اختلاف بھی نہیں ہے۔ لہٰذا ان دونوں کے درمیان فرق واضح ہوگیا۔ (الاعتبار للحازمی ص ۹)

ان کا کہنا ہے:...... یہی حکم ایک آیت اور دو آیت کا ہے۔

میں کہتا ہوں:...... بحث اور گفتگو ثبوت کے بارے میں ہے جب قرآن کریم میں ثابت ہوجائے تو پھر اس میں کیا کلام کرنا اور ہم جس میں بحث کر رہے ہیں وہ بھی اثبات کے بارے میں ہے۔

ان کا کہنا ہے:...... اور خبر و روایت کا ہے جو ایک نبی اور کئی نبیوں سے مروی ہو...... الخ

میں کہتا ہوں:...... یہ بھی قیاس مع الفارق ہے، اس لیے کہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں، الہٰذا ان میں قلت و کثرت برابر ہے۔ چنانچہ جب ان سے کوئی بات ثابت ہو جائے تو وہ قطعی ہوتی ہے لہٰذا ان پر دوسرے راویوں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا اس لیے مخدوم صاحب جو اعتراض رفع کرنا چاہتے ہیں وہ رفع نہیں ہوا۔

ان کا کہنا ہے:...... اثبات نفی پر مقدم ہے، ہم کہتے ہیں ہاں یہ صحیح ہے، جب راوی کو اس کی نفی کا علم نہ ہو۔ اگر ایسا ہو جس میں ہم ہیں تو اثبات و نفی برابر ہیں...... الخ

میں کہتا ہوں:...... انسان کا تمام مسائل کا احاطہ کرنا متعذر رہے جیسا کہ مخدوم محمد عابد نے المواهب اللطیفۃ میں کہا ہے۔ ہم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے علم، فضل فقہ کا انکار نہیں کرتے لیکن بات احاطۂ علم کے بارے میں ہے۔ بہت سے مسائل کبار صحابہ سے بھی مخفی رہ گئے ہیں۔ مثلاً ابن عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کس قدر مشغول و مصروف عمل رہتے ہیں لیکن ان سے مسح علی الخفین کا مسئلہ مخفی رہا جیسا کہ کتب عقائد میں مذکور ہے اسی طرح مؤطا امام مالک ص ۱۲ پر بھی ہے۔ اور المعتصر لابی المحاسن الحنفی ج ۱ ص ۲۲ پر ہے۔

و لا يستبعد عدم العلم عن هؤلاء الا جلة كما خفي على ابن مسعود رضي الله عنه مع جلالته نسخ التطبيق وكان يفعله الى ان مات وخفي على علي رضي الله عنه اباحة لحوم الاضاحي بعد ثلاث ...... ومثله كثير يجزي ما جئنا به عن بقية.“

ان جلیل القدر لوگوں کا کسی مسئلے سے لاعلم رہنا ناممکن نہیں ہے جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر جلالت شان کے باوجود تطبیق (رکوع میں ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان رکھنا) کا منسوخ ہونا مخفی رہا آپ مرتے دم تک یہی عمل کرتے رہے۔ اور علی رضی اللہ عنہ سے قربانی کے گوشت کے تین دن کے بعد بھی کھانا مباح ہونا مخفی رہا...... اس طرح کی مثالیں بہت ہیں جو ہم نے یہاں ذکر کی ہیں وہ باقی مثالوں کو سمجھنے کے لیے کافی ہے۔

عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۹۵ میں اس حدیث کے تحت جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کھجور کے درخت کے متعلق امتحان لیا تھا۔ لکھا ہے۔

" فيه ان العالم الكبير قد يخفى عليه بعض ما يدركه من هو دونه لان العلم منح الٰهية ومواهب رحمانية وان الفضل بيد الله يؤتيه من يشاء . "

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بڑے عالم پر بھی بعض دفعہ ایسے امور مخفی رہتے ہیں جو ان سے کم درجے کے لوگوں کو حاصل ہوتے ہیں اس لیے کہ علم عطیہ الٰہی اور ہبہ رحمانی ہے، فضل اور کرم اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے عطا کرتا ہے۔

زیلعی ج ۱ ص ۳۹۷ میں ابوبکر بن اسحاق فقیہ سے نقل کیا گیا ہے۔

" ان رفع اليدين قد صح عن النبى ﷺ ثم عن الخلفاء الراشدين ثم عن الصحابة والتابعين ، وليس فى نسيان ابن مسعود لذ لك ما يستغرب قد نسى ابن مسعود من القرآن مالم يختلف المسلمون فيه بعد وهى المعوذتان ونسى ما اتفق العلماء على نسخه كالتطبيق ونسى كيف قيام الاثنين خلف الامام ونسى مالم يختلف العلماء فيه ان النبى ﷺ صلى الصبح يوم النحر فى وقتها ونسى كيفية جمع النبى ﷺ بعرفة ونسى مالم يختلف العلماء فيه من وضع المرفق والساعد على الارض فى السجود ونسى كيف كان يقرأ النبى ﷺ ﴿ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَ الاُنْثٰى ﴾ واذا جاز على ابن مسعود مثل هذا فى الصلاة كيف لا يجوز مثله فى رفع اليدين . "

بلاشبہ رفع الیدین کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے، خلفاء راشدین سے، صحابہ کرام وتابعین عظام سب سے صحیح طور پر ثابت ہے۔ لہٰذا اس بارے میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بھول کو انہونی نہ سمجھا جائے، ان سے بھول چوک ہونا ناممکن نہیں ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو قرآن کریم کے بارے میں بھول ہوئی جس کے بارے میں مسلمانوں کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(۱)...... آپ کو معوذتین کے بارے میں بھول ہوگئی (آپ ان دونوں سورتوں کو قرآن کا حصہ نہیں

سمجھتے تھے۔ بلکہ ان کو صرف دعا سمجھتے تھے)

﴿۲﴾...... تطبیق کے بارے میں بھول ہوگئی، جس کے منسوخ ہونے پر علماء کا اتفاق ہے۔

﴿۳﴾...... امام کے پیچھے دو آدمیوں کے کھڑے ہونے کی کیفیت کے بارے میں آپ سے بھول ہوگئی.

﴿۴﴾...... یوم النحر میں نبی کریم ﷺ صبح کی نماز اپنے وقت پر پڑھنے کے متعلق آپ بھول گئے جب کہ علماء کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔

﴿۵﴾...... عرفہ میں دونوں نمازوں کو جمع کرنے کی کیفیت کے بارے میں آپ سے بھول ہوگئی۔

﴿۶﴾...... سجدے کی حالت میں بازوؤں اور کہنیوں کو زمین پر رکھنے کے بارے میں آپ سے بھول ہوگئی حالانکہ علماء کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

﴿۷﴾...... اسی طرح اس آیت ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى﴾ کی قراءت کے بارے میں آپ سے بھول ہوگئی اور جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نماز وغیرہ میں اس طرح کی بھول ہوسکتی ہے تو رفع الیدین کے بارے میں کیوں نہیں ہوسکتی ؟

پس ثابت ہوا کہ یہی وجہ زیادہ صحیح اور قابل اعتبار ہے کوئی فقیہ اس کا انکار نہیں کرسکتا، احناف نے بھی اس کو مانا ہے، چنانچہ ملا علی قاری المرقاۃ ج۱ص۴۴۲ میں لکھتے ہیں۔

" وقال ابن حجر وقد موا رواية بلال لانها مثبتة وتلك نافية والمثبت مقدم لزيادة علمه. "

ابن حجر کہتے ہیں کہ محدّثین نے بلال کی روایت کو مقدم کیا اس لیے کہ وہ مثبت ہے اور وہ منفی، مثبت زیادتی علم کی وجہ سے منفی پر مقدم ہوتا ہے۔

ہم نے سید المحدّثین کے کلام کو اثر علی رضی اللہ عنہ کی بحث میں بیان کردیا ہے۔

رفع الیدین کی احادیث صحیحین میں

(ان کا کہنا ہے) :...... رفع الیدین کرنے کی کچھ احادیث صحیحین میں موجود ہیں، اور رفع الیدین نہ کرنے کی کوئی حدیث صحیحین میں نہیں ہے، اور جو احادیث صحیحین میں ہوتی ہیں۔ وہ دوسری کتابوں کی احادیث سے زیادہ صحیح ہوتی ہے...... الخ

(میں کہتا ہوں) :...... ابن عمر اور ابن الحویرث کی حدیثیں متفق علیہ ہیں اور وائل کی حدیث کو صرف مام مسلم نے روایت کیا ہے جبکہ ان دونوں میں سے کسی نے بھی نفی کی کوئی ایک بھی حدیث بیان نہیں کی اور ؛ہ ان دونوں کی شرط پر کجا کسی ایک کی شرط پر بھی نہیں ہے۔ ان دونوں کی شرائط کے مطابق ہونا ان دونوں میں ہونے سے کم درجے کے ہیں، اور جس کا بھی فن حدیث سے معمولی اور ادنیٰ سا تعلق ہوگا وہ اس بات کا

انکار نہیں کر سکتا۔ امام سیوطی تدریب الراوی ص ۳۷ میں لکھتے ہیں۔

" الصحيح اقسام متفاوتة بحسب تمكنه من شروط الصحة وعدمه اعلى ما اتفق عليه البخاري ومسلم ثم ما انفرد به البخاري و وجه تا خره عما اتفقا عليه اختلاف العلماء أيهما ارجح ، ثم ما انفرد به مسلم ثم صحيح على شرطهما ولم يخرجه واحد منهما ووجه تا خره عما اخرجه احد هما تلقى الا مة بالقبول ، ثم صحيح على شرط البخاري ثم صحيح على شرط مسلم ثم صحيح عند غير هما مستو فى فيه الشروط السابقة . "

صحت کی شرائط پائے جانے اور نہ پائے جانے کے اعتبار سے صحیح کی مختلف اقسام ہیں۔

سب سے اعلیٰ وہ حدیث ہے جس پر بخاری ومسلم دونوں کا اتفاق ہو، پھر وہ جسے صرف بخاری روایت کرے، متفق علیہ سے اس کے متاخر ہونے کی وجہ علماء کا اختلاف کرنا ہے کہ ان میں سے کون زیادہ راجح ہے۔ پھر وہ جسے صرف امام مسلم روایت کرے، پھر وہ جو ان دونوں کی شرائط کے مطابق صحیح ہو مگر ان میں سے کسی نے اس کو بیان نہ کیا ہو۔ اس کا ان میں سے کسی ایک کی تخریج سے متاخر ہونے کی وجہ امت کا اسکو قبولیت کے ساتھ لینا ہے، پھر وہ جو بخاری کی شرط کے مطابق صحیح ہو، پھر جو مسلم کی شرط کے موافق صحیح ہو، پھر وہ جو ان کے علاوہ دوسروں کے نزدیک صحیح ہو جس میں صحیح کی سابقہ تمام شروط پائی جائیں۔

پھر اگر مخدوم صاحب کی بات کو تسلیم کر بھی لیا جائے کہ ان میں سے بعض شیخین کی شرط کے مطابق ثابت ہیں تو یہ بعض بھی چوتھے درجے میں ہیں ابن عمر اور مالک بن حویرث کی حدیثیں پہلے درجے میں ہیں اور وائل کی حدیث تیسرے درجے میں ہے۔ پس اس طور پر ترجیح درست ہے اور مد مقابل کے طریق پر بھی یہ درست اور صحیح ہے۔

(ان کا کہنا ہے) :...... صاحب تیسیر شرح تحریر میں رقمطراز ہیں فیصلے کا حکم ظاہر ہے، اپنا فیصلہ اور رائے اپنے ہی تک محدود رہتی ہے۔ دوسرے پر نافذ نہیں ہوتی۔

(میں کہتا ہوں) :...... یہ محض تحکم اور زبردستی کرنا اور اپنی طرف سے رائے زنی کرنے والی بات ہے اس لیے کہ ان دونوں (شیخین) کے لیے دوسروں پر کئی طرح سے فضیلت حاصل ہے۔

اس فن (حدیث) میں ان دونوں کتابوں (صحیح بخاری وصحیح مسلم) کے مصنفین کی جلالت شان، ان دونوں کا صحیح حدیث کو غیر صحیح سے الگ کرنے میں دوسروں پر تقدم حاصل ہونا، علماء کا ان دونوں کی کتابوں کو قبولیت کے ساتھ لینا وغیرہ ہی ان کی علمی تفاضل میں قوت اور تفوق کی دلیل ہے اور یہ بھی کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہر صحیح حدیث پر عمل کرنا واجب ہے اگر چہ اس کو ان دونوں نے تخریج نہ کیا ہو۔ لہٰذا اس

بارے میں ان دونوں کے لیے کوئی فضیلت باقی نہیں رہی اور اس بات پر اجماع ہے کہ جو مسئلہ نفس صحت کی طرف راجع ہو اس میں ان دونوں کے لیے فضیلت حاصل ہے۔ (شرح النخبۃ ص ۲۰۔۲۱)

لہٰذا مخدوم صاحب نے جو کچھ کہا ہے وہ ان دونوں کی شان کی تنقیص ہے۔

شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغۃ ج ۱ ص ۲۹۷ طبع اصح المطابع میں لکھتے ہیں:

" اما الصحيحان فقد اتفق المحدثون على ان جميع ما فيهما من المتصل المرفوع صحيح بالقطع وانهما متواتران الى مصنفيهما وانه كل من يهون امر هما فهو مبتدع متبع غير سبيل المؤمنين . "

صحیحین کے بارے میں تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ ان دونوں میں موجود تمام مرفوع متصل حدیثیں قطعی طور پر صحیح ہیں اور یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک متواتر ہیں اور ہر وہ شخص جو ان دونوں کو حقیر اور ہیچ جانے وہ بدعتی ہے اور مؤمنوں کے راستے پر چلنے والا نہیں ہے۔

امام سیوطی کی تدریب الراوی ص ۴۱ میں ہے:

" يلزم من اتفاقهما اتفاق الامة لتلقيهم له بالقبول ...... وقد قال امام الحرمين لو حلف انسان بطلاق امراته ان ما فى الصحيحين مما حكما بصحته من قول النبى ﷺ لما لزمته الطلاق لا جماع علماء المسلمين على صحته . "

ان دونوں کے اتفاق سے اتفاق امت لازم آتا ہے اس لیے کہ تمام امت نے ان کو قبولیت کے ساتھ لے لیا ہے ...... امام الحرمین کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اس حلف کے ساتھ طلاق دے کہ صحیحین کی ان تمام حدیثوں جن پر ان دونوں اماموں نے صحت کا حکم لگایا ہے کہ وہ قول نبی ﷺ ہیں تو اس کی طلاق واقع نہ ہوگی۔ (یعنی اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہے کہ صحیحین کی تمام حدیثیں جن پر شیخین نے صحت کا حکم لگایا ہے وہ نبی ﷺ کے قول ہیں اگر آپ ﷺ کے قول نہ ہوئے تو تجھے طلاق) کیونکہ تمام علماء مسلمین کا اس کی صحت پر اجماع ہے۔

سید شریف جرجانی کی طرف منسوب الرسالہ (جو کہ مشکوٰۃ کے ساتھ طبع کیا گیا ہے) کے صفحہ ا پر ہے:

" وعلى اقسام الصحيح ما اتفقا عليه ، ثم ما انفردبه البخارى ، ثم ما انفرد به مسلم ، ثم ما كان على شر طهما وان لم يخر جاه ثم على شرط البخارى ثم على شرط مسلم ثم ما صححه غير هما من الائمة ، فهذا سبعة اقسام . "

صحیح کا سب سے اعلیٰ مرتبہ وہ ہے جس پر دنوں شیخین کا اتفاق ہو پھر وہ جس کو صرف بخاری اکیلا بیان کرے پھر وہ جس کو مسلم اکیلا بیان کرے پھر وہ جو ان دونوں کی شرط پر ہو اگر چہ ان دونوں نے اسے تخریج نہ کیا ہو پھر وہ جو صرف بخاری کی شرط پر ہو پھر وہ جو صرف مسلم کی شرط پر ہو پھر وہ جس کو ان دونوں کے علاوہ باقی ائمہ حدیث نے صحیح قرار دیا ہو، یہ کل سات اقسام ہیں۔

اسی طرح ہم نے امام سیوطی سے نقل کیا ہے اور ایسا ہی شیخ عبدالحق نے اشعۃ اللمعات ج۱ ص ۸ پر اور علامہ معین ٹھٹھوی نے الدراسات ص ۳۳۱ طبع کراچی میں بیان کیا ہے۔

ملا علی قاری کہتے ہیں:

" لا شك ان الحديث المروى فى الصحاح اقوى من المروى فى الحسان . " (تعليق ابى داؤد السنبهلى الحنفى ج۱ ص ۱۹۹)

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو حدیث صحاح کی کتاب میں مروی ہیں وہ ان احادیث کی نسبت زیادہ قوی ہیں جو حسن کتابوں میں مروی ہے۔

بلکہ ابن الھمام خود بھی ان دونوں کی حدیثوں کو دوسروں پر ترجیح دیتا ہے اور یہ بات اس شخص سے مخفی نہیں جس نے اس کی کتاب فتح القدیر کا مطالعہ کیا ہو۔ اور علامہ سندھی نے اس پر کافی رد بھی کیا ہے۔ علامہ حسین مغربی نے اپنی کتاب " البدر التمام" میں اس کے قول کو نقل کیا ہے، اس میں سے ایک یہ بھی ہے۔

" قوله تحكم هذا اذا لم يكن دليل عليه ، وقد ذكروا و هو تلقى الا مة بما فى الكتابين سوى ما انتقد عليهما ، وتلقى الا مة بالقبول ما يقوى الصحة والتقوية بتلقى الا مة بالقبول قدا عتبر ها اصحابنا ايضا فى كثير من المواضع ، بل عدو ا الحديث الذى تلقاة الا مة بالقبول مشهور ا . "

اس کا یہ قول تحکم ہے اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ جبکہ انہوں (محدثین) نے ذکر کیا ہے وہ یہ کہ امت کا تنقید شدہ احادیث کے علاوہ ان دونوں کتابوں میں موجود تمام احادیث کو قبولیت کے ساتھ لینا ہی دلیل ہے اور امت کا قبولیت کے ساتھ لے لینا صحت کو قوی تر کرتا ہے اور امت کا قبولیت کے ساتھ لینے سے زیادہ قوی ہونے کا ہمارے اصحاب نے بھی بہت سی مواضع ومواقع پر اعتبار کیا ہے بلکہ انہوں نے اس حدیث کو جس کو امت نے قبولیت کے ساتھ لیا ہے مشہور شمار کیا اورنہوں نے یہ بھی کہا:

" كثيرا ما يقدم المحقق الا حاديث لذلك وهو غير مخفى للمتتبع للكتاب . "

بہت دفعہ محقق اس بارے میں بعض احادیث کو پیش کرتا ہے وہ کتاب کی جستجو تتبع کرنے والے پر مخفی

نہیں ہے۔

لہٰذا صاحب التیسیر کا معاملہ بالکل واضح ہے اس شخص کی طرح جو کہتا ہے کہ رات دن سے زیادہ روشن ہے یا اندھا بینا سے زیادہ دیکھ سکتا ہے۔

(اُن کا کہنا ہے): ...... اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ جو حدیث صحیحین (بخاری یا مسلم) میں ہے، یا ان دونوں میں سے کسی ایک میں ہے (وہ دوسری کتابوں کی) ان (احادیث) سے جو ان دونوں یا ایک شرائط پر ہیں راجح ہے،

ہم کہتے ہیں یہ ایک ترجیح ہے اور چار گزشتہ ترجیحات اس سے متعارض ہیں، ایک ترجیح کے بہت سی ترجیحات کے متعارض ہوتے وقت ترجیحات کی کثرت کا اعتبار کیا جائے گا، جیسا کہ اصول میں طے شدہ ہے اور حنفیہ ترجیح میں کثرت وزیادتی کے قائل ہیں، اگرچہ اصول ودلائل میں کثرت کے قائل نہیں ہیں۔...... الخ

(میں کہتا ہوں): ...... اس کے ساتھ اور تین دوسری بھی ہیں۔ جن کی میں نے تحقیق کی ہے پھر ان کے ساتھ اور بھی ترجیحات ہیں جن کا میں نے ذکر کیا ہے۔ لہٰذا مخدوم صاحب کے قول کے مطابق ترجیحات میں حنفیہ کے نزدیک کثرت کا اعتبار ہوتا ہے الخ ہماری جانب زیادہ راجح ہوگئی نہ کہ ان کی جانب۔ الحمد للہ۔

(اُن کا کہنا ہے): ...... اگر کہا جائے کہ یہ تسلیم ہے، بشرطیکہ رفع الیدین نہ کرنے کی احادیث کی صحت ثابت ہو جائے، ابو داؤد نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرنے کے بعد کہا ہے، محمد بن ابی لیلیٰ کے واسطے سے یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

(میں کہتا ہوں): ...... اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جرح غیر مفسر ہے، اور جرح محدثین کے نزدیک غیر معتبر ہے۔ اگر کہا جائے کہ جرح مفسر ہے، اس لیے کہ زیلعی تخریج ہدایہ میں رقمطراز ہیں: ابو داؤد نے محمد بن ابی لیلیٰ کو ضعیف کہا ہے، اور اس کو کان کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا ہے، اس سے جرح مفسر متحقق نہیں ہوئی ہے

اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ جرح مفسر ہے، کیونکہ محمدی بن ابی لیلیٰ کی تضعیف کی گئی ہے تو اس حدیث کے کتنے ہی ایسے طرق ہیں، جن میں محمد بن ابی لیلیٰ کا مطلق ذکر نہیں ہے، صرف عبدالرحمٰن کا ذکر ہے ...... الخ۔

(میں کہتا ہوں): ...... اس سند کا دارو مدار یزید پر ہے اور اس کے بارے میں پیچھے گزر چکا ہے کہ وہ کس طرح ہے۔

اس کی وجہ سے ابو داؤد اور دوسرے ائمہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس کے بارے میں جو جرح وارد ہے وہ جرح مفسر ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ اور پھر سند کا دارو مدار ابن ابی لیلیٰ پر ہے جیسا کہ ہم نے امام بخاری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے، اور اس کا ضعف مخدوم صاحب کے نزدیک بھی مسلم ہے اور انہوں نے

خود یہاں اس کی صراحت بھی کی ہے ۔ اور ائمہ حدیث نے حافظہ کے بگڑ جانے ، یاداشت کمزور ہونے ، حافظہ خراب ہونے اور فحش اور واضح خطا غلطی کرنے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے ۔ لہٰذا ان کا ابو داؤد پر اعتراض کرنا بالکل بے جا اور باطل ٹھہرا ۔ اسی طرح ان کی جرح غیر مفسر ہونے کا بہانہ اور عذر کرنا بھی نا قابل قبول ہے ۔

(ان کا کہنا ہے) :...... ہم نے تمام اسناد و طرق کی بناء پر جن میں محمد کا ذکر بھی ہے ، حدیث کی صحت کا حکم لگایا ہے...... الخ ۔

(میں کہتا ہوں) :...... جب یہ ثابت ہوا کہ سند کا دارو مدار ہر حال میں محمد پر ہے تو اس طویل عبارت کا کوئی فائدہ نہیں ، ان دونوں کی شرط یا ان میں سے ایک کی شرط پر ہونا تو درکنار یہ سند ہی سرے سے مردود ہے ۔

(ان کا کہنا ہے) :...... خصوصاً عبدالرزاق کی سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے ۔

اگر کہا جائے کہ یزید بن ابی زیاد جس کا سند میں ذکر ہے ، ضعیف اور وہ اس کے ساتھ منفرد ہے ،

(ہم کہتے ہیں) :...... علامہ بدر الدین ابو محمد بن احمد العینی المتوفی ۸۵۵ ھ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ص ۲۷۳ ج ۵ میں رقمطراز ہیں ، یزید کی ، عجلی ، یعقوب بن سفیان ، احمد بن صالح ، ساجی اور ابن حبان نے توثیق کی ہے ، اور ان کو ثقہ ، عادل اور صدوق بتلایا ہے ، مسلم اور ابن خزیمہ نے اپنی اپنی صحیح میں ان کی روایت لی ہے ۔

(میں کہتا ہوں) :...... یہ قول ایسا نہیں ہے کہ اس کو ناقد کہا جائے اس لیے کہ اہل نقد نے اس کے بر خلاف حکم لگایا ہے اور یہ کہ ہر اصول پسند شخص اس پر اعتماد کرتا ہے ۔ پھر یزید کا معاملہ ظاہر اور اس کا حال واضح ہے اور حمیدی کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسم با مسمی تھے اور اس کا عمل بھی اس کے نام کی طرح تھا ۔ علامہ عینی نے جس کی طرف بھی اس کی توثیق منسوب کی ہے ان میں سے سوائے احمد بن صالح کے باقی سب نے اس پر اعتراضات اور کلام کیا ہے ۔ اور اس نے بھی توثیق اس کی ذات کی حد تک کی ہے جبکہ ان کا مختلط اور حافظہ کا خراب ہونا ثابت ہوگیا ہے جیسا کہ ابن سعد نے واضح طور پر کہا ہے کہ

" کان ثقة فی نفسه الا انه اختلط فی آخر عمره فجاء بالعجائب . "

یعنی وہ بذات خود ثقہ تھا مگر آخری عمر میں ان کا حافظہ خراب ہوگیا تھا چنانچہ وہ عجیب حدیثیں بیان کرتا تھا ۔ عجلی یعقوب بن سفیان ، ابن حبان سب نے اختلاط اور خرابی حافظہ کے ساتھ اس کو متصف قرار دیا ہے ۔ یعنی سب نے اس کو مختلط قرار دیا ہے اور ان کے اقوال التہذیب میں مذکور ہیں ۔ جبکہ ساجی کے بارے میں نہیں معلوم کیوں اس کی طرف یہ قول منسوب کیا گیا ہے ؟ حالانکہ یہ قول ہمیں نہ تہذیب میں ملا نہ میزان میں

اور نہ کسی اور کتاب میں، جبکہ امام مسلم کا اس حدیث کو تخریج کرنے کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اور صرف ابن خزیمہ کے قول پر ہم اعتماد نہیں کرتے اور اس کے ساتھ انہوں نے اس پر جرح بھی کی ہے۔ اور صرف ابن خزیمہ کے قول پر ہم اعتماد نہیں کرتے اور اس کے ساتھ انہوں نے اس پر جرح بھی کی ہے۔ تہذیب ج ۱۱ص ۳۳۱ میں اس سے منقول ہے۔

(اُن کا کہنا ہے) :...... اور یزید اس حدیث کو روایت کرنے میں منفرد نہیں ہیں، بلکہ عیسیٰ بن عبدالرحمٰن نے بھی ابن ابی لیلیٰ سے روایت کی ہے۔

(میں کہتا ہوں) :...... صحیح اور درست بات یہ ہے کہ سند ایک ہی ہے پیچھے ملاحظہ کریں۔

(اُن کا کہنا ہے) :...... حافظ اپنی کتاب تہذیب میں کہتے ہیں کہ یہ وہی یزید ہے جس کی حدیث کو امام مسلم نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے اور بخاری اس کو تعلیقاً لائے ہیں۔ الخ

(میں کہتا ہوں) :...... حافظ صاحب کی طرف سے اس کی نسبت کرنا درست نہیں ہے یہ عبارت ان کی کتاب تہذیب میں نہیں ملتی۔

(اُن کا کہنا ہے) :...... امام ابوالحسن مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری المتوفی ۲۶۱ھ اپنی صحیح کے مقدمہ میں، ان کے متعلق رقمطراز ہیں کہ سچائی اور حدیث کی روایت میں بھی شامل ہیں (یعنی دوسرے درجے کے راوی بھی سچے اور ٹھیک ہیں، جو کچھ ان میں عیب تھا وہ پوشیدہ ہے، محدثین نے ان کو کذب سے متہم نہیں کیا ہے، نہ ان سے روایت لینا ترک کیا ہے) جیسے عطاء بن السائب، یزید بن ابی زیاد، لیث بن ابی سلیم اور ان ہی جیسے دیگر حضرات، جب وہ صحیحین کے راویوں میں سے ہیں تو جرح کرنے والے کی بات کا اعتبار نہیں ہے...... الخ

(میں کہتا ہوں) :...... امام مسلم نے اس کی توثیق کی صراحت نہیں کی بلکہ اس جماعت کا دوسروں کے ساتھ موازنہ کیا ہے۔ پھر یہ تذکرہ اس کی ذات کے اعتبار سے ہے جس طرح کہ ان کے ساتھ باقی لوگ مثلاً عطاء، لیث وغیرہ۔ اور یہ سب مختلط (خراب حافظہ والے) ہیں۔ لہٰذا نہیں کہا جائے گا کہ یہ صحیحین کے رجال میں سے ہے۔

تحسین امام ترمذی

(اُن کا کہنا ہے) :...... اگر کہا جائے ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی المتوفی ۲۷۹ھ اپنی جامع میں رفع الیدین کی احادیث میں سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرنے کے بعد اسے حسن کہا ہے، اس کے صحیح ہونے کا حکم نہیں لگایا تو اسے کیسے صحیح کہتے ہو؟

ہم کہتے ہیں: وہ صحت میں شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط پر پوری ہے۔ جس سند کے ساتھ ترمذی نے

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی ہے، وہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے......الخ

(میں کہتا ہوں): ...... یہ سب کی سب صرف اپنی رائے سے فیصلہ دینے والی بات ہے جب کہ اس پر کئی طرح کے اعتراضات ہیں۔

① ...... یہاں امام ترمذی کی تحسین قابل قبول نہیں ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ لہٰذا کس طرح کی صحت اور کہاں کی شرط مسلم؟

② ...... اگر تسلیم کر بھی لیا جائے تو حسن کا درجہ صحیح سے کمتر ہی ہوتا ہے جس کو اصول کا پتہ ہو وہ اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

③ ......ان کا قول " لا یرید به المقابل الصریح " (اس سے وہ صریح مقابل مراد نہیں لیتے) اس کا رد کرتا ہے بعض میں صرف صحیح کہتا ہے اور بعض میں حسن۔ لیکن جس میں دونوں وصف جمع کئے ہوں وہ یا تو تردد کی وجہ سے یا تعدد کی وجہ سے یا دو اعتبار سے۔ کہ وہ (ایک اعتبار سے) حسن لذاتہ ہے اور (ایک اعتبار سے) صحیح لغیرہ ہے، لہٰذا ان میں سے جو زیادہ عام ہے اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

④ ...... اس تعریف کے مطابق صحیح اس میں شریک وشامل ہے اس لیے نہیں کہ وہ وہی ہے بلکہ ان دنوں کے درمیان عموم وخصوص مطلق ہے کہ ہر صحیح حسن ہے اور ہر حسن صحیح نہیں۔

⑤ ......ان کا قول " لا یکون فی اسناده متهم " یعنی اس کی سند میں کوئی متہم نہ ہو۔ وہ معنوں کا احتمال رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ راوی میں غفلت، کذب (جھوٹ) فسق (گناہ) کا تو ہم نہ ہو۔ دوسرا یہ کہ اس میں اس کا توہم تو ہو لیکن وہ متہم نہ ہو اور ایسا شخص مستور العدالت ہوتا ہے اور تعریف میں یہی مراد ہے۔ اور اس قید سے صحیح سے احتراز کرنا مقصود ہے اس لیے کہ صحیح کی شرط یہ ہے کہ وہ مشہور العدالت ہو اس کو طیبی نے الخلاصہ میں ذکر کیا ہے جیسا کہ مارک پوری کی شفاء الغلیل ص ۴۰۰ میں ہے جو کہ تحفۃ الاحوذی جلد چہارم کے آخر میں ملحق ہے۔ لہٰذا اس کے مطابق اس سے مراد حسن لغیرہ ہے نہ کہ حسن لذاتہ جیسا کہ اس کی طرف ان کا قول ''ویروی من غیر وجہ'' (کئی طرق سے مروی ہے) اشارہ کرتا ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ ایسی سند جو خود اپنے ضعف کو دور کرنے کی محتاج ہو کسی اور سند کو مضبوط اور قوی نہیں کر سکتی۔ پھر اگر تسلیم کر لیا جائے کہ وہ حسن لغیرہ ہے تو وہ حسن لذاتہ کے مقابل نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ صحیح اور متفق علیہ کے مقابل پیش کی جائے۔

(ان کا کہنا ہے): ...... ترمذی خود اپنی جامع کے آخر میں رقمطراز ہیں: ہم نے جو اپنی کتاب میں ''حدیث حسن'' کہا ہے، اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ وہ حدیث جس کا راوی کذب کے ساتھ متہم نہ ہو اور حدیث شاذ بھی نہ ہو اور اسی کے مثل دوسری سند سے بھی مروی ہو تو وہ حدیث حسن ہے۔

(میں کہتا ہوں): ...... مخدوم صاحب نے اصل عبارت میں سے کچھ حذف کر دیا ہے۔ اصل عبارت

علل میں ہے۔ جامع ترمذی کے آخر میں اس طرح ہے۔

" قال ابو عیسیٰ وما ذکرنا فی ھذا الکتاب حدیث حسن فانما اردنا حسن اسناده عند نا کل حدیث " الخ .

ابوعیسیٰ (ترمذی) نے کہا کہ جو ہم نے اس کتاب میں حدیث حسن ذکر کیا ہے اس سے ہماری مراد ہمارے نزدیک ہر حدیث کی اسناد کی اچھائی اور حسن مراد ہے......الخ

اور یہ واضح ہے کہ امام ترمذی کی حسن سے مراد فقط اسناد کا حسن ہوتا ہے اور یہ متن کے نہ حسن ہونے کو مستلزم ہے نہ صحت کو جیسا کہ اصول میں ثابت ہو چکا ہے۔ امام حاکم نے اپنی کتاب علوم الحدیث ص ۱۱۲ پر اس کے لیے ایک خاص مستقل عنوان قائم کیا ہے۔ اور زیلعی (ج ۱ ص ۱۸۳ طبع ہند، تدریب سوطی ص ۸۹) اور (الرفع والتکمیل ص ۱۳) وغیرہ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

اُن کا کہنا ہے :...... اور یہ کوئی پوشیدہ بات نہیں ہے، کہ یہ تعریف حدیث صحیح کو بھی شامل ہے اور محدثین نے تصریح کی ہے کہ ترمذی نے اپنی اس اصطلاح میں جمہور محدثین کے خلاف کیا ہے تو اس کے "حسن" کہنے سے صحیح کے حکم کی نفی نہیں ہوتی ہے۔

میں کہتا ہوں :...... اس پر جو کلام ہے وہ گزر چکا ہے۔ پھر اگر شمول کو بفرض محال مان بھی لیا جائے تو لازم آتا ہے کہ حدیث اسی (صحیح) سے ہو اس لیے کہ اس صورت میں ان دونوں کے درمیان عکس کلی ہے جیسا کہ ہم نے ابھی ابھی بیان کیا ہے، اور یہ بھی ہے کہ عام کو تسلیم کرنے سے خاص کو تسلیم کرنا لازم نہیں آتا۔ لہٰذا اس کا یہ قول " بانه لا یکون الحکم منه لحسنه نفیا للحکم بصحته" (کہ اس کے حسن ہونے کے حکم سے صحیح ہونے کے حکم کی نفی نہیں ہوتی) باطل ہوگیا۔ اس لیے کہ کہنے والے کو یہ بھی کہنا چاہیے کہ اس سے اثبات بھی نہیں ہوتا۔ (یعنی حسن ہونے کے حکم سے صحیح ہونے کا حکم ثابت نہیں ہوتا)

اُن کا کہنا ہے :...... اور ترمذی کی بات سے ابن مبارک کی بات کا رد ظاہر ہے، کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ثابت نہیں ہے، باوجودیکہ یہ جرح غیر مفسر ہے، اور وہ غیر مقبول ہے، جیسا کہ ابھی گزر چکا ہے۔

میں کہتا ہوں :...... اس قول میں ابن مبارک متفرد نہیں ہے لہٰذا اس کا قول اس پر مقدم ہے۔ پھر تحقیق کے ساتھ مؤید بھی ہے۔ لہٰذا وہ ایسے قول کے ساتھ کیسے رد ہوسکتا ہے جو احتمال رکھتا ہے کہ یہ قول دو قولوں کے درمیان تطبیق کے متعذر ہونے پر موقوف ہے۔ اور یہاں ایسا نہیں ہے۔ بلکہ یہاں تطبیق دو طرح سے ممکن ہے ایک یہ کہ حسن صرف سند کے اعتبار سے ہو، یہ عدم ثبوت کے منافی نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ وہ (حسن) تعدد کی وجہ سے اور من حیث الذات عدم ثبوت کی بنا پر حسن ہے۔ ہر دو صورتوں میں یہ حدیث ان اثبات والی احادیث کا مقابلہ نہیں کر سکتی، اس کے ساتھ ساتھ متعدد وجوہات کی

وجہ سے بھی ابن مبارک کے قول کو ترجیح حاصل ہے۔

(اُن کا کہنا ہے) :...... اگر کہا جائے فیروز آبادی صراط مستقیم میں دونوں مذکور حالتوں میں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کے اثبات میں گفتگو کے بعد لکھتے ہیں : جب اس کثرت سے رفع الیدین کرنے کی روایات ہیں، اس کے معنیٰ ہیں، یہ تواتر کے مانند ہے، چارسو روایات وآثار اس بارے میں صحیح ہیں، حضرات عشرہ مبشرہ سے روایت ہے کہ (آنحضرت ﷺ) دنیا سے رخصت ہوتے وقت تک اسی طریقہ پر تھے، اس کے سوا دوسرا طریقہ ثابت نہیں ہے۔

ہم کہتے ہیں : اس کہنے میں حد سے زیادہ افراط اور بڑی جرأت سے کام لیا گیا ہے جو احادیث رفع الیدین کے اثبات میں ہیں، وہ چارسو تو کجا، سو، پچاس بلکہ پندرہ بیس بھی صحیح نہیں ہیں۔ ہاں حافظ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ جو فیروز آبادی سے حدیث سے زیادہ جاننے والے ہین، جن کا لقب ہی "خاتمة المحدثین" ہے، ثابت ہے کہ رفع الیدین صرف تینتیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

(میں کہتا ہوں) :......اس کو افراط کہنا خود افراط ہے اس لیے کہ فیروز آبادی کے قول کا مطلب یہ ہے کہ وہ اتنے طرق سے وارد ہوئی ہے جو اس تعداد کو پہنچتی ہے اور یہ اس شخص پر مخفی نہیں ہے جو اسانید کی جستجو اور تتبع کرتا ہے اور مخدوم صاحب کا اس سے تجاہل برتنا اس کے عدم وجود پر دلالت نہیں کرتا پھر انھوں نے قطعیت کے ساتھ نہیں کہا بلکہ یوں کہا ہے کہ "شابه المتواتر" یعنی متواتر سے مشابہ ہوگیا ہے یعنی اس کے قریب ہوگیا ہے، اوراسی طرح مخدوم صاحب نے اس سے نقل کیا ہے کہ "از کثرت این بمتواتر مانندہ است" کثرت روایت کی وجہ سے یہ متواتر کے مانند ہے۔ اورسیوطی جن کو مخدوم صاحب نے علوم حدیث میں اس پر فضیلت دی ہے بلکہ ان کو خاتم المحدثین کے لقب سے نوازا ہے نے قطعیت کے ساتھ اس کو اپنے رسالہ "الازهار المتناثرة" اور "تدریب ص ۱۹۱ میں متواتر قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ "من رواية نحو خمسين" اس کے روایت کرنے والے تقریباً پچاس آدمی ہیں۔ پس اس کے قول کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

(اُن کا کہنا ہے) :......لیکن انھوں نے ان احادیث کے صحیح ہونے کا حکم نہیں لگایا......الخ

(میں کہتا ہوں) :...... جب انھوں نے متواتر ہونے کا حکم لگایا تو پھر صحیح ہونے کا حکم لگانے کی کیا ضرورت ہے؟ (یعنی متواتر صحیح کے اعلیٰ درجہ میں ہوتی ہے اس پر عمل کرنا بلا اختلاف کے واجب ہوتا ہے لہٰذا اس پر صحت کا حکم لگانے کی ضرورت نہیں) ان کا صحت کو صرف چھ یا سات حدیثوں میں منحصر قرار دینا انتہائی تفریط اور تقصیر ہے۔ چنانچہ انھوں نے صحیح احادیث میں تینوں خلفاء کی احادیث ابن عمر، ابن زبیر، ابن عباس،

ابن مسعود، وائل، سعد بن ابی وقاص اور براء رضی اللہ عنہم کی احادیث ذکر کی ہیں۔ اور یہ تعداد اس کے ذکر کردہ تعداد سے زیادہ ہے اور پھر صحیح حدیث ابوحمید، ابوموسیٰ، ابوہریرہ اور انس وغیرہ سے ثابت ہے۔ ائمہ حدیث نے ان کے ثبوت کی صراحت کی ہے مثلاً امام حاکم، امام بیہقی، زیلعی اور عسقلانی وغیرہ نے۔

ان کا کہنا ہے:...... بلکہ ان میں سے چھ یا سات کے قریب صحیح ہیں، جو اس سے زیادہ کا دعوے دار ہے اس پر دلیل کے ساتھ دعویٰ ثابت کرنا ہے۔ جو دعویٰ بلا دلیل ہو وہ قابل سماعت ہی نہیں ہے کیونکہ وہ چھ سات بھی متکلم فیہ ہیں، محدثین نے ان کی اسناد وغیرہ میں کلام کیا ہے، جیسا کہ یہ فن حدیث کے واقف سے پوشیدہ نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں:...... ان میں سے کسی کے بارے میں بھی محدثین کا کوئی کلام نہیں ہے۔ بلکہ حنفیوں کو بھی ان میں سے بعض میں کوئی کلام یا اعتراض نہیں جیسا کہ صحیحین کی احادیث ہیں۔ رفع الیدین کی حدیث متواتر ہونے کے بارے میں ان محدثین کے اقوال ایک دوسرے کے لیے باہم ممد ومعاون ثابت ہو رہے ہیں جیسا کہ ابن دقیق العید جس طرح زیلعی ج۱ ص ۳۹۱ میں، ابن تیمیہ القواعد النورانیہ ص ۴۸ میں، ابن حزم المحلی ج۴ ص ۹۲ میں، ابن حجر فتح الباری ج۱ ص ۱۴۶ طبع بولاق میں، ابن قدامہ المغنی ج۱ ص ۵۴۳ مع الشرح میں اور زرقانی شرح موطا ج۱ ص ۱۵۹ میں۔

ان کا کہنا ہے:...... فیروز آبادی نے رسول اللہ ﷺ کا زندگی بھر وصال تک رفع الیدین کرنے کا عمل عشرہ مبشرہ سے نقل کیا ہے، اس میں ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے (کجا عشرہ مبشرہ کی اس کے لیے روایت ہو) ہاں اس میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سنن بیہقی میں مروی ہے، جس کی سند صحیح نہیں ہے، جو اس کی یا اس کے صحت کا دعویٰ کرے۔ اس پر وضاحت واجب ہے۔

میں کہتا ہوں:...... فیروز آبادی کی عبارت اس طرح ہے: ''دریں سہ مواضع برداشتن دست ثابت شدہ واز کثرت رواۃ این معنی متواتر مانندہ است چہار صد خبر و اثر درین باب صحیح شدہ وعشرہ مبشرہ روایت کردہ لایزال بریں کیفیت بود تا ازیں جہاں رحلت کرد وغیر ازی چیزے ثابت نشدہ۔'' ان تین مواقع پر رفع الیدین کرنا ثابت ہے، اور کثرت رواۃ کی وجہ سے یہ متواتر کے مشابہ ہوگیا ہے اور اس بارے میں چار سو خبر واثر صحیح طور پر ثابت ہیں۔ عشرہ مبشرہ نے بھی روایت کیا ہے۔ اور آپ ﷺ اسی کیفیت پر قائم رہے یہاں تک کہ اس جہاں سے رحلت فرما گئے۔ اس کے علاوہ کوئی اور چیز آپ سے ثابت نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ...... لایزال...... سے آخر تک تحقیق کے بعد انہوں نے اپنی طرف سے کہا ہے۔ انہوں نے اس روایت کو عشرہ مبشرہ کی طرف منسوب نہیں کیا۔ مخدوم صاحب کو ان کی عبارت سمجھنے میں غلطی ہوگئی ہے۔ اور اسی طرح سفر السعادۃ عربی میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

" وقد ثبت رفع اليدين في هذه المواضع الثلاثة ، ولكثرة رواته شابه المتواتر وقد صح في هذا الباب اربع مائة خبر واثر و رواه العشرة المبشرة ولم يزل على هذه الكيفية حتى رحل عن العالم ولم يثبت شيء غيرها "

ان تین مواقع پر رفع الیدین کرنا ثابت ہے، اور کثرت روایت کی وجہ سے یہ متواتر کے مشابہ ہوگیا ہے، اور اس بارے میں چار سو خبر واثر صحیح طور پر ثابت ہیں۔ اور عشرہ مبشرہ نے بھی روایت کیا ہے اور آپ ﷺ اسی کیفیت پر قائم رہے یہاں تک کہ اس جہاں سے رحلت فرما گئے۔ اس کے علاوہ کوئی اور چیز آپ سے ثابت نہیں ہے۔

اور یہ صراحت کے ساتھ دلالت کرتا ہے کہ......لم یزل...... سے آخر تک جملہ مستانفہ ہے۔ اور ان کا دونوں دعوے یعنی رفع الیدین کرنا عشرہ مبشرہ کی احادیث سے مروی ہے، پھر یہ کہ ایسا عمل ہے جس پر نبی کریم ﷺ نے مواظبت اور ہمیشگی کی ہے۔ دونوں واضح دلیل کے ساتھ ثابت ہیں۔

❶...... حاکم اور ابن مندہ اس طرف گئے ہیں جیسا کہ ہم نے فتح الباری کی عبارت ذکر کر دی ہے اور بیہقی نے ان دونوں کی موافقت کی ہے جیسا کہ زیلعی ج ۱ ص ۴۱۸ میں ہے، پھر ان کا سکوت اور ابن حجر کا سکوت اس طرح عینی کا اس کو عمدہ ج ۵ ص ۲۴۳ میں ذکر کرنا اس کی تائید کے لیے کافی ہے اور ابن قیم کی عبارت پیچھے گزر چکی ہے۔ اور مخدوم صاحب نے اگر انکار کیا ہے تو اس کی دوام کی روایت کا انکار کیا ہے اصل روایت کا نہیں۔

❷......اس بارے میں ابن عمر کی صریح حدیث باین الفاظ مروی ہے:

" فما زالت تلك صلاته حتى لقي الله "

یہی آپ ﷺ کی ہمیشہ کی نماز رہی یہاں تک کہ آپ اللہ تعالیٰ سے جا ملے (یعنی انتقال تک آپ ﷺ اسی طرح رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھتے رہے) اور پھر اگر مخدوم صاحب اس کی صحت کا انکار کرتے ہیں تو یہ انکار مردود ہے اس لیے کہ انہوں نے اس کی سند کے دو آدمیوں پر کلام کیا ہے ایک عبدالرحمٰن بن قریش دوسرا عصمہ بن محمد۔ اور ان کا ان پر کلام اور اعتراض کرنا ہمارے لیے نقصان دہ نہیں اس لیے کہ پہلے شخص کے بارے میں کہا گیا ہے کہ سلیمانی نے اس پر وضع حدیث کی تہمت لگائی ہے جیسا کہ (المیزان ج ۲ ص ۱۱۴) میں ہے۔ پس سلیمانی کا قول نقل کرنا ان کے لیے سود نہیں کیونکہ حنفیہ کے نزدیک اس کا قول مقبول اور قابل قبول نہیں ہے۔ اس لیے کہ انہوں نے اس کا ابو حنیفہ کو شیعہ تفضیلیہ میں شمار کرنا قبول نہیں کیا جیسا کہ لکھنوی کی کتاب " الرفع والتکمیل ص ۲۵ " پر ہے۔ پھر صرف تہمت دینا قطعی باتوں میں

کافی نہیں ہے اور اللسان ج ۳ ص ۴۲۶ میں اس پر تعاقب کیا ہے اس قول کے ساتھ کہ

" وقد ذكره الخطيب فى تاريخه وقال فى حديثه افراد وغرائب ولم يسمع عنه احد الا خيرا ".

اور ان کو خطیب نے اپنی کتاب تاریخ میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کی حدیث میں افراد وغرائب ہے اور ان سے خیر اور بھلائی ہی سنی گئی ہے (یعنی ان سے اچھی اور بہتر چیز ہی روایت کی گئی ہے) اور یہ صریح تعدیل ہے لہٰذا تہمت رفع دفع ہوگئی اور شبہ رفع ہوگیا۔ اور دوسرے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یحییٰ نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے اور ابو حاتم عقیلی اور دار قطنی نے اس پر جرح کی ہے جیسا کہ میزان ج ۲ ص ۹۶ میں ہے۔ ہم کہتے ہیں عصمۃ نام کے دو آدمی ہیں۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے دوسرا وہ ہے جس کو ابن حبان نے الثقات میں طبقہ رابعہ میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے "مستقیم الحدیث" یعنی وہ حدیث کے سلسلے میں مستقیم اور راست باز ہیں۔ اور ظاہر بات یہ ہے کہ یہ کوئی دوسرا شخص ہے اس لیے کہ اس حدیث کو ائمہ مثلاً بیہقی، ابن دقیق العید، پھر زیلعی اور عسقلانی وغیرہ نے استناداً (تائید کے طور پر) بھی اور استدلال کے لیے بھی روایت کیا ہے۔ چنانچہ نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۰۹ میں ابن دقیق لعید سے منقول ہے۔

" ويزيل هذا التهم يعنى دعوى النسخ ما رواه البيهقى فى سننه ...... الخ ."

یہ تو ہم یعنی رفع الیدین کے منسوخ ہونے کے دعوے کو وہ حدیث ختم کر دیتی ہے جسے امام بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔

الدرایہ ص ۸۵ پر بیہقی سے منقول ہے:

" هذا يدل على خطأ والرواية التى جاء ت عن مجاهد يعنى المتقدمة ".

یہ حدیث اس روایت کے خطا اور غلط ہونے پر دلالت کرتی ہے جو کہ مجاہد سے مروی ہے یعنی گذشتہ روایت۔

پس اگر اس روایت کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے ائمہ احناف واقعی موجود ہوتے تو اس کو شیخ کے دعویٰ کے رد میں پیش نہیں کرتے اور نہ ہی نفی والی روایت کو غلط اور نادرست ہونے کے دلیل کے طور پر پیش کرتے۔ حافظ نے اس کو تلخیص ص ۸۱ پر ذکر کیا ہے اور ابن المدینی سے تصحیح نقل کی ہے اور اس زیادتی کا استثنا نہیں کیا۔ لہٰذا مخدوم صاحب کا کہنا " من ادعىٰ صحته الخ " جو شخص اس کی صحت کا دعویٰ کرے...... الخ مردود ہے ہم نے اس کی جس طرح وضاحت کی ہے اہل فن کے ہاں اس سے زیادہ وضاحت کی ضرورت اور گنجائش نہیں۔

(ان کا کہنا ہے) :......سب سے زیادہ تعجب انگیز بات فیروز آبادی کی طرف سے یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں

''غیر ازیں ثابت نشدہ......الخ'' (اس کے علاوہ ثابت نہیں ہے)

(میں کہتا ہوں): ...... اس سے بھی تعجب انگیز تو مخدوم صاحب کا اس فن حدیث کے ائمہ امام بخاری اور ان کے اُستاد حمیدی، ابن المدینی، ابن معین، احمد، اسحاق پھر متاخرین میں سے ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم وغیرہ کے مقابلے میں مولوی عبدالحق کی رائے کو لینا ہے۔اس کی تصریح پیچھے گزر چکی ہے۔

اور فیروز آبادی صاحب نے یہ بات ان جیسے بزرگوں سے لی ہے اس نے خود اپنی طرف سے بیان نہیں کی ان جیسے ائمہ ھدی جن کی اس فن میں اقتداء کی جاتی ہے ان کے مقابلے عبدالحق محدث دہلوی کی کیا حیثیت اورقدر و قیمت ہے؟

(اُن کا کہنا ہے): ...... آخر میں ان کا کہنا کہ حدیث شریف میں ہے جس کو میری حدیث پہنچی پھر اس کو رد کر دیا تو قیامت کے دن میں اس سے جھگڑا کروں گا۔

اس کا جواب ہے، سائل کے سوال میں ''اس حدیث کے لفظ'' لانے سے مراد لفظ رد ترک عمل کو شامل ہے، اگر چہ وہ اہل اجتہاد وتقلید کے لیے مشروع ہے، جس کا بیان آگے آئے گا، تو لفظ رد کا اس کو شامل ہونا قابل تسلیم نہیں ہے، جو اس کا دعویٰ کرتا ہے وہ دلیل سے ثابت کرے اگر اس کے لانے سے مقصود لفظ رد سے ترک اعتقاد مراد ہے، یعنی حدیث شریف کا انکار یا تمرد وعناد کی وجہ سے حدیث پر عمل نہ کرنا ہے، تو اس سے خدا کی پناہ۔

(اُن کا کہنا ہے): ...... ہر شخص جس نے حدیث پڑھی ہو یا (پڑھائی ہو) یا صرف سنی ہو وہ دوسرے مسلک ومذہب کی حدیث پر عمل کرے، اس شخص کو گمراہ وگمراہ کن کہنا چاہیے یا نہیں؟

(میں کہتا ہوں): ...... حدیث کا معنی ومفہوم عمومیت پر دلالت کرتا ہے جبکہ شیخ صاحب کی تفسیر درست نہیں ہے اور مخدوم صاحب کا اس پر اعتماد اور بھروسہ کرنا دلیل سے خالی ہے لہٰذا نہ تو وہ علیل وبیمار کی ضرورت کو پوری کرتا ہے اور نہ پیاسے کی تشنگی دور کرتا ہے۔ پھر ہم اس معصوم ذات گرامی ﷺ جس پر میرے ماں باپ قربان ہوں کی احادیث کو رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں پاتے جبکہ آپ ﷺ کے فرامین اہل حق کے نزدیک شریعت ہے، لہٰذا ہمارے لیے عموم کی شمولیت کی وضاحت کی کوئی وجہ نہیں اس کی وضاحت اور بیان ان کے ذمہ ہے جو خصوصی کا دعویٰ کرتے ہیں۔

(اُن کا کہنا ہے): ...... ''ہر کہ خواند یا خوانفد کتب حدیث را وعمل نکند بر غیر احادیث مذہب آن شخص را ضال ومضل باید گفت یا نہ؟ الجواب: اگر ترک میکند عمل را بر آن بر وجہ عناد وتمرد وطعن آن الخ۔''

ہر وہ جو حدیث کی کتابوں کو پڑھتا ہے یا پڑھتے ہیں اور اپنے مذہب کی (مطابقت رکھنے والی) احادیث کے علاوہ دوسری احادیث پر عمل نہیں کرتا ایسے شخص کو ضال (گمراہ) اور مضل (گمراہ کرنے والا)

کہہ سکتا ہے یا نہیں؟ جواب: اگر عناد، تمرد و سرکشی، ہٹ دھرمی اور طعن و تشنیع کی وجہ سے اس پر عمل نہ کرے ......الخ

(میں کہتا ہوں) :...... اس کی بنیاد بھی گذشتہ کی طرح ہے۔ جیسا کہ وہ باطل ہوا یہ بھی باطل ہے اس سے زیادہ اور کیا گمراہی ہوسکتی ہے کہ کوئی شخص احادیث رسول پہنچنے کے بعد بھی اس پر عمل نہ کرے۔

(ان کا کہنا ہے) :...... بلکہ عالم غیر مجتہد کم فہمی و کم سمجھی کی وجہ سے قرآن وحدیث کے کما حقہ سمجھنے سے قاصر ہونے کی بنا پر دین کے مجتہدین میں سے کسی ایک مجتہد کی تقلید کرتا ہے، جو آنحضرت ﷺ کے ترجمان کی حیثیت رکھتے ہیں، اس کو گمراہ و گمراہ کن نہیں کہا جاسکتا اور نہ کہنا چاہیے......الخ

(میں کہتا ہوں) :......تمام اہل ایمان کے لیے صرف دو طریقے ہیں، ان کے علاوہ تیسرا طریقہ نہیں، یا تو وہ حدیث کے الفاظ سنتے اور اس کے معنی و مفہوم سمجھتے ہیں وہ اس پر عمل کرنے کے مکلّف ہیں اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کا قول مفتی کے قول سے کم نہیں۔ ہدایہ ج۱ ص۳۰۴ وغیرہ میں فقہاء نے اس کی صراحت کردی ہے۔

یا وہ حدیث کے معنی و مفہوم کو نہیں سمجھ سکتے ایسی صورت میں ان کے لیے توقف کا راستہ ہے کہ وہ یا تو حدیث کے معنی و مفہوم کے سمجھنے تک توقف کریں یا اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (النحل: ٤٣) (پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر (اہل علم) سے دریافت کرلو) پر عمل کریں اور یہ تقلید نہیں ہے بلکہ جہاں سے بھی حق ملے اس کو لینا چاہیے۔ (ارشاد ہے) ﴿وَ فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ﴾ (یوسف: ٧٦) اور ہر جاننے والے کے اوپر اور بھی جاننے والا ہے۔

(ان کا کہنا ہے) :...... کیونکہ تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ ہر عامی و عالم پر جو اجتہاد کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے، کسی نہ کسی مجتہد کی بغیر متعین کئے ہوئے تقلید فرض ہے۔

(میں کہتا ہوں) :...... یہ امام ابوحنیفہ کے قول کے خلاف ہے۔ ان سے کہا گیا: جب آپ کوئی بات کہیں اور اللہ کی کتاب (قرآن) اس کے مخالف ہو تو؟ آپ نے کہا کتاب اللہ کے مقابلے میں میری بات کو چھوڑ دو۔ پھر پوچھا گیا: جب اللہ کے رسول کی حدیث کے مخالف ہو تو؟ آپ نے اس پر بھی کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی موجودگی میں میری بات کو چھوڑ دو۔ (خزانۃ الروایات)

اور انہوں نے کہا ہے کہ "لا ینبغی لمن لم یعرف دلیل ان یفتی بکلامی"

(حجۃ اللہ البالغۃ ج۱ ص۳۷۰۔اصح المطابع)

جس شخص کو میری دلیل معلوم نہ ہو اس کے لیے لائق نہیں کہ وہ میرے کلام کے ساتھ فتویٰ دیدے۔

بلکہ مخدوم صاحب کے اپنے قول کے بھی خلاف ہے کہ وہ خود اپنی کتاب نور العین میں کہتے ہیں:

" انا نعتقد فی امامنا الا عظم الذی هو الامام الا عظم اکملهم واقدمهم سنا و تقویٰ وفضلا انه لا یخالف هذا المقدار من الا حادیث الصریحة التی مر ذکر ها اصلا وبعید عنه ان لا یطلع علی واحد من تلك الا حادیث المذکورة قطعا . وعلی تقدیر فرض ان یکون الامام قال بخلافها ، فقد صح وثبت عنه رحمه الله حین سئل : بانك اذا قلت قولا قد خالفت قول لرسول ﷺ فکیف نفعل ؟ قال : اترکوا قولی ...... الخ کما تقدم وذکر فی الخزانة والمتانة ، وغیرهما ناقلا عن الروضة الزندو سیة عن کل من الامام ابی حنیفة ومحمد انه قال : اذا قلت قولا وکتاب الله یخالفه وکذا خبر النبی ﷺ وکذا قول الصحابی ، فاترکوا قولی ، فما احسن انصاف الامام وما اجمل اتباعه لسید ألانام علیه وآله واصحابه افضل الصلوات والسلام . وقد صح بنحو هذا عن الامام الشافعی فاذا صح مثل هذا عن افضل المجتهدین فی مخالفة حدیث صحیح واحد فما فوقه فکیف لا یجوز لنا ترك قوله بو رود هذا المبلغ من الا حادیث النبویة الثابتة التی کاد ان یتواتر معنا ها . والعجب من بعض المتا خرین انهم یجوزون ترك قول الامام ابی حنیفة فی المزارعة بسبب التعامل ومسئلة السعابة لغلبة الکفار ، وفی مسئلة الوقف التحصیل غلات الا وقاف و فی مسئلة عدم جواب الا ستیجار علی العبادات با مر ها کالا مامة والاذان ، و تعلیم الفقه والقرآن وامثال ذلك لتحصیل شی ء من حطام الدنیا فی سائر المسئلة الکثیرة یعنی ذلك من الاسباب !! ولا یجوزون ترك قوله المخالف لقول سید الاولین والاخرین ﷺ وقد قال سبحانه وتعالیٰ ﴿ وما اتا کم الرسول فخذو ه وما نها کم عنه فانتهوا ﴾ (الحشر) ان قیل : قد یمکن ان یحسن الظن بالا مام الاعظم ان هذه الا حادیث کلها واکثر ها قد بلغته ، وقد بلغه ایضا ما یعارض من الاحادیث الآخر لم نطلع علیها نحن ، قلنا سلمنا انه یحتمل ان الامام قد اطلع علی حدیث واحد او اکثر فی نفی الاشارة ونحن لا نطلع علیها . فهذا الا حتمال المو هوم هل یعارض الاحادیث الصحیحة الموجودة فی غایة الکثرة وجودا

اثبا تا محققا . وترجيح المو هوم على المحقق غير صحيح ، ولا معقول . فضعف ذلك الا حتمال وارتفع الاشكال ، وماذا بعد الحق الا الضلال ، والحق احق ان يتبع العلم الله الكبير المتعال ". انتهٰى

ہم اپنے امام اعظم کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ امام اعظم ہے علم میں کامل ہیں دوسروں سے زیادہ کامل ہیں۔ عمر میں ان سے بڑے ہیں اسی طرح تقویٰ اور فضل میں بھی دوسروں سے بڑھ کر ہیں اور وہ اس مقدار حساب سے صریح احادیث کی مخالفت نہیں کر سکتے جو اصلاً پیچھے گزر چکی ہیں اور یہ بات بھی ان سے قطعی بعید ہے کہ ان مذکورہ احادیث میں سے کسی بھی حدیث پر وہ مطلع نہ ہوں یعنی ان کو ان احادیث کی اطلاع نہ ملی ہو اور بالفرض اگر امام صاحب نے ان احادیث کے خلاف کہا ہو تو یہ بات بھی امام صاحب رحمہ اللہ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ جب کوئی ایسی بات کہیں جس میں آپ نے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی ہو تو پھر ہم کیا کریں؟ آپ نے فرمایا تم میری بات کو چھوڑ دو...... الخ جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ اور خزانۃ اور متانہ وغیرہ میں الروضۃ الزندوستۃ سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد سب نے یہ کہا کہ ”جب میں کوئی ایسی بات کہوں کہ کتاب اللہ اس کے مخالف ہو اسی طرح حدیث رسول اللہ ﷺ اور اسی طرح صحابی کا قول تو میری بات کو چھوڑ دو۔ امام صاحب کا کیا ہی خوب انصاف ہے اور کس عمدگی کے ساتھ وہ سید الانام علیہ وآلہ واصحابہ افضل الصلوات والتسلیم کی اتباع اور پیروی کر رہے ہیں اور اسی طرح کے الفاظ امام شافعی سے بھی ثابت ہیں۔ جب ایسا قول افضل ترین مجتہد سے ایک صحیح حدیث کی مخالفت کے متعلق صحیح طور پر ثابت ہوا ہے تو اس سے زیادہ کے متعلق کیسے ان کے قول کا چھوڑنا ہمارے لیے جائز ہے جب صحیح احادیث بھی اس حد تک ثابت ہوں کہ ان کے معنی تو اتر تک پہنچنے کے قریب ہوں اور بعض متاخرین احناف کی طرف سے تعجب انگیز بات تو یہ ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ کی بات کو مزارعت میں تعامل کی وجہ سے ترک کرنا، اور غلبہ کفار کی وجہ سے سعابہ کے مسئلہ میں، اوقاف کے غلوں کے حصول کے لیے وقف کے مسئلہ میں عبادات پر اجرت لینے کے عدم جواز کے مسئلہ میں مثلاً امامت، اذان، فقہ اور قرآن کی تعلیم وغیرہ اور اسی طرح بہت سے دوسرے مسائل میں کہ دنیا کے سامان کے حصول کے لیے ان اسباب کو جائز سمجھنا (اگر چہ امام صاحب کے قول کے مخالف ہو) جبکہ وہ لوگ امام ابوحنیفہ کے اس قول کو ترک کرنا جائز سمجھتے ہیں جو سید الاولین والآخرین ﷺ کے قول کے مخالف ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (الحشر : ۷) یعنی جو کچھ تمہیں رسول (ﷺ) دے اسے لے لو اور جس چیز سے روکو اسے رک جاؤ۔ تو اور اگر کہا جائے کہ امام اعظم کے ساتھ حسن ظن رکھ سکتے ہیں کہ یہ تمام احادیث یا ان میں سے اکثر ان کو پہنچی ہیں اور ان کو وہ دوسری

احادیث بھی پہنچ گئی ہیں جو ان کے معارض ہیں اور ہم ان پر مطلع نہیں ہوئے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ احتمال ہے کہ امام صاحب ایک یا زیادہ حدیثوں پر مطلع ہوئے جو کہ نفی اشارہ کے بارے میں ہیں اور اس پر مطلع نہیں ہوئے یہ ایک موہوم احتمال ہے کیا یہ کثیر تعداد میں موجود صحیح احادیث کا مقابلہ کر سکتا ہے جو کہ بالکل ہی ثابت شدہ محقق ہوں اور ثابت شدہ پر خیالی اور موہوم چیز کو ترجیح دینا صحیح نہیں ہے اور نہ ہی معقول ہے۔ لہٰذا یہ احتمال کمزور ہے اس لیے اشکال رفع ہو گیا۔ ﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلٰلُ﴾ (یونس: ۳۲) حق کے بعد گمراہی کے سوا کچھ نہیں اور حق ہی کی پیروی کی جانی چاہیے اور علم بڑے بلند بزرگی والے رب کے پاس ہے۔

لہٰذا مخدوم صاحب کا اس مسئلہ میں رجوع کرنا زیادہ بہتر اور اولیٰ ہے اس لیے کہ اثبات رفع الیدین اثبات اشارہ سے زیادہ قوی ہے۔ اور اس کا متواتر ہونا زیادہ موکد اور ثابت ہے بلکہ یہ منصوص علیہ ہے۔ پھر شیخ کا اس کو جمہور کی طرف منسوب کرنا خلاف واقع ہے۔

ابن حزم کہتے ہیں:

" قد صح اجماع الصحابة كلهم اولهم عن آخر هم ، واجماع التابعين اولهم عن آخر هم ، واجماع تابعي التابعين اولهم عن آخرهم على الإمتناع والمنع من ان يقصد منهم احد على قول انسان منهم او ممن قبلهم فيا خذه كله فليعلم من اخذ بجميع اقوال ابى حنيفة اوجميع اقوال مالك او جميع اقوال الشافعي او جميع اقوال احمد ۔ رضى الله عنهم ۔ ولم يترك قول من اتبع منهم او من غير هم الى قول غيره ولم يعتمد على ما جاء في القرآن والسنة غير صارف ذلك الى انسان بعينه انه قد خالف اجماع الامة كلها اولها عن آخر ها بيقين لا اشكال فيه ، وانه لا يجد لنفسه سلفا ولا انسانا فى جميع الاعصار المحمودة الثلاثة فقد اتبع غير سبيل المؤمنين ونعوذ بالله من هذه المنزلة . "

(حجة الله ج ۱ ص ۱۵۵ طبع مصر)

''صحابہ، تابعین اور تبع تابعین میں سے شروع سے لیکر آخر تک سب کا اس بات پر اجماع ثابت ہے کہ ان میں سے کسی انسان کے قول کی طرف یا ان سے پہلے کسی انسان کے قول کی طرف رجوع کرنا اور اس کی ہر بات کو تسلیم کر لینا ممنوع ہے اور اس سے روکا گیا ہے۔ اب جو آدمی امام ابوحنیفہ کے تمام اقوال یا امام مالک کے تمام اقوال یا امام شافعی کے تمام اقوال یا امام احمد بن

حنبل رحمہ اللہ ۔ کے تمام اقوال کو تسلیم کرتا ہے اور اس کی پیروی کرتا ہے یا دوسرے کسی مقتدیٰ کے تمام اقوال کو تسلیم کرتا ہے اور قرآن وسنت پر تب تک اعتماد نہیں کرتا جب تک کہ وہ اسے کسی انسان متعین کے قول کی طرف نہ پھیر دے تو یاد رکھیں کہ اس شخص نے آغاز سے انجام تک ساری امت (اجماع امت) کی یقیناً مخالفت کی ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ۔ اور سلف صالحین اور تینوں قابل تعریف زمانوں میں سے کسی کو بھی یہ شخص اپنے ساتھ نہیں پائے گا اور یہ کہ یہ شخص اہل ایمان کے سوا کسی دوسرے راستے پر چل رہا ہے (ہم اس حالت سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں ۔)''

شاہ ولی اللہ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ:

" انما يتم يعنى ما قاله ابن حزم فيمن له ضرب من الا جتهاد ولو على مسئلة واحدة ، وفيمن ظهر عليه ظهورا بينا ان النبى ﷺ امر بكذا او عمل كذا وانه ليس بمنسوخ اما بتتبع الاحاديث واقوال المخالف او الموافق فى المسئلة فلا يجد لها نسخا او بان يرى جما غفيرًا من المتبحرين فى العلم يذ هبون اليه و يرى المخالف له لا يحتج الا بقياس او استنباط او نحو ذلك فحينئذ لا سبب لمخالفة حديث الانفاق خفى او حمق جلى وهذا هو الذى اشار اليه الشيخ عز الدين بن عبد السلام حيث قال (و من العجب العجيب، ان الفقهاء المقلدين يقف احدهم على ضعف اخذ اما مه بحيث لا يجد لضعفه مدفعا و هو مع ذلك يقلد ه فيه ويترك من شهد الكتاب والسنة والاقيسة الصحيحة لمذهبهم جمو دا على تقليد امامه بل يتخيل لدفع ظاهر الكتاب والسنة و يتاً ولها بالتاً ويلات البعيدة نضالا عن مقلده) وقال : ((لا يزل الناس يسئلون من اتفق من العلماء من غير تقييد لمذهب ولا انكار على احد هم يتبع امامه مع بعد مذهبه عن الادلة مقلدا له فيما قال كانه نبى ارسل ، وهذا نأى عن الحق و بعد عن الصواب لا يرضى به احد من اولى الالباب)) وقال ابو شامة : ((يبغى لمن يشتغل بالفقه ان لا يقتصر على مذهب امامه ويعتقد فى كل مسئلة صحة ما كان اقرب الى الكتاب والسنة المحكمة وذلك سهل عليه اذا كان اتقن معظم العلوم المتقد مة وليجتنب التعصب والنظر

فـی طـرائـق الـخلاف المتأخرة فانها مضية للزمان ولصفوة مكدرة. فقد صح عن الشافعی انه نهی عن تقليده وتقليد غيره وقال صاحبه المزنی فی اول مختصره اختصرته هذا من علم الشافعی ومن معنی قوله لا قربه علی مـن اراده مـع اعلاميه نهيه عن تقليده وتقليد غيره لينظر فيه لدينه ويحتاط لـنـفسـه ای مـع اعـلامـی من اراد علم الشافعی نهی الشافعی عن تقليده وتـقـليد غيره" ۔ و فيمن يكون عاميا ويقلد رجلا من الفقهاء بعينه لويری عـنـه يمتنع من مثله الخطاء وان ما قاله هو الصواب البتة واضمر فی قلبله ان لا يترك تقليده وان ظهر الدليل علی خلافه وذلك ما رواه الترمذی عن عـدی بـن حـاتم انه قال سمعته يعنی رسول الله ﷺ ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (التوبة : ٣١) قال انهم لم يكونوا يعبدونهم ولـكنهم اذا احلوا شيئا استحلوه و اذا حرموا عليهم شيئا حرموه . وفيمن لا يـجـوز ان يستـفتـیء الحنفی مثلا فقيها شافعا وبالعكس ولا يجوزا ن يـقتدی الحنفی بامام الشـافـعـی مثـلا فان هذا قد خالف اجماع القرون الاولـی ، وناقض الصحابة والتابعين وليس محله فيمن لا يدين الا بقول النبی ﷺ ولا يـعتـقد حلالا الا ما احله الله ورسوله ﷺ ولا حراما الا ما حرمه الله ورسول ﷺ . لـكـن لما لم يكن له علم بما قاله النبی ﷺ ولا بـطريق الجمع بين المختلفات من كلا مه ولا بطريق الاستنباط من كلامه اتبـع عالما راشدا علی انه يصيب فيما يقول ويفتی ظاهرا متبع سنة رسول الله ﷺ فـان خالف ما يظنه اقلع من ساعته من غير جدال ولا اصرار فهذا كيف يـنـكـره احـد مـع ان الاستفتاء لم يزل بين المسلمين بن عهد النبی ﷺ لا فرق بين هذا دائما .

او يستـفتـی ء هـذا حيـنـا وهـذا حينا بعد ان يكون مجمعا علی ما ذكرنا ه وكيف لا ولـم نـؤمـن بـفقيه ايا كان انه او حی الله اليه الفقه وفرض علينا طـاعتـه وان مـعـصـوم فـان اقتـدينا بو احد منهم فلذلك لعلمنا بانه عالم بـكتاب الله وسنة رسوله ﷺ فـلا يخلو قوله اما ان يكون صريح الكتاب والسنة او مستنبطا عنهما بنحو من الا ستنباط او عرف بالقرائن ان الحكم

فی صورة ما منوطة كذا او اطما ن قلبه بتلك المعرفة فقاس المنصوص على المنوص فكانه يقول ظننت ان رسول الله ﷺ قال كلما وجدت هذه العلة فالحكم ثمة هكذا والمقيس مندرج فى هذا العموم فهذا ايضا معزى الى النبى ﷺ، ولكن فى طريقة ظنون (١) ولو لا ذلك لما قلد مؤمن بمجتهد فان بلغنا حديث من الرسول المعصوم الذى فرض الله علينا طاعته بسند صالح يدل على خلاف مذهبه و تركنا حديثه واتبعنا ذالك التخمين فمن اظلم منا؟ وما عذر نا يوم يقوم الناس لرب العالمين؟ انتهى ما فى الحجة .

ابن حزم کی یہ تقریر اس کے حق میں پوری ہوسکتی ہے کہ جس کو کچھ نہ کچھ اجتہاد کی قوت حاصل ہو چا ہے ایک ہی مسئلہ میں کیوں نہ ہو اور اس کے حق میں پوری ہوسکتی ہے کہ جس کو واضح طور پر علم ہو چکا ہو کہ نبی کریم ﷺ نے حکم دیا ہے اور اس سے منع کیا ہے اور یہ (حکم یا ممانعت) منسوخ نہیں ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ یا وہ احادیث اور مسئلہ کے بارے میں مخالف اور موافق اقوال (اور احادیث) کا خوب تتبع اور جستجو کرلے اور معلوم کرلے کہ یہاں کوئی نسخ نہیں ہے یا تبحر علماء کی ایک کثیر جماعت کو دیکھے گا کہ وہ صرف قیاس یا استنباط یا اس قسم کی چیزوں سے ہی استدلال کرتے ہیں اس صورت میں حدیث نبوی کی مخالفت کا سبب مخفی نفاق یا ظاہری حماقت کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ اور اسی طرح شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ انتہائی عجیب بات ہے کہ فقہائے مقلدین میں سے بعض لوگ اپنے امام کے ماخذ کے ضعیف ہونے سے واقف ہوتے ہیں اور اس کا دفاع نہیں کرپاتے مگر پھر بھی وہ اس مسئلہ میں اپنے امام کی تقلید کرتے ہیں۔ کتاب وسنت اور قیاسات صحیحہ جس مذہب کی صداقت کی شہادت دیتے ہیں محض امام کی تقلید جامد کے باعث اس مذہب کو چھوڑ دیتے ہیں، بلکہ کتاب وسنت کے ظاہر کو چھوڑنے کے لیے باطل تاویلات تعین کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لوگ ہمیشہ ہر اس عالم سے مسائل پوچھتے رہے جس سے ملنے کا اتفاق ہوگیا اور کسی خاص مذہب کی تعین کئے بغیر اور کسی سائل پر ملامت کئے بغیر مسائل دریافت کرتے رہے۔ آخر کار یہ مذاہب فقہی) ظاہر ہوگئے اور متعصب مقلدین نمودار ہوگئے ان متعصب مقلدین کا حال یہ ہے کہ اگر چہ ان کا مذہب دلائل سے کوسوں دور ہو پھر بھی اس کی تقلید کرتے رہیں گویا کسی نبی کا قول ہو یہ طریقہ حق سے بعید اور صداقت سے دور ہے کوئی بھی صاحب عقل اس کو پسند نہیں کرسکتا۔

اور ابو شامہ کہتے ہیں جو فقہ میں مشغول ہوا سے چاہیے کہ وہ ایک ہی امام کے مذہب پر اکتفاء نہ کرے بلکہ ہر مسئلہ میں اس کو صحیح سمجھے جو کتاب اللہ اور سنت محکم کی دلالت ومعنی کے قریب ترین ہو۔ یہ طریقہ اس

کے لیے آسان ہے جبکہ اس نے سابقہ علوم کو خوب طریقہ سے حاصل کر لیا، اسے یہ بھی چاہیے کہ وہ تعصب اور متاخرین کے اختلافات میں غور کرنے سے پرہیز کرے کیونکہ یہ کام وقت کو برباد کرنے والا ہے اور صاف طبائع کو مکدر اور گدلا کرنے والا ہے۔

امام شافعی سے ثابت ہے کہ انہوں نے اپنی اور دوسروں کی تقلید کرنے سے منع کیا ہے۔ امام شافعی کے شاگرد امام مزنی نے اپنی کتاب مختصر میں فرمایا ہے کہ ''میں نے اس کتاب میں علوم شافعی اور ان کے اقوال کے مطالب کو مختصر طور پر بیان کیا ہے تا کہ اس کو اس شخص کے ذہن کے قریب کر دوں جو اس کو جاننا چاہتا ہے اور ساتھ ہی یہ بتا دوں کہ امام شافعی نے اپنی اور دوسروں کی تقلید سے منع فرمایا ہے تا کہ وہ انسان اپنے دین پر نظر کرے اور اپنے لیے احتیاط کا راستہ اختیار کرے یعنی یہ بھی بتا دوں کہ امام شافعی نے اپنی تقلید اور دوسروں کی تقلید کی ممانعت فرمائی ہے۔ انتہیٰ

نیز (ابن حزم کا قول) اس کے حق میں صحیح ہو سکتا ہے جو عام آدمی ہو اور کسی معین فقیہ کی تقلید کرتا ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ ایسے فقیہ سے غلطی سرزد ہونا ناممکن ہے اور یہ جو بھی کہے گا وہ ہر حالت میں یقیناً صحیح ہی ہوگا اور دل میں یہ طے کر لے کہ چاہے فقیہ کے قول کے خلاف دلیل ہو مگر اس کی تقلید نہیں چھوڑوں گا۔ امام ترمذی نے جناب عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے وہ بتاتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت تلاوت کرتے سنا

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (التوبہ : ۳۱)

''یعنی ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں رب بنایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ ان (علماء اور رہبان) کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ جب وہ ان کے لیے کچھ چیز حلال کرتے وہ حلال سمجھتے اور جب کچھ چیز ان پر حرام کرتے تو وہ اسے حرام سمجھتے۔''

اور اس شخص کے حق میں (ابن حزم کا قول) درست ہو سکتا ہے جو اس بات کو جائز نہیں سمجھتا کہ کوئی حنفی کسی شافعی فقیہ سے یا کوئی شافعی کسی حنفی فقیہ سے مسئلہ دریافت کرے اور مثلاً یہ کو یہ حنفی کسی شافعی امام اقتداء کرنے کو جائز نہیں سمجھتا ایسا شخص قرون اولیٰ کے اجماع کا مخالف ہے اور اس نے صحابہ اور تابعین کی مخالفت کی ہے۔

(ابن حزم کا قول) ایسے شخص کے بارے میں درست نہیں جو صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر ہی چلتا ہے اور جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا اس کو حرام سمجھتا ہے۔ البتہ جب اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا علم نہ ہو اور نہ ہی وہ مختلف احادیث کو جمع کرنے اور تطبیق دینے کا طریقہ جانتا ہو اور نہ ہی احادیث سے استنباط کر سکتا ہو تو اس وقت وہ کسی عالم راشد کی اتباع یا پیروی کر لے اور یہ گمان کرے کہ یہ

اپنے قول میں سچا ہے اور سنت رسول اللہ ﷺ کے تحت فتویٰ دیتا ہے۔ اور اگر وہ اس کے گمان کے خلاف کرے تو وہ کسی جدال واصرار کے بغیر فوراً اس سے علیحدہ ہو جائے تو اس اتباع کا کون انکار کرسکتا ہے؟ جبکہ واقعہ یہ ہے کہ عہد نبوی ﷺ سے مسلمانوں میں فتویٰ پوچھنے اور فتویٰ دینے کا رواج چلا آرہا ہے۔ اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ شخص ہمیشہ ایک ہی آدمی سے فتویٰ پوچھے یا کبھی ایک سے کبھی دوسرے سے فتویٰ پوچھے جب کہ بات ویسے ہی ہو جیسے ہم نے بیان کیا ہے اور ایسا کیوں نہیں ہوسکتا؟ ہم کسی بھی فقیہ پر اس طرح ایمان نہیں لائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف فقہ وحی کی ہے اور ہم پر اس کی اطاعت فرض قرار دی ہے اور یہ کہ وہ معصوم ہے۔ اگر ہم کسی فقیہ کی اقتداء کرتے ہیں تو اس وجہ سے کرتے ہیں کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا عالم ہے۔ اس کا قول یا تو کتاب وسنت کی صداقت کے باعث ہے یا ان سے استنباط کیا گیا ہوگا یا اس نے قرائن سے معلوم کیا ہے کہ فلاں صورت میں دراصل شارع کا حکم فلاں علت پر ہے اور اس کو اس علت حکم کی معرفت کا خوب یقین ہو چکا ہے۔ اس لیے اس نے منصوص پر غیر منصوص کو قیاس کر لیا گویا (فقیہ) کہتا ہے کہ میرا ظن غالب یہ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ فرماتے ہیں ''جب بھی یہ علت پائی جائے تو وہاں حکم بھی ایسا ہی ہوگا۔'' اس عموم میں مقیس بھی داخل ہے اس لیے یہ بھی نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہے البتہ اس کے طریق میں ظنی امور ہی شامل ہیں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی مسلمان بھی کسی مجتہد کی تقلید نہ کرتا اور اگر ایسا ہو کہ ہم تک رسول معصوم ﷺ (جس کی اطاعت ہم پر فرض ہے) کی کوئی حدیث پہنچے اور سند بھی صحیح ہو اور وہ حدیث اس کے امام کے مذہب کے خلاف ہو پھر اگر ہم آپ ﷺ کی حدیث کو چھوڑ کر اس تخمینی بات کی اطاعت کریں تو ہم سے بڑا ظالم کون ہوگا؟ اور جس وقت لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے (بروز قیامت) اس دن ہمارے پاس کیا عذر ہوگا؟

(حجۃ اللہ کا اقتباس مکمل ہوا)

ان کے قول " اتبع عالما راشدا " سے مراد وہ شخص ہے جو حدیث کے مطابق فتویٰ دے نہ کہ اپنی رائے سے یا ائمہ کے فقہ کے مطابق یا لوگوں کے اقوال کے مطابق فتویٰ دے۔ امام ابن حزم الاحکام ج ۲ ص ۵۸ میں فرماتے ہیں:

" حدثنا حمام حدثنا عباس بن اصبغ ثنا محمد بن عبدالملك بن اعين ثنا عبد الله بن احمد بن حنبل قال سالت ابی عن الرجل یکون ببلد لا یجد فیه الا صاحب حدیث لا یعرف صحیحه من سقیمه ، واصحاب رأی فتنزل به النازلة من یسال ؟ فقال ابی : یسال صاحب الحدیث ولا یسال صاحب الرای ضعیف الحدیث اقویٰ من رای ابی حنیفة قال ابو محمد۔

هـي كـنية ابـن حـزم ـ صـدق احمد رحمه الله لان من اخذ بما بلغه عن رسول الله ﷺ هـو لا يـدري ضـعيفه فقد اجر يقينا على قصد الى طاعة رسول الله ﷺ كـما امره الله تعالىٰ واما من اخذ برأى ابى حنيفة او رائى مـالك او غيـر هـمـا فقد اخذ بما لم يا مره الله تعالىٰ قط بالا خذ به وهذه معصية لا طاعة".

''ہم سے حمام نے بیان کیا کہا ہم سے عباس بن اصبغ نے بیان کیا کہا ہم سے محمد عبدالملک بن اعین نے بیان کیا کہا ہم سے عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے اس شخص کے متعلق پوچھا جو ایسے شہر یا قصبہ میں رہتا ہے وہاں وہ صرف ایسے ہی حدیث والا شخص پاتا ہے جو صحیح اور ضعیف میں فرق نہیں کر سکتا اور اصحاب رائے بھی وہاں رہتے ہیں پھر اس کو کوئی مسئلہ پیش آتا ہے تو وہ ان میں سے کس سے پوچھے؟ میرے والد صاحب نے جواب دیا کہ صاحب حدیث سے وہ پوچھے صاحب الرائے سے نہ پوچھے۔ اس لیے کہ ضعیف حدیث بھی ابو حنیفہ کی رائے سے زیادہ قوی ہوتی ہے۔ ابو محمد کہتے ہیں۔ کہ یہ ابن حزم کی کنیت ہے۔ احمد رحمہ اللہ نے سچ اور درست کہا اس لیے کہ جس شخص نے اس چیز کو لیا جو اسے نبی کریم ﷺ سے اس تک پہنچی اور وہ اس کے ضعف کو نہیں جانتا اس کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کی اطاعت رسول ﷺ کا قصد کرنے کی وجہ سے یقیناً اجر ملے گا، مگر جس شخص نے ابوحنیفہ یا مالک یا ان کے علاوہ کسی اور کی رائے کو اخذ کیا جس کے لینے کا اللہ تعالیٰ نے ہرگز اس کو حکم نہیں دیا تو یہ معصیت ہے اطاعت نہیں۔''

اور المحلی ج ۱ ص ۶۹ میں لکھتے ہیں:

" والـمـجتهد المخطى افضل عند الله من المقلد المصيب ، هذا فى اهل الســلام خـاصة وامـا غيـر اهـل الاسلام فلا عذر للمجتهد المستد ل ولا للمقلد وكلا هما هالك وبرهان هذا ما ذكر ناه آنفا باسناده من قول رسول الـلـه ﷺ اذا اجتهـد الـحـاكـم فـاخـطـأ فله اجر . وذم الله التقليد جملة فـالمقلد عاص و المجتهد ما جور وليس من اتبع رسول الله ﷺ مقلدا، لانـه فـعـل مـا امـره الـلـه تعالىٰ به وانما المقلد من اتبع دون رسول الله ﷺ لانه فعل ما لم يامره الله تعالىٰ به واما غير اهل الاسلام فان الله تعالىٰ يقول ﴿ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ

الْخٰسِرِيْنَ﴾ . "

اور خطا کرنے والا مجتہد اللہ کے ہاں درست اور اچھائی کرنے والے مقلد سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ یہ اہل اسلام کے ساتھ خاص ہے جبکہ غیر اہل اسلام کے لیے کوئی عذر نہیں، نہ مجتہد مستدل کے لیے نہ مقلد کے لیے وہ دونوں ہلاکت میں پڑنے والے ہیں۔ اس کی دلیل وہ ہے جو ہم نے ابھی اس کی سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا قول بیان کیا ہے کہ " اذا اجتھد الحاکم فاخطا فلہ اجر" یعنی جب حاکم اجتہاد کرے اور غلطی کر جائے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تقلید کی عمومیت کے ساتھ مذمت کی ہے لہٰذا مقلد گناہ گار ہے اور مجتہد اجر پانے والا۔ جو رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور پیروی کرے وہ مقلد نہیں ہوتا (تقلید اور اتباع میں فرق ہے) اس لیے کہ اس نے وہ کام کیا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا ہے اور مقلد تو وہ ہوتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور کی اتباع اور پیروی کرے اس لیے کہ اس نے وہ کام کیا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا۔

جبکہ غیر اہل اسلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

﴿وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾

(آل عمران : ۷۵)

"یعنی جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو اپنائے گا اس سے وہ (دین) ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور قیامت کے دن وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔"

ان کا کہنا ہے: ...... اس لیے کہ غیر مجتہد دلائل و براہین میں کما حقہ غور و فکر اور تدبر کرنے سے عاجز و قاصر ہے۔

میں کہتا ہوں: ...... یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر روک لگانا اور پابندی لگانا ہے جو کہ ہر چیز پر محیط اور پھیلی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے ﴿هُدًى لِّلنَّاسِ﴾ (البقرۃ: ۱۸۵) یعنی یہ کتاب عام لوگوں کے لیے باعث ہدایت ہے۔ لہٰذا شیخ کا یہ کہنا کہ غیر مجتہد کامل نظر سے عاجز ہوتا ہے اس آیت کریمہ کا مخالف ہے اس لیے کہ ان کے قول کے مطابق قرآن مجید سے بعض لوگ تو ہدایت پا سکتے ہیں اور بعض ہدایت نہیں پا سکتے جبکہ قرآنی آیت کا مدلول یہ ہے کہ یہ ہر اس شخص کے لیے ہدایت ہے جو ہدایت پانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ لہٰذا شیخ کے قول کے باطل ہونے میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہی۔

علامہ الفلانی ایقاظ الھمم ص ۵۵ میں لکھتے ہیں:

" واما ما یورد علی الالسنة من ان العمل علی الفقه لا علی الحدیث ،

فتوہ لا معنی له ، لانه من البین ان مبنی الفقه لیس الا الکتاب والسنة . واما الاجماع والقیاس فکل واحد منهما یرجع الی کل واحد من الکتاب والسنة فما معنی لاثبات العمل علی الفقه ونفی العمل عن الحدیث فان العمل بالفقه عین العمل بالحدیث کما عرفت . وغایة ما یمکن فی توجیهه ان یقال ان ذلك حکم مخصوص لشخص مخصوص هو من لیس من اهل الخصوص بل العوام الذین هم الهوام لا یفهمون معنی الحدیث ومراده ولا یمیزون بین صحیحه وضعیفة ومقدمه وموخره ومجمله ومفسره وموضوعه وغیر ذلك من اقسامه ...... فیقال ۔ لا مثاله ۔ ان یعمل بما جاء عن الفقیه لا یعمل بمجرد سماع الحدیث لعدم ضبطه ، واما من اهل الخصوص واهل الخبرة للحدیث وفنونه فحاشا ان یقال له ان یعمل بما جاء عن فقیه وان کانت الاحادیث الواردة خلاف ذلك لان العمل علی الفقه لا علی الحدیث هذا اثم مع هذا لا یخفی ما فی هذا اللفظ من سوء الادب والشناعة والبشاعة فان التفوه بنفی العمل علی الحدیث علی الطلاق مما لا یصدر عن عاقل فضلا عن فاضل . “

”یعنی جو زبان زد عام ہے کہ عمل فقہ پر ہوتا ہے حدیث پر نہیں تو یہ فضول بات ہے اس کا کوئی معنی ومطلب نہیں اس لیے کہ یہ بات واضح ہے کہ فقہ کی بنیاد ہی کتاب وسنت پر ہے اور اجماع وقیاس دونوں بھی کتاب وسنت کی طرف لوٹتے ہیں لہٰذا حدیث پر عمل نہ کرنے اور فقہ پر عمل ثابت کرنے کا کیا مطلب ہے؟ فقہ پر عمل کرنا عین حدیث پر عمل کرنا ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے زیادہ سے زیادہ ہم یہ توجیہ کر سکتے ہیں کہ یہ حکم ایک مخصوص شخص کے لیے ہے جو اہل مخصوص میں ہیں سے نہ ہو بلکہ ان عوام الناس میں سے ہو جو حدیث کے معنی ومفہوم کو نہیں سمجھ سکتے ۔ یعنی وہ صحیح وضعیف ، مقدم ومؤخر ، مجمل ومفسر اور موضوع وغیرہ اقسام حدیث کے درمیان فرق اور تمیز نہیں کر سکے ۔ ایسے لوگوں سے کہا جائے گا کہ وہ فقیہ عالم جو بیان کرے اس پر عمل کریں صرف محض حدیث کے سننے پر عمل نہ کریں اس لیے کہ اس کو اس میں ضبط حاصل نہیں ہے اور جو اہل خصوص اور اہل علم حدیث اور فن حدیث کے بارے میں معلومات تجربہ اور مہارت رکھتے ہیں ان کے لیے ہرگز ایسا نہیں کہا جائے گا کہ وہ فقیہ عالم جو بیان کرے اس پر عمل پیرا

ہوں اگر چہ احادیث اس کے بر خلاف ہوں اس لیے کہ حدیث پر عمل نہ کرنا اور فقہ پر عمل کرنا گناہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس لفظ میں جو سوئے ادب، شناعت اور برائی ہے وہ بھی مخفی نہیں۔ اس لیے کہ مطلقاً حدیث پر عمل کرنے کی نفی کرنا کسی فاضل سے در کنار کسی معمولی عقل والے سے بھی صادر نہیں ہوتا۔''

''فقیہ'' سے ان کی مراد وہ شخص ہے جو صحیح اور ضعیف میں فرق اور تمیز کر سکتا ہے اور معنی اور مراد کو سمجھتا ہے نہ کہ وہ شخص ہے جو اپنی رائے سے فتویٰ دے۔ پھر مخدوم صاحب پہلے گروہ (عوام میں سے) ہیں یا دوسرے گروہ میں سے؟ اگر پہلے گروہ میں سے ہیں تو انہوں نے اس رسالہ کو اور دوسری کتابوں کو تصنیف کرنے کی تکلیف برداشت کی؟ اور کیسے روایات کو جمع کر کے وجوہ ترجیح کا ذکر کیا اور ان روایات پر صحت کا حکم لگایا؟ اور اگر وہ دوسرے گروہ سے ہیں تو شیخ کی اس عبارت کو نقل کرنے کی ضرورت نہیں (عقل مند کے لیے اشارہ کافی ہوتا ہے)

ان کا کہنا ہے: ...... وہمہ چنیں اگر ترک نمود مجتہدی عمل، عمل بعض احادیث لا بواسطة علم بضعف سند أو یا نسخ اور یا معارضہ ...... الخ

اور ان کو مجتہد متعین کی تقلید جائز ہے، اس میں شک ہی نہیں کہ واجب و جائز کا کرنے والا گمراہ اور گمراہ کن نہیں ہے۔ اسی طرح مجتہد نے بعض احادیث پر سند کے ضعیف یا منسوخ یا معارض یا قوی یا اسی طرح دوسرے علم کی وجہ سے عمل چھوڑ دیا، یا نص قطعی کے خلاف ہونے کا قیاس کیا تو اس کی طرف گمراہ یا گمراہ کن کی نسبت نہیں کی جا سکتی...... الخ

میں کہتا ہوں: ...... یہ سب واضح گمان و ظنون ہیں اور سب جھوٹ اور احادیث کے بر خلاف ہیں اور ظاہری امور پر موہوم اور خیالی چیزوں کو وارد کرنا تلبیس ہے حسن ظن نہیں بلکہ بلا شبہ غلو اور حد سے تجاوز کرنا ہے جیسا کہ حجۃ اللہ کی عبارت گزر چکی ہے۔

ان کا کہنا ہے: ...... وہیچ شک نیست کہ سرمایہ مقصود بہر مؤمنین کلام اللہ عزوجل وکلام رسول اوست ﷺ۔ قال اللہ: ﴿اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول﴾ ولیکن چوں لابداست کہ در اطلاع کما ینبغی بر حقائق کلا مین مذکورین از علم ناسخ ومنسوخ ...... الخ

کوئی شک نہیں کہ ہر مؤمن کا سرمایہ مقصود کلام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو'' لیکن چونکہ ضروری ہے کہ دونوں مذکورہ کلاموں کے حقائق پر ناسخ و منسوخ ہونے کا کما ینبغی (جتنا اس کے لیے ضروری ہے) علم اور اطلاع ہو...... الخ

(میں کہتا ہوں) :........ یہ اصطلاحات متاخرین کی وضع کردہ ہیں اور یہ دو وجوہات سے خالی نہیں ۔ یا تو وہ ان کی تعریفات اور حدود کے بارے میں جانتے ہوں گے اس صورت میں وہ مقلد نہیں رہیں گے ، اس لیے کہ ان کے شاگردوں نے ان سے ہی یہ سیکھا ہے اسی طرح آگے تک اسی معنی ومفہوم میں امام شوکانی ارشاد الفحول ص ۲۵۴ میں فرماتے ہیں:

" الا جتهـا د عـلـى المتأخرين ايسر واسهل من الا جتهاد على المتقدمين ولا يـخـالف فـى هذا من له فهم صحيح وعقل سوى واذا امعنت النظرو جـدت هـؤلاء الـمـنكرين انما اتوا من قبل انفسهم فانهم لما عكفوا على التقليد واشتغلوا الغير علم الكتاب والسنة حكموا على غير هم بما وقعوا فيـه و استـعـصبـوا مـا سهـلـه الله تعالىٰ على من رزقه الله العلم والفهم وافاض على قلبه انواع علوم الكتاب والسنة "

یعنی متاخرین پر متقدمین کی بہ نسبت اجتہاد کرنا زیادہ سہل اور آسان ہے ۔ اور جو شخص فہم صحیح اور عقل سلیم کا مالک ہو وہ اس کی مخالفت نہیں کرسکتا اور اگر آپ گہری نظر سے دیکھیں گے تو آپ ان منکرین کو پائیں گے کہ انہوں نے اپنی طرف سے یہ چیزیں بیان کئے ہیں ۔ یہ لوگ جب تقلید کی طرف مائل ہوگئے اور اس پر ڈٹ گئے اور کتاب وسنت کے علاوہ دوسرے علوم میں مشغول ہوگئے تو انہوں نے دوسروں پر وہ حکم لگانا شروع کر دیا جس میں وہ خود گرفتار ہوگئے اور اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو آسان کیا تھا اس کو اس شخص کے لیے مشکل بنا دیا جس کو اللہ تعالیٰ نے علم اور فہم عطا کیا اور اس کے دل کو کتاب وسنت کے علوم سے بھر دیا۔

اور جو ایسا نہیں وہ کیسے نکلے اور گناہ ومصیبت میں پڑ گئے پھر ہم مخدوم صاحب سے پوچھتے ہیں کہ آپ کن لوگوں میں سے ہیں؟ اگر پہلے گروہ (اولین) میں سے ہیں تو خود آپ نے جو اجتہاد سے خالی ہونے کا دعویٰ کیا تھا وہ باطل کر دیا اور پھر تصحیح کے ہوتے ہوئے تصنیف کرنے یا تضعیف کرنے کا کوئی معنی ومطلب نہیں ہوتا ۔ اگر متاخرین میں سے ہیں تو ان اصطلاحات کا کیا مطلب ومعنی ہیں جن کو آپ نے ذکر کیا ہے، یہ تو ایسے اسماء ہیں جن کے مسمیات کو آپ جانتے ہی نہیں ۔ چلیں مجتہد کی اتباع (جائز ہونا) فرض کر لیں تب بھی اس جیسی تنگی ودشواری میں بلکہ اس سے بھی زیادہ مشکلات میں پڑ جائیں گے (یعنی تب بھی مسئلہ پیچیدہ ہی رہتا ہے) اس لیے کہ تمام ائمہ کے نظریات وفتاویٰ مختلف ہوتے ہیں ۔ یہ چاروں مشہور ائمہ اور پھر ان کے زمانے میں ہی ان کے علاوہ بھی بہت سے ائمہ تھے مثلاً ابن ابی لیلیٰ، ثوری ، ابوثور ، اوزاعی اور لیث وغیرہ ان میں سے ہر ایک امام نے کسی نہ کسی مسئلہ میں ایک دوسرے کی مخالفت کی ہے ۔ اب مقلد بیچارے کو نہیں معلوم کہ وہ کس امام کی اتباع کرے ۔ پھر ان میں سے ہر ایک سے بھی مختلف روایات منقول ہیں چنانچہ مسئلہ

اسباب ترجیح وتطبیق کی معرفت ، جدید وقدیم قول کی معرفت ، راجح، مرجوح اور مرجوع عنہ (جس مسئلہ سے رجوع کیا گیا ہو) کی معرفت ، ظاہر روایت وغیرہ اور عام ، خاص ، ظاہر، نص ، مجمل ،مفصل ، مطلق، مقید، منطوق، مفہوم وغیرہ سب کی معرفت کی طرف لوٹتا ہے ۔ پھر اسی طرح نقل کی تصحیح وتضعیف (یعنی صحیح قرار دینا یا ضعیف قرار دینا) اور بعض نقل وبیان کرنے والوں کو ترجیح دینا (یہ سب پیچیدہ مسائل ہیں لہٰذا) یہ تو "فر من المطر قام تحت المیزاب " یعنی بارش سے بھاگ کر پرنالے کے نیچے کھڑا ہونے والی بات ہے۔

اور پھر یہ کہ معاملہ مقلد کے ظن اور گمان پر موقوف ہوگا جبکہ اس کا سرے سے کوئی ظن یا گمان اور خیال نہیں ہوتا ۔ امام سندھی فتح القدیر کے حواشی میں لکھتے ہیں :

" اذا قلنا بعدم جواز العمل بالا حادیث بسبب الظن فی ثبوت الاحادیث عند المقلد . نقول ان ظنه لا عبرة به فتجب ان لا تكون لظنه عبرة فی الاقوال المنقولة عن المجتهدین فحینئذ ینبغی ان لا یجوز لهم العمل بتلك الا قوال بل ینبغی ان یجب علیهم الرجوع الی المجتهدین الاحیاء . وهو فرضوا ان لیس فی الدنیا مجتهد حی فینبغی ان یسقط عن العوام التكلیف بل عن العالم التكالیف غالبها لظهور انهم لا یا خذون فیها بالا حادیث ولا باقوال المجتهدین للزوم العمل بالظن وظنهم لا عبرة به ولا مجتهد فیهم حتی یتبعه غیره وهذا كما تری مصیبة عظیمة " .

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ مقلد کے نزدیک احادیث کے (صحیح) ثابت ہونے میں ظن کی وجہ سے حدیث پرعمل کرنا جائز نہیں تو ہم کہتے ہیں کہ اس کے ظن کا کوئی اعتبار ہی نہیں (یعنی چونکہ ہم حدیث پر عمل کرنے سے روکنے کے لیے یہ کہتے ہیں کہ اگر چہ مقلد کے پاس بھی عقل ہے لیکن اس کی عقل یا ظن کا کوئی اعتبار نہیں وہ غیر معتبر ہے) لہٰذا ضروری ہوا کہ مجتہدین سے منقولہ اقوال کے بارے میں بھی انکے ظن کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے تو اس صورت میں ضروری ہے ان اقوال پر بھی ان کے لیے عمل کرنا جائز نہ ہو بلکہ ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ زندہ مجتہدین کی طرف رجوع کریں جبکہ انہوں نے فرض کر رکھا ہے کہ دنیا میں کوئی مجتہد زندہ نہیں ہے تو کوئی لائق ٹھہرا کہ عوام سے احکامات پرعمل کی ذمہ داری ساقط ہوجائے بلکہ عالم سے بھی اکثر احکام ساقط ہوں گے اس لیے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ وہ ظن پر عمل لازم آنے کی وجہ سے نہ احادیث کو لیتے ہیں اور نہ ہی اقوال مجتہدین کو اور پھر ان کے ظن کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا اور ان میں سے کوئی اس وقت تک مجتہد نہیں ہوتا جب تک کوئی دوسرا شخص اس کی پیروی نہ کرے اور یہ تو جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں ایک بڑی مصیبت ہے۔

پھر اس میں انتہا تو یہ ہے کہ وہ تمیز اور فرق کرنے کی اہلیت سے بھی عاری ہوتا ہے اس طور

پر اگر ہم تسلیم کر لیں تو ڈر ہے کہ کہیں منسوخ اور ضعیف پر عمل کرنے نہ لگ جائیں۔ اس صورت میں اگر چہ وہ حدیث یا قول لینے میں خطا کرتا ہے لیکن اپنی طاقت کے مطابق وہ صحیح اور درستگی کرنے والا ہوتا ہے۔ (ارشاد باری تعالیٰ ہے) ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرة : ٢٨٦) یعنی اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت اور وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ بلکہ ایسا (اجتہاد کرنے والا) اجر پانے والا ہے اس لیے کہ اس نے جس کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اس کی اتباع کی نیت سے اطاعت رسول ﷺ کے لیے کوشش کی ہے۔ (حدیث ہے) ((انما الا عمال بالنیات)) (متفق علیه) یعنی اعمال کا دارو مدار صرف نیتوں پر ہے۔
اور اگر کوئی غیر نبی کی اتباع کرے پھر وہ اگر چہ درست عمل کرے تب بھی وہ خطا کار ہے بلکہ گناہگار ہے اس لیے کہ اس نے ایک چیز اپنی طرف سے ایجاد کر دی اور اس کی پیروی کی جس کی پیروی کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ اس شخص کے بارے میں آپ کا خیال ہے اگر وہ خطا اور غلطی کرے تو؟ یہ پہلے والی بات سے زیادہ قریب ہے بلکہ یہ تو مصیبت در مصیبت ہے۔

(اُن کا کہنا ہے):...... وحصول این علم مر غیر مجتہد را میسر نشود .... الخ یہ علم خاص کر غیر مجتہد کو حاصل نہیں ہوتا...... الخ

(میں کہتا ہوں):...... اللہ تعالیٰ کا فرمان اس کے قول کی تردید کرتا ہے:

﴿الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ (العنکبوت : ٦٩)

یعنی جو لوگ ہمارے لیے (ہماری راہ پانے کے لیے) کوشش اور جدوجہد کرتے ہیں ہم انہیں اپنا راستہ ضرور دکھاتے ہیں۔ یعنی انہیں ہدایت دیتے ہیں۔ جبکہ غیر غواص یعنی حقیقت تک پہنچنے کی کوشش نہ کرنے والے پر اس کا قیاس نص کے مقابلے میں بالکل باطل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"اذا حکم حاکم فا جتهد فاصاب فله اجر ان واذا حکم ثم اخطأ فله اجر ." (بخاری و مسلم)

جب کوئی حاکم اور قاضی فیصلہ کرتے وقت پوری کوشش کرے اور صحیح فیصلہ کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اس کے لیے دوگنا اجر و ثواب ملے گا اور جب وہ فیصلہ کرنے میں کوشش تو پوری کرے مگر صحیح نہ کر پائے تو اس کو ایک اجر ملے گا۔ اس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں نے عمرو بن العاص اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اور حقیقت تک پہنچنے کی کوشش نہ کرنے والا صحیح فیصلہ بھی کرے تب بھی وہ باطل ہے۔ اس لیے کہ یہ صرف نبی ﷺ کے کلام پر موقوف نہیں ہے بلکہ آپ کے بعد والوں کے بھی اقوال ہیں بلکہ یہ زیادہ اولیٰ ہے اس لیے کہ اللہ کا کلام اور اس کے رسول ﷺ کا کلام سمجھنے اور مراد و مقصود تک پہنچنے کی زیادہ قریب ہوتا ہے کیونکہ یہ بالا جماع بلیغ ترین اور بولنے اور سننے میں شیریں ترین کلام ہیں۔ اسی طرح سمجھنے اور فائدہ لینے

میں بھی قریب اور آسان ترین ہوتے ہیں۔ اور اس کا انکار سخت طبیعت والا اور اس سے فائدہ نہ اٹھاسکنے والا ہی کرسکتا ہے۔ اور وہ فہم سمجھ جس کے ذریعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کلام الٰہی اور خطاب نبوی کو سمجھا وہ ہمارے فہم اور سمجھ کی طرح تھے اور ان کی عقل ہماری عقل کی مانند تھی اس لیے کہ اگر افہام اور سمجھ متفاوت اور مختلف ہوتے اور اس حد تک مختلف ہوتے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی عبارات اور احادیث نبوی یہ نہ سمجھ سکتے تو ہم نہ تو اجتہادا مکلّف ہوتے اور نہ تقلیدا مکلّف ہوتے نہ ہی ہمیں کسی کام کا حکم دیا جاتا اور نہ ہی ہم کو کسی کام سے روکا جاتا۔ اجتہادا سے اس لیے کہ یہ ہمارے لیے ممکن نہیں ہے۔ تقلید اس لیے کہ ہم اس وقت تک تقلید نہیں کر سکتے جب تک ہمیں یہ معلوم ہو کہ ہمارے لیے تقلید جائز ہے اور جب تک کتاب وسنت سے اس کے جواز پر صریح دلیل نہ ملے تقلید نہیں کر سکتے۔ اس لیے کہ انہوں نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ تقلید کے جواز کے قائل ہونے میں تقلید کرنا جائز نہیں ہے۔ اور جس طرح ہم نے اپنے فہم سے اس دلیل کو سمجھ لیا ہے اسی طرح دوسرے دلائل بھی سمجھ سکتے ہیں۔ اور نبی کریم ﷺ نے خود پیش گوئی کی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد ایسے لوگ بھی آئیں گے جو آپ کے زمانہ اور عہد والوں سے زیادہ سمجھ اور فہم والے ہوں گے اور آپ ﷺ کے کلام کو زیادہ یادرکھنے والے ہوں گے۔ فرمایا:

" فرب مبلغ افقه من سامع " یعنی بہت سے ایسے لوگ جن کو بات پہنچائی جاتی ہے وہ بات کو (براہ راست) سننے والے سے زیادہ سمجھنے والا ہوتا ہے۔ ایک اور لفظ میں یوں ہے " او عى له من سامع " یعنی اس کو سننے والے سے زیادہ یاد کرکھنے والا ہوتا ہے۔ امیر الیمانی نے اس کو سبل السلام ج۴ ص ۹۴ میں بیان کیا ہے۔

(اُن کا کہنا ہے) :...... اسی وجہ سے عامی یا غیر مجتہد عالم جو ناواقف غوطہ زن کی طرح ہے، مجتہد جو کہ ماہر غوطہ زن کی مانند ہے ان کا دامن پکڑنا لازم وضروری ہے تاکہ مہلک سیلاب میں ڈوبنے سے مامون ومحفوظ رہے۔

(میں کہتا ہوں) :...... جیسا کہ آپ کے قول کے مطابق ان کے لیے حدیث کی معرفت کی کوئی اہلیت حاصل نہیں ہوتی اسی طرح ان کے لیے یہ معرفت بھی حاصل نہیں ہوتی کہ کون اس قابل اور لائق ہے کہ اس کی بات مانی جائے چنانچہ بات پھر وہیں آ گئی جس کے انجام وعواقب سے آپ ڈرتے تھے بلکہ یہ تو مشکل در مشکل اور ایسی دلدل میں پھنستا ہے جس سے چھٹکارا دشوار ہے۔ لہٰذا اولیٰ یہ ہے کہ اس شخص کی بات کو لیا جائے جس سے خطا کا صدور محال ہو یعنی وہ معصوم عن الخطا ہو اس سے غلطیاں نہ ہوسکتی ہوں اور وہ ذات اقدس جس کی اطاعت ہم پر فرض ہے یعنی نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ پھر ان کے اس کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب وسنت سے غیر کسی واسطہ کے احکام کا اخذ کرنا مشکل ہے۔ اور اس کے اس قول کو اللہ

تعالیٰ کا یہ فرمان رد کرتا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرة : ١٨٥)

''یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ نرمی اور آسانی کرنا چاہتا ہے وہ تمہارے ساتھ تنگی اور مشکل کرنا نہیں چاہتا۔''

اسی طرح فرمایا:

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (الحج : ٧٨)

یعنی اس (اللہ) نے تمہارے اوپر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

اور فرمایا:

﴿فَإِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ (الدخان : ٥٨)

یعنی بلا شبہ ہم نے اس (قرآن) کو آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے تاکہ وہ لوگ نصیحت حاصل کریں (یعنی آسان عربی زبان میں اتارا تاکہ ہر عربی دان اس کو سمجھ سکے اور اس کو سمجھنے میں ان کو کوئی دشواری نہ ہو) حدیث شریف میں ہے:

((وایم الله لقد ترکتکم علی مثل البیضاء لیلها ونهار ها سواء))

(ابن ماجه وغیره)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں نے تم کو بیضاں کی طرح چمکتے ہوئے یعنی روز روشن کی طرح ملت پر چھوڑا ہے جس کی رات اور دن دونوں برابر ہے۔

ان آیات کریمہ اور احادیث کا مدلول یہ ہے کہ دین کے دونوں اصولوں (قرآن وحدیث) سے دین لینا اور حاصل کرنا بہت ہی آسان ہے۔ لہٰذا اس ذات کے قول کے مقابلے میں جس نے ان دونوں کو نازل کیا وہ زیادہ بہتر جانتا ہے جو اس نے نازل کیا ہے۔ فرمایا:

﴿كِتٰبٌ أُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ﴾ (هود : ١)

یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیتیں محکم کی گئی ہیں پھر حکیم باخبر کی طرف سے صاف صاف بیان کی گئی ہے۔ اور فرمایا:

﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ﴾ (القيامة : ١٩)

یعنی پھر اس کا واضح کر دینا ہمارے ذمہ ہے۔

اور اسی طرح اس کا قول نہ اس ہستی کے قول کے مقابلے میں قابل قبول ہے جس نے یہ دونوں اصول اللہ کی طرف سے ہم تک پہنچائے اور وہ بعد میں آنے والوں سے زیادہ جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾

(النحل: ٤٤)

''اور یہ ذکر (قرآن) ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل کیا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کردیں شاید کہ وہ غور وفکر کریں۔''

یہ تو آپ ﷺ کے جناب میں سراسر بے ادبی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے آنکھیں بچا کر نظریں چرا کر یہ عذر پیش کرتے ہوئے کھسک جائیں کہ میں تو عامی (جاہل) ہوں یا یہ کہ میں اس حدیث کا مفہوم ومراد نہیں سمجھتا، یا یہ کہ میں ان میں سے محکم ''منسوخ'' مؤول کو نہیں جانتا، یا یہ کہ میں ان احادیث سے اچھی طرح مسائل اخذ نہیں کرسکتا، یا یہ کہ میں استنباط اور اجتہاد نہیں کرسکتا۔ پھر اس پر لوگوں کے اقوال آسان ہوجاتے ہیں اور ان سے مسائل تخریج کرتا ہے حتیٰ کہ ایک مسئلہ سے بے شمار تخریجات کر ڈالتا ہے اور امام صاحب کی بعض روایات کو بعض کے ساتھ تطبیق دیتا ہے ایک کو قوی قرار دیتا ہے۔ اور ایک کو ضعیف کہتا ہے، قول قدیم کو قول جدید سے الگ کرتا ہے ان کے درمیان فرق کرتا ہے حتیٰ کہ ان احادیث میں تاویل کرنے کی قدرت رکھتا ہے بلکہ جرأت کرتا ہے جو ان کے امام کے قول کے خلاف ہوں، اور ان احادیث کو اپنے اختراعی قیاسات کے ذریعے رد کرتا ہے اور دل میں پوشیدہ ظنون، اوہام اور گمان کی بنیاد پر ان احادیث کی توہین کرتا اور ان کو کمزور قرار دیتا ہے۔

قسطلانی المواہب اللدنیۃ ج ۲ص ۸۷ میں لکھتے ہیں:

" ومن الادب معه ﷺ ان لا يستشكل قوله ﷺ بل تستشكل الاراء بقوله عليه السلام ولا يعارض نصه بالقياس بل تهدر الا قيسة وتلقى لنصوصه ."

آپ ﷺ کے ساتھ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کے قول کو مشکل تصور نہ کیا جائے بلکہ آپ کے قول کے مقابلے میں دوسرے لوگوں کی آراء کو مشکل اور ناقابل تصور کیا جائے، آپ ﷺ کے بیان کردہ نص کا قیاس کے ساتھ معارضہ نہ کیا جائے بلکہ قیاس کو چھوڑ کر آپ کے اقوال کو لے لیا جائے اور ان پر عمل کیا جائے۔ اسی طرح کسی مخالف خیال کی بنا پر آپ کے کلام کو حقیقت سے کسی اور مطلب کی طرف نہ پھیرا جائے جس کو یہ لوگ ''معقول'' نام رکھتے ہیں جبکہ یہ معقول نہیں بلکہ مجہول ہے اور حق سے کوسوں دور ہے، اور ایسے لوگوں کو حق کی طرف لوٹنے کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوتی۔ آپ ﷺ کی طرف سے جو بھی حکم آجائے اس کو کسی امام کے قول کے ساتھ موافقت پیدا کئے بغیر مانا جائے (ایسا نہ ہو کہ اپنے امام کے قول

کے موافق ہو تو لے لیا جائے ورنہ چھوڑ دیا جائے) یہ سب آپ ﷺ کی بے ادبی ہے بلکہ یہ آپ ﷺ کے خلاف بڑی جسارت ہے ۔ آپ ﷺ کے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ہر بات کو تسلیم کر لیا جائے ، آپ ﷺ کے ہر حکم کے آگے سر تسلیم خم کیا جائے ۔ جس کو یہ لوگ معقول یا شبہ یا شک کا نام دیتے ہیں ۔ اسی طرح آپ کی حدیث پر لوگوں کی آراء یا اپنے اذہان کی اختر عات کو مقدم نہ کیا جائے ۔ پس تحکیم میں آپ کی حدیث پر لوگوں کی آراء یا اپنے اذہان کی اختر عات کو مقدم نہ کیا جائے ۔ پس تحکیم میں تسلیم میں ، اطاعت وفرمانبرداری میں بھی توحید کی راہ اپنائی جائے (یعنی صرف رسول اللہ ﷺ کی ذات کو ہی لائق اقتداء واطاعت سمجھا جائے) جس طرح رسولوں نے عبادت میں ، خضوع وانابت میں ، اور توکل ، بھروسہ کرنے میں توحید اختیار کیا ۔ توحید کی دو قسمیں ہیں دونوں توحیدوں کو ماننے بغیر نجات نہیں ہے ایک مرسل (بھیجنے والے) اللہ کی توحید کی ، دوسری رسول کی متابعت و پیروی میں توحید اختیار کرنا ، اس کے علاوہ نہ کسی غیر کی طرف فیصلہ لے جایا جائے اور نہ کسی اور کے فیصلہ پر راضی ہوا جائے ۔

رسالہ " کشف الرین " پر تنقید سے فارغ ہوا اور حق باطل پر غالب ہوا ۔ ہم نے اس مسئلہ سے تمام شکوک وشبہات اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وضاحت کے ساتھ دور کر دیے ۔ اللہ ہی کے لیے حمد اور شکر ہے کہ اس نے اپنے اس کمزور بندے کو اس کی توفیق دی ۔ اور درود وسلام ہوں سردار دو عالم پر ، اور ساری عمر تا قیامت جہاں سب کو اپنے کئے کا بدلہ ملے گا بہتری اور اچھائی میں اللہ تعالیٰ اضافہ فرماتا رہے اور برائی سے بچائے رکھے ۔ آمین